عہد رواں کی ایک عبقری شخصیت

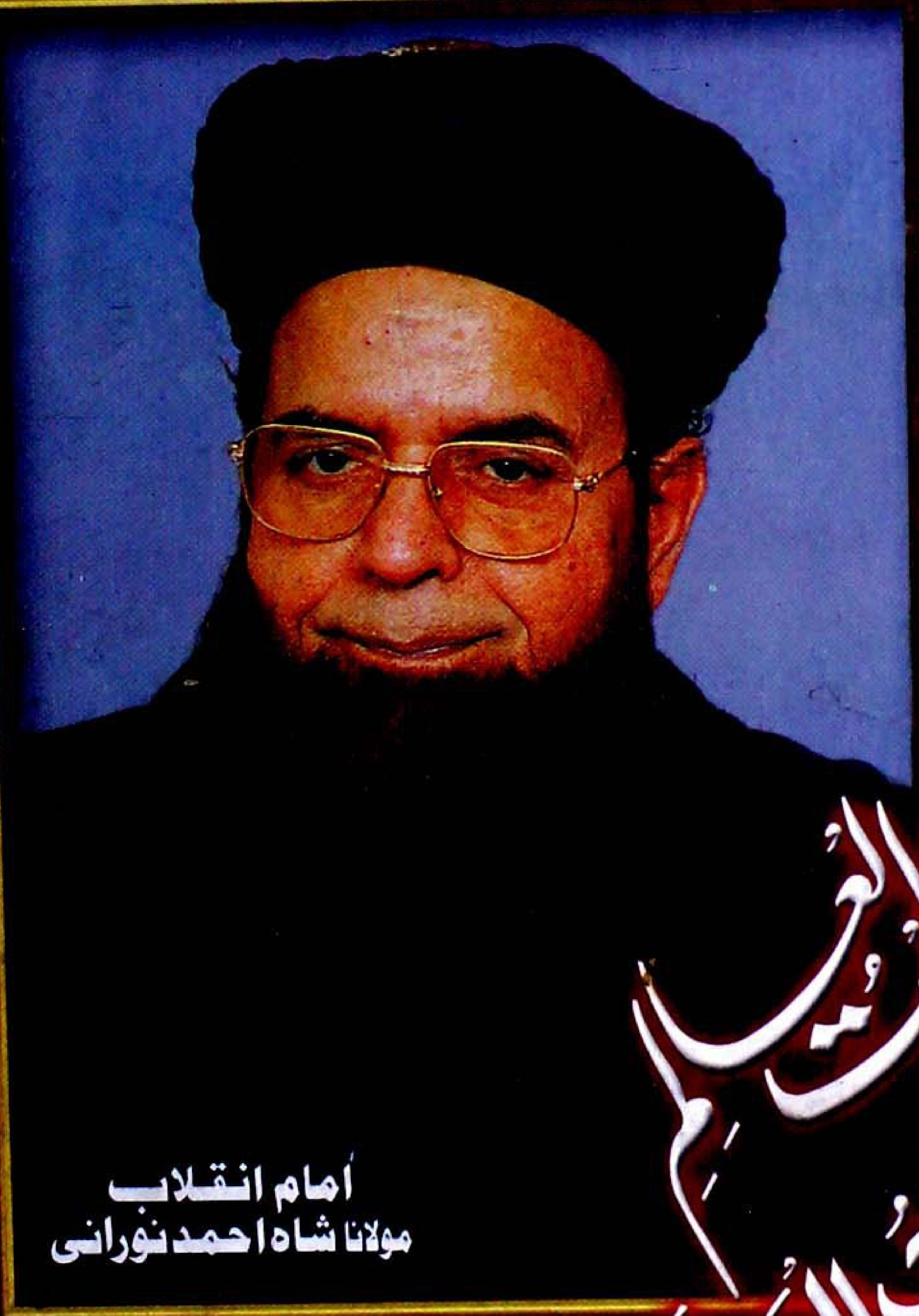

موت العالم موت العالم

جانے والے تجھے روئے گا زمانہ برسوں

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عہدِ رواں کی
ایک عبقری شخصیت

امام انقلاب، آفتاب ملت اسلامیہ، قائد اہلسنت

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی

سقی اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ

ذخیرہ

☆------ازقلم------☆

مولانا محمد امین نورانی

ناظم دارالاقامہ ومدرس جامعہ انوار القرآن مدنی مسجد گلشن اقبال بلاک نمبر 5 کراچی

☆------ناشر------☆

بزم انوار القرآن

جامعہ انوار القرآن مدنی مسجد گلشن اقبال بلاک نمبر 5، کراچی

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	:	عہد رواں کی ایک عبقری شخصیت
تحریر	:	مولانا محمد امین نورانی
سال اشاعت	:	فروری ۲۰۰۴ء
کمپوزنگ	:	مولانا عادل قادری اور طلباء
باہتمام	:	مولانا محمد صابر نورانی
ناشر	:	بزم انوار القرآن
پرنٹرز	:	شاد پرنٹرز
قیمت	:	۱۰۰ روپے (نیٹ)
دوئیم ایڈیشن	:	۱۰۰۰

81673

ملنے کا پتہ

۱۔ جامعہ انوار القرآن جامع مسجد مدنی گلشن اقبال بلاک 5، کراچی

فون نمبر: 4961878

۲۔ دفتر ورلڈ اسلامک مشن پاکستان، کمرہ نمبر ۵۰۲، یونی شاپنگ سنٹر،

شاہراہ عراق صدر کراچی

۳:۔ دفتر جمعیت علماء پاکستان کراچی رضا لائبریری لکی چیمبر فریسکو چوک برنس روڈ۔

نوٹ:۔ ڈاک کے ذریعے طلب فرمانے والے اخراجات خود برداشت کریں گے

Marfat.com

صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی
ذخیرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرفِ انتساب

میں اپنے مرشد کامل، قائد ملت اسلامیہ، قائد اہلسنت، مبلغ اسلام، سیاح عالم، علوم و عرفان کے غواص وشناور **حضرت علامہ الشاہ احمد نورانی صدیقی** رحمہ اللہ القوی کے بارے میں اپنے ان رشحات قلم کو حضرت ممدوح کے دیرینہ ودائمی رفیق، اپنے عہد گرانقدر کے نیر تاباں، صداقت وحق پرستی کے پیکر، فقر غیور کا نمونہ بزم ہستی میں شمع کے مانند منور ودرخشاں، نسل درنسل عظمتوں کے امین یگانہ روزگار ہستی **حضرت علامہ مفتی محمد حسن حقانی** دامت برکاتہم العالیہ کے نام نامی اسم بامسمّٰی سے منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں کہ جن کی ضیاء پاشی نے اس عاجز وکمتر کو یہ آئینہ نور پیش کرنے کے قابل بنایا جن کی زندگی اس شعر کا مرقع اور مجسم پیغام ہے۔

جو بن سکو تو درخشندہ آفتاب بنو
بجھے بجھے سے ستاروں کی روشنی کیا ہے

Marfat.com

16	توقیر اہل علم	40
17	پیر طریقت	42
18	عشقِ رسول	44
19	حق گوئی وبیباکی	47
20	سانحۂ لاہور	62
21	تحریک پاکستان	72
22	محافظ ختم نبوت ﷺ	73
23	انٹرویو	77
24	مسودۂ قرارداد	90
25	تاریخی ترمیم	93
26	ایک مسئلہ جو حل ہو گیا	96
27	روح پرور خواب	101
28	کھلا خط	104
29	داعیٔ اتحاد بین المسلمین	108
30	مسلکی خدمات	119
31	تقریر	123
32	دعوتِ اسلامی	137
33	تبلیغ	139
34	رشتۂ ازدواج	141
35	ادارہ جات	149
36	جمعیت علمائے پاکستان	150

Marfat.com

37	پاکستانی سیاست	155
38	مسلمان کی تعریف	164
39	قوم سے خطاب	170
40	مناظرہ نما انٹرویو	184
41	انتخابِ وزیراعظم	214
42	تحریک نظام مصطفیٰ	221
43	نازک گھڑی	229
44	طویل مارشل لاء	232
45	سنیت کش پالیسی	235
46	اسلام آباد کے شیدائی	236
47	جمہوری دور	241
48	متحدہ مجلسِ عمل	243
49	عالمی سیاست	246
50	یادگار انٹرویو	248
51	سفر آخرت	272
52	خراجِ عقیدت	278
53	نوحۂ غم	282
54	غم فراق	285
55	دردِ ہجراں	287
56	حوالہ جات	

Marfat.com

سخن ہائے گفتنی

خداوند کا یہ ایک ازلی فیصلہ ہے کہ جو دنیا میں آیا ہے اسے ایک روز جانا بھی ہے اور پھر اس کے دنیاوی اعمال کے مطابق اس کا فیصلہ کیا جائیگا کہ اگر اعمال صالحہ زیادہ ہوئے، عقائد ومعاملات درست ہوئے تو اس کو ابدی طور پر جنت میں حسب مراتب داخل کیا جائیگا اور اگر عقائد واعمال درست نہ ہوئے تو اس کے برعکس جہنم کو اس کا ٹھکانہ بنایا جائیگا۔ یہ تمام مسلمانوں کا عقیدہ بھی ہے اور ٹھوس نظریہ بھی کہ اس کے بغیر آدمی مسلمان نہیں ہوسکتا۔

مگر زندگی میں کچھ شخصیات ایسی بھی آتی ہیں جس سے جدا ہونے کا خیال تک ذہن میں نہیں آتا آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ میں ہمیشہ رہوں اور یہ کبھی بھی مجھ سے جدا نہ ہو اور اگر وہ اچانک ہی اس سے ہمیشہ کیلئے جدا ہوجائے تو وہ اس بات کا یقین نہیں کرسکتا اور اگر یقین کر بھی لے تو وہ صدمہ اور غم سے نڈھال ہوجاتا ہے، اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کیا کرے؟ اس کو اپنی زندگی اجیرن محسوس ہوتی ہے اور وہ یہ سوچتا ہے کہ کاش جانے والا کچھ دن اور ٹھہر جاتا، کاش کہ میں کچھ عرصہ اور اس کی صحبت سے فائدہ حاصل کرتا، کاش وہ واپس آجائے مگر اب کچھ نہیں ہوسکتا کہ قانون فطرت ہے کہ جانے والا اب دوبارہ اس دنیا میں نہیں آئے گا۔

قائد اہلسنت، پیر طریقت، رہبر شریعت، امام انقلاب، داعی اتحاد امت، مجدد وقت، مفکر اسلام، مبلغ اسلام، شیریں گفتار، خوش نما کردار، مرد قلندر، قطب دوراں، ولی کامل، غازی ملت، مجاہد امت، قائد ملت اسلامیہ، قائد تحریک نظام مصطفی ﷺ، خوش رو، خوش بیان، علم وفضل کے بحر بے کراں، وقت کے بے تاج بادشاہ، عمل وفکر کے سلطان، نازش ملت، فخر صدیقیت، نائب اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، وارث ورثہ اسلاف، بقیۃ السلف، عمدۃ الخلف، پیکر حلم و شرافت، سیدی مرشدی حضرت الحافظ و القاری علامہ و مولانا امام الشاہ احمد نورانی رضی اللہ عنہ ورضوعنہ کا شمار بھی انہی افراد میں ہوتا ہے۔

آپ کی وفات کا اب بھی یقین نہیں آتا اور آپ کے نام کے آگے عرفاً رحمۃ اللہ علیہ لکھنے سے قلم کانپتا ہے اور زبان لڑکھڑانے لگتی ہے مگر موت سے کسی کو مفر نہیں۔ مگر آفرین ہے! اس کی موت پر بھی کہ وہ اس وقت آئی جب کہ وہ مرد مجاہد اپنے مشن کی تکمیل میں مصروف عمل تھا۔

Marfat.com

ہے رشک ایک خلق کو نورانی کی موت پر
یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

آپ کا مشن ملک خداداد پاکستان میں نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کا تحفظ تھا آپ کا مقصد زندگی اسلام کی اشاعت و تبلیغ تھا اور آپ اسی کیلئے جدوجہد کرتے ہوئے دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف تشریف لے گئے۔ حضرت پیرومرشد قائد اہلسنت علیہ الرحمہ کی حیات مقدسہ کے بارے میں کچھ تحریر کرنا کوئی آسان کام نہیں کہ آپ کی زندگی کے بے شمار گوشے ہیں، بہت سارے پہلو ہیں جن پر کبھی روشنی نہیں ڈالی جاسکتی۔ آپ نے تبلیغ اسلام کی خاطر دنیا کے گرد کئی چکر لگائے جن کی تفصیلات کا منظر عام پر آنا ایک ناممکن سا امر ہے۔ آپ کے بہت سے سیاسی اور عالمی معاملات راز پنہاں ہیں مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ تو ایسا ہونا چاہیے کہ جس سے آپ کی عظیم شخصیت کا ایک خاکہ ہی تصور میں آجائے ضروری تو یہ ہے آپ کی حیات مقدسہ کے ہر ہر گوشے کو منظر عام پر لایا جائے تاکہ امت مسلمہ اس بحر بے کراں کی زندگی کے ہر گوشے سے مستفیض ہو اس کے لئے آپ کے ہر معتقد کو اپنی حیثیت اور معلومات کے مطابق کوشش کرنی چاہئے تاکہ آپ کی زندگی کا ہر ہر حصہ سامنے آسکے اور وہ گواہی دے کہ لوگو! نورانی صرف گفتار کا نہیں بلکہ کردار کا بھی غازی تھا اس کی خلوت بھی اس کی جلوت کی طرح آئینہ دار، شفاف اور بے داغ تھی۔

یہی سوچ رکھتے ہوئے سوئم کے دوسرے دن برادر اکبر مولانا صابر نورانی دام جبہ نے حکم دیا کہ تمہیں حضرت صاحب کی حیات طیبہ پر ایک کتاب لکھنی ہے جو آپ کے چہلم شریف کے موقع پر منظر عام پر آجائے گی۔ یہ حکم سنتے ہی میں نے جوش وجذبات میں آکر اس پر عمل درآمد کا اقرار کرلیا مگر جب آپ کی حیات مبارکہ پر نظر دوڑائی تو سوچا کہ کہاں مجھ جیسا کم علم، کم عمر اور ناتجربہ کار شخص کہ جس نے آج تک چار ورقی کتابچہ نہ لکھا ہو اور کہاں وہ ایک عالمی اور بین الاقوامی شخصیت، وہ علم وفضل کا بے تاج بادشاہ کہاں وہ ولی کامل وزہدوتقویٰ کا خوگر مگر پھر بزرگ واحباب خاص کر استاذ محترم استاذ العلماء علامہ محمد حسن حقانی پرنسپل جامعہ انوار القرآن، علامہ محمد اسحاق قادری صدر المدرسین جامعہ انوار القرآن، برادر محترم مولانا محمد صابر نورانی ناظم تعلیمات جامعہ انوار القرآن، برادرم مولانا مفتی محمد اسماعیل نورانی، مولانا عبد القیوم نقشبندی، مولانا محمد عادل قادری، بھائی حفظ الرحمان، برادرم محمد اشرف قادری، برادرم معین الدین، مولانا حافظ محمد احسان

Marfat.com

چشتی وغیرھم نے ہمت بندھائی اور ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا ادھر استاد محترم قبلہ حقانی صاحب نے اس کی اشاعت کیلئے ہر ممکن انتظامات کا وعدہ فرمایا تو کچھ ہمت ہوئی اور یہ چند صفحات لکھنے کے قابل ہوا اس کے لئے ریکارڈ و تصاویر کی فراہمی میں مولانا صابر نورانی، بھائی معین الدین، شبیر ابو طالب اور حافظ احسان چشتی نے ہر ممکن تعاون کیا جس کیلئے میں ذاتی طور پر ان کا انتہائی شکر گزار ہوں کچھ نایاب ریکارڈ کا حصول استاذ العلماء استاد محترم علامہ جمیل احمد نعیمی ناظم تعلیمات دار العلوم نعیمیہ سے ممکن ہوا کہ جن کی کرم نوازی سے یہ ریکارڈ خاص کر حضرت صاحب کی شادی کے حالات ملے۔ ادھر وقت نہایت ہی مختصر تھا مگر جامعہ کے استاد برادرم مولانا محمد عادل قادری نے اپنی سربراہی میں طلباء جن میں عزیزم حافظ محمد عمران، انوار المصطفیٰ، محمد واجد مقبول نورانی، قدرت اللہ، عبد العزیز بالخصوص شامل ہیں، سے کمپوزنگ کرانا شروع کردی جیسے جیسے میں لکھتا گیا ایک ایک صفحہ کمپوز ہوتا گیا۔

پروف ریڈنگ کی زحمت مولانا مفتی محمد اسماعیل نورانی اور مولانا محمد آصف حسین انصاری صاحب نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود قبول کی جبکہ اشاعت کا انتظام اس طرح ہوا کہ حضرت استاد محترم علامہ حقانی صاحب کی وساطت سے محترم جمشید احمد جاوید اور ڈاکٹر اکرام الرحیم صاحب نے اپنی اہلیہ کے ایصال ثواب کیلئے رقم مرحمت فرمائی اللہ تعالیٰ مرحومہ کی بخشش فرمائے جن کا میں تہہ دل سے مشکور و ممنون ہوں۔ ظاہر بات ہیکہ یہ کتاب میری پہلی کاوش ہے اس لئے یقین ہے کہ اس میں کافی کوتاہیاں ہوئی ہوں گی، نقص وعیب بھی ہوں گے، ممکن ہے کہ ریکارڈ، واقعات اور الفاظ میں کوئی غلطی ہو حالانکہ میں نے پوری کوشش یہی کی ہیکہ جو بات یا واقعہ باوثوق ذریعہ یا کسی معتبر کتاب میں ہو وہی نقل کیا جائے اگر کوئی ایسی غلطی ہو تو نشاندہی فرمانے والے کو کھلے دل سے خوش آمدید کہا جائیگا اور میں تہہ دل سے مشکور و ممنون ہونگا اور اگر کتاب میں کوئی خوبی نظر آئے تو یہ حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ کی خصوصی نظر اور تصرف روحانی ہوگا۔

آخر میں ایک بار پھر استاذ العلماء علامہ حقانی صاحب کا ممنون کرم ہوں کہ جنہوں نے باوجود، علالت شدیدہ کے تصویری خاکے پر اپنا تاثراتی مضمون تحریر کیا جو کہ ان کی قائد اہلسنت علیہ الرحمہ سے بے پناہ محبت کی دلیل بھی ہے اور مجھ جیسے کمتر پر احسان عظیم بھی ہے۔ نیز یہ کہ آپ

Marfat.com

کی یہ گراں قدر تحریر کتاب کے صوری و معنوی حسن کو دو چند کرتی ہے ھدیہ تشکر و امتناعاً پیش کرتا ہوں اپنے استاد محترم حضرت علامہ محمد اسحاق قادری صاحب کی خدمت بابرکت میں جنہوں نے اس ناچیز کی اس نظر عقیدت کو اپنے گراں قدر مقدمہ سے مزین کر کے چار چاند لگا دیئے اور میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

سب سے آخر میں ایک بات کی وضاحت کردوں کہ اس کتاب کو منظر عام پر لانے کا سہرا، اس کیلئے تمام کوشش وکاوش خالصتاً برادر اکبر مولانا صابر نورانی کے سر ہے اور اس کیلئے تمام کوشش وکاوش انہی کی ہے اور وہی اس کے محرک ہیں کہ جن کی محنت شاقہ کے بعد یہ کتاب منصۂ شہود پر آسکی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ پر اپنا خصوصی کرم فرمائے، ان کے حسنات کو قبول فرمائے اور بشری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمائے اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلائے اور انہوں نے جس مشن کو چھوڑا ہے اس کو مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ کے جانشین صاحبزادہ مولانا محمد انس نورانی کو آپ کا صحیح اور مکمل جانشین بنادے ان کو ظالمین کے ظلم، حاسدین کے حسد، اور شریروں کے شر سے محفوظ رکھے اور اس ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ فرمائے۔ میں آخر میں ایک بار پھر ان تمام مخلصین ومحبین کا تہ دل سے مشکور ہوں کہ جنہوں نے میرے ساتھ دامے، درمے، سخنے تعاون کیا اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اس کے ساتھ ہی اکابرین اہلسنت جو کہ اب چند ایک ہی بچے ہیں خاص کر استاذ العلماء حضرت علامہ محمد حسن حقانی، شیخ الحدیث ابوالوفا علامہ غلام رسول سعیدی، قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی، مفتی محمد اطہر نعیمی، علامہ جمیل احمد نعیمی، مفتی منیب الرحمٰن، شیخ الحدیث مولانا اسماعیل ضیائی، علامہ پیر عتیق الرحمٰن فیض پوری، مولانا مختار احمد قادری، شیخ المشائخ میاں جمیل احمد شرقپوری، علامہ عبدالحکیم شرف قادری، مولانا سید حسین الدین شاہ، مولانا منظور احمد شاہ، علامہ اشرف سیالوی، مفتی محمد امین اور دیگر اکابر علمائے اہلسنت کو صحت کاملہ عاجلہ نصیب کرے اور ان کا سایہ عاطفت تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

خادم از خدام قائد اہلسنّت

محمد امین نورانی قادری

Marfat.com

ذخیرہ

مقدمہ

﴿از: استاد محترم علامہ محمد اسحاق قادری رضوی﴾

(صدر المدرسین جامعہ انوار القرآن، کراچی)

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے جتنے انبیاء کرام اس کائنات ہست و بود میں مبعوث فرمائے انہیں دیگر مختلف اور متنوع صفات کے علاوہ دو صفات علم وحکمت سے بطور خاص متصف فرمایا اور ان صفات کی مدد سے وہ اپنے مقصد بعثت میں کامیاب ہوئے۔ قرآن کریم میں جہاں خصوصیات نبوت کا بیان ہوا وہاں علم وحکمت کو بھی بالخصوص اور بالتخصیص ذکر کیا گیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ

(پارہ ۳، رکوع ۱۷)

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب وحکمت دوں۔

(کنز الایمان)

اس طرح فیض نبوت اور نعمت اللہ عزوجل کے طور پر انبیاء کے علاوہ دیگر لوگوں کو بھی اس سے سرفراز فرمانے کی شہادت ملتی ہے ارشاد ربانی ہے:

یوتی الحکمۃ من یشاء و من یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا

(پارہ ۳، رکوع ۵)

اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اسے بھلائی ملی۔ (کنز الایمان)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلہ نبوت و رسالت ختم ہوا اور کاروان حیات مسلسل محو سفر ہے لیکن چونکہ ھدایت و رہنمائی کا سلسلہ تا قیام قیامت باقی رہے گا اس لیے یہ امر واضح ہے کہ اب تبلیغ دین اور دعوت شرع مبین کا فریضہ امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ [redacted] جنہیں علم وحکمت فکر و دانش کی عظیم صفات سے نوازا گیا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے [redacted] یہ فریضہ صحابہ،

Marfat.com

تابعین، تبع تابعین اور ائمہ دین انجام دیتے رہے۔ ان علماء و مبلغین و محققین اور مفکرین میں سے ایک قائد انقلاب، امام وقت، نابغۂ عصر مبلغ اسلام الحافظ القاری الشاہ احمد نورانی صدیقی نوراللہ مرقدہ تھے جو کثیر الجہات اور جامع الصفات ہونے کے علاوہ علم وحکمت کی عظیم صفات سے متصف تھے جنہوں نے اپنے علم وفکر، حکمت و دانش، دعوت و تبلیغ، عرفان و وجدان سے ایک عالم کو فیضیاب کیا اور انکی نورانی اور ایمانی شعاعوں اور کرنوں سے ایک کائنات منور ہوئی مختلف صفات اور عادات کے ارتقائی مدارج طے کرتے ہوئے اس مقام پر فائز ہوئے کہ آپ کی نظیر اور آپ کا مثل عنقاء ہوگیا اور متنبّی کے اس شعر کے مصداق ٹھہرے:

مضت الدھور وما اتین بمثلہ
ولقد اتٰی فعجزن عن نظر آئہ

فی الوقع یہ فیضان تھا آپ کے والد ماجد مبلغ اسلام حضرت علامہ الشاہ عبدالعلیم صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو امام اہلسنّت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید اور خلیفہ اور ان کے علم وفکر، عرفان ووجدان کے وارث اور جانشین تھے جنہوں نے لاکھوں لوگوں کو مسلمان کیا اور پوری دنیا میں تبلیغی دورے کیے اور اک دنیا اک عالم کا جبی اور عشقی تعلق سبز گنبد کے مکیں سے قائم کیا۔

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت علامہ مبلغ اسلام الشاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات کے مختلف گوشوں کو آشکارا کیا جائے اور ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو سامنے لایا جائے تاکہ نئی نسل اس سے روشناس ہو اور ان میں بھی دین کا وہ جذبہ پیدا ہو جو اسلاف اور قرون اولیٰ میں تھا۔ چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر ولد عزیز فاضل نوجواں حضرت مولانا محمد امین نورانی مدظلہ العالی فاضل مدرس جامعہ انوار القرآن نے یہ کتاب ترتیب دی۔ حضرت مولانا قابل فاضل اور صاحب ذوق ہیں۔ کتاب کے مشمولات سے آپ کی فکری بالیدگی کا عکس نمایاں طور سے محسوس ہوتا ہے اور آپ متنوع

Marfat.com

صلاحیتوں کے حامل ہیں۔ رب زد فزد کتاب کے مطالعہ سے آپ کے دل و دماغ میں پوشیدہ علمی اور قلمی صلاحیتوں کی غمازی ہوتی ہے۔

مشمولات کتاب قابل قدر اور لائق صد تحسین ہیں۔ کتاب حسن صوری اور معنوی سے آراستہ ہے۔ علامہ مفتی محمد حسن حقانی دامت برکاتہ العالیہ نے ملک وقوم کی خدمت کی غرض اور جذبہ سے جو علمی اور فکری پودا جامعہ انوار القرآن کے نام سے لگایا اور اس کو پروان چڑھایا تھا، مصنف کی کتاب سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ پودا پاکستان کی سرزمین میں ایک تناور درخت کی شکل میں مسافران علم وحکمت اور فکر ونظر کی تکان دور کر کے نئے رنگ وآہنگ کے ساتھ پھر سے سفر جاری رکھنے کا حوصلہ عطا کرے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ پاک حضرت علامہ، آپ کے تلامذہ، معتقدین، محبین، وابستگان بالخصوص مؤلف کتاب ھذا کو دارین کی سعادتیں اور برکتیں عطا فرمائے اور حضور ﷺ سے والہانہ عشق ومحبت کی عظیم دولت عطا فرمائے کہ انکے فکر وعمل کی اساس وبنیاد امام اہلسنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ شعر ہو:

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دوجہاں فدا
دوجہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

محمد اسحاق قادری

(خادم التدریس، جامعہ انوار القرآن، کراچی)

Marfat.com

علامہ نورانی کی کہانی......تصاویر کی زبانی

﴿از: استاد العلماء علامہ محمد حسن حقانی﴾

امام انقلاب قاہد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمہ ہمہ جہت موصوف شخصیت تھے، اپنی ظاہری اور باطنی کیفیات میں لاثانی اور لاجواب تھے، آپ کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی، زندگی کی ستتر اٹھتر بہاریں دیکھ لیں کیاایشیاء، کیا یورپ، کیا بحرالکاہل، امریکہ، افریقہ، انڈونیشیا، ملائیشیا، اور عراق، ولیبیاغرض کہ

کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا۔

''تصویریں بولتی ہیں''؟ جی ہاں! بولتی ہیں۔ نہ صرف بولتی ہیں بلکہ پوری کہانی سنا جاتی ہیں۔ درج ذیل تصاویر کے ہر خاکہ میں علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمہ کردار ،گفتار اور رفتار کے غازی نظر آرہے ہیں۔ ذرا ان تصاویر میں ۱۹۵۴ء کا زمانہ دیکھیے! عنفوان شباب ہے، قدرت نے کس قدر حسن وجمال سے نوازا ہے۔ پھر ذرا ساٹھ اور ستر کے عرصہ کی جاذب نظر تصاویر کو دیکھیے، جلال وجمال کا کیسا حسین امتزاج ہے........کہیں کہیں ملال بھی ہے، مگر وہ حالات کا نتیجہ ہے۔ وگرنہ مولانا نورانی ہر حال میں خوش رہے، چمکتے دمکتے اور درخشاں رہے۔ بڑے بڑے غموں کو خندہ پیشانی سے نہ صرف قبول کیا بلکہ خوش آمدید کہا۔

ذیل کی تصاویر میں کہیں تو جمعیت کے ادنی کارکن کے ساتھ مسکراتے نظر آرہے ہیں تو کہیں بین الاقوامی شخصیت کے ساتھ باوجاہت نظر آرہے ہیں۔ عراق کے صدام ہوں یا لیبیا کے معمر قذافی دونوں مسلم ممالک کے سربراہان کے ساتھ محبت وانسیت کا کیسا زبردست مظاہرہ ہے!

Marfat.com

ایران، عراق جنگ بندی کے لئے اقوام متحدہ کے امن مشن کی
صدر صدام حسین کے ساتھ ایک یادگار تصویر (1980ء)

لیبیا کے صدر کرنل قذافی اور قائد اہلسنّت امام شاہ احمد نورانی کی ایک یادگار تصویر

Marfat.com

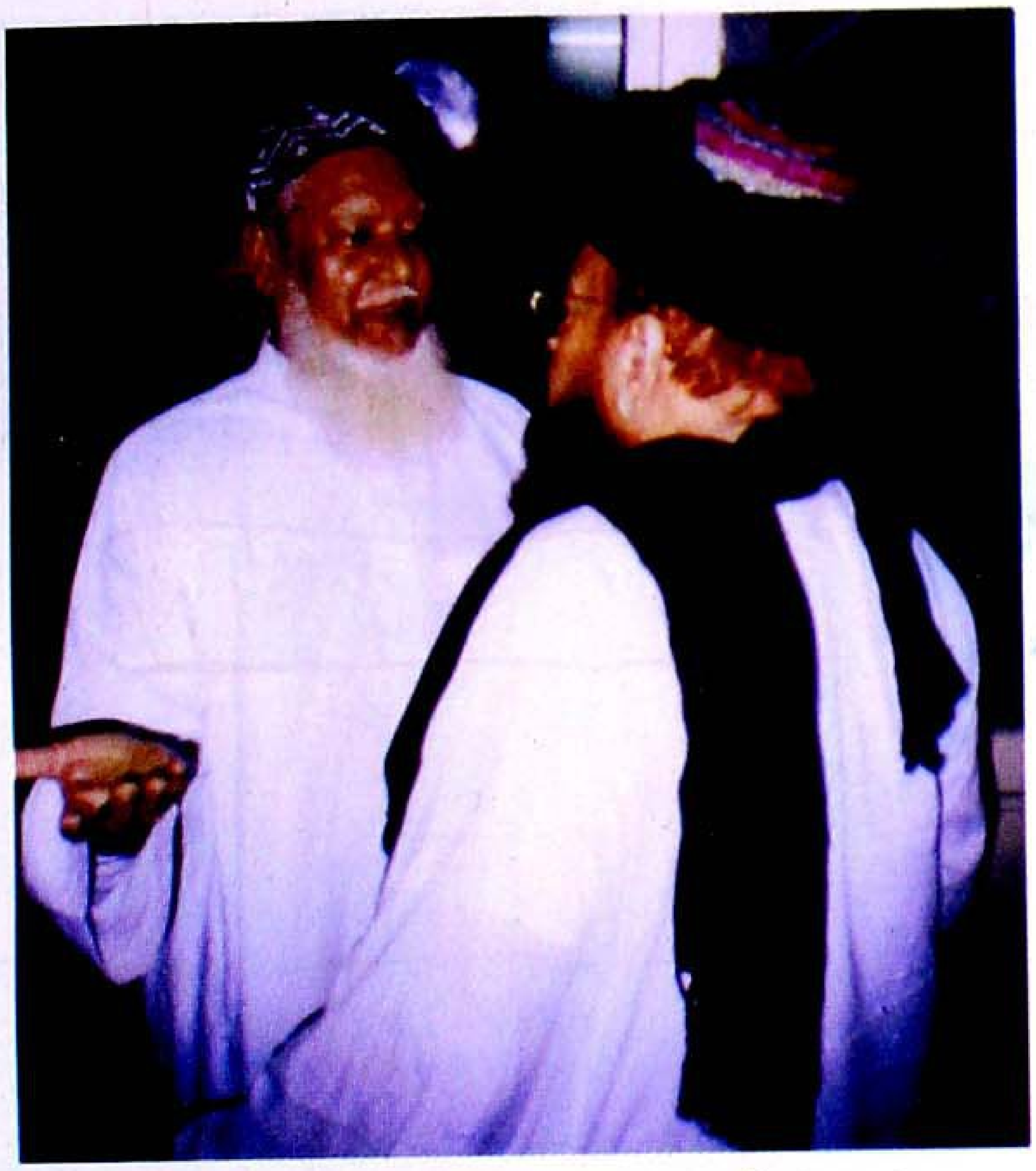

استاذ العلماء علامہ محمد حسن حقانی اپنی رہائش گاہ پر قائد اہلسنّت امام شاہ احمد نورانی کا استقبال کررہے ہیں۔

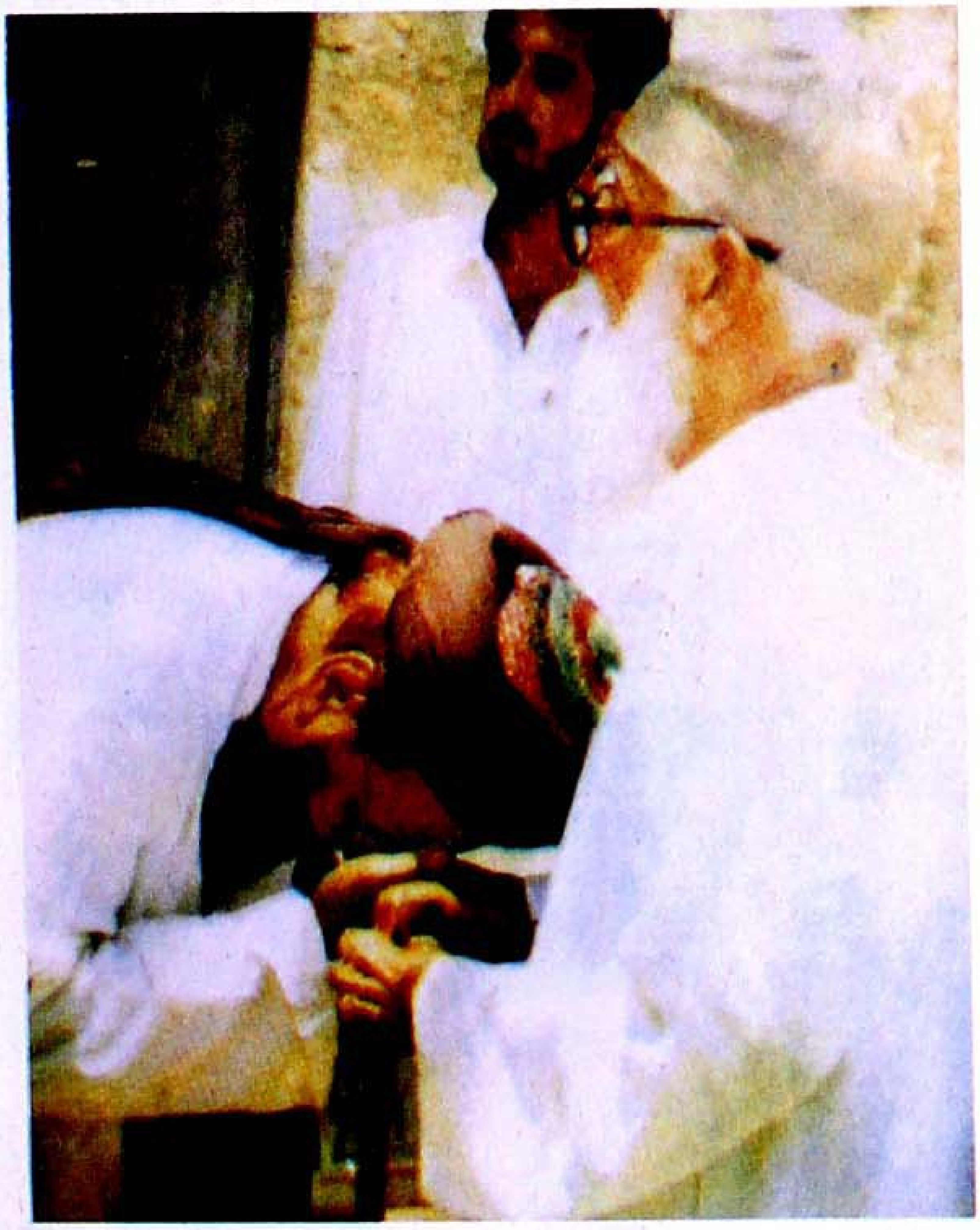

قائد اہلسنّت امام شاہ احمد نورانی، استاذ الاساتذہ علامہ عطا محمد بندیالوی کے حضور
قائد ملت اسلامیہ مولانا شاہ احمد نورانی کے مخالفین یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ علامہ نورانی تو علماء کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ یہ تصویر الزام کی تردید کے لئے۔۔۔۔۔۔ بہت کافی ہے۔۔۔۔۔۔

Marfat.com

مصنف اپنے پیرومرشد قائد اہلسنّت کی خدمت میں

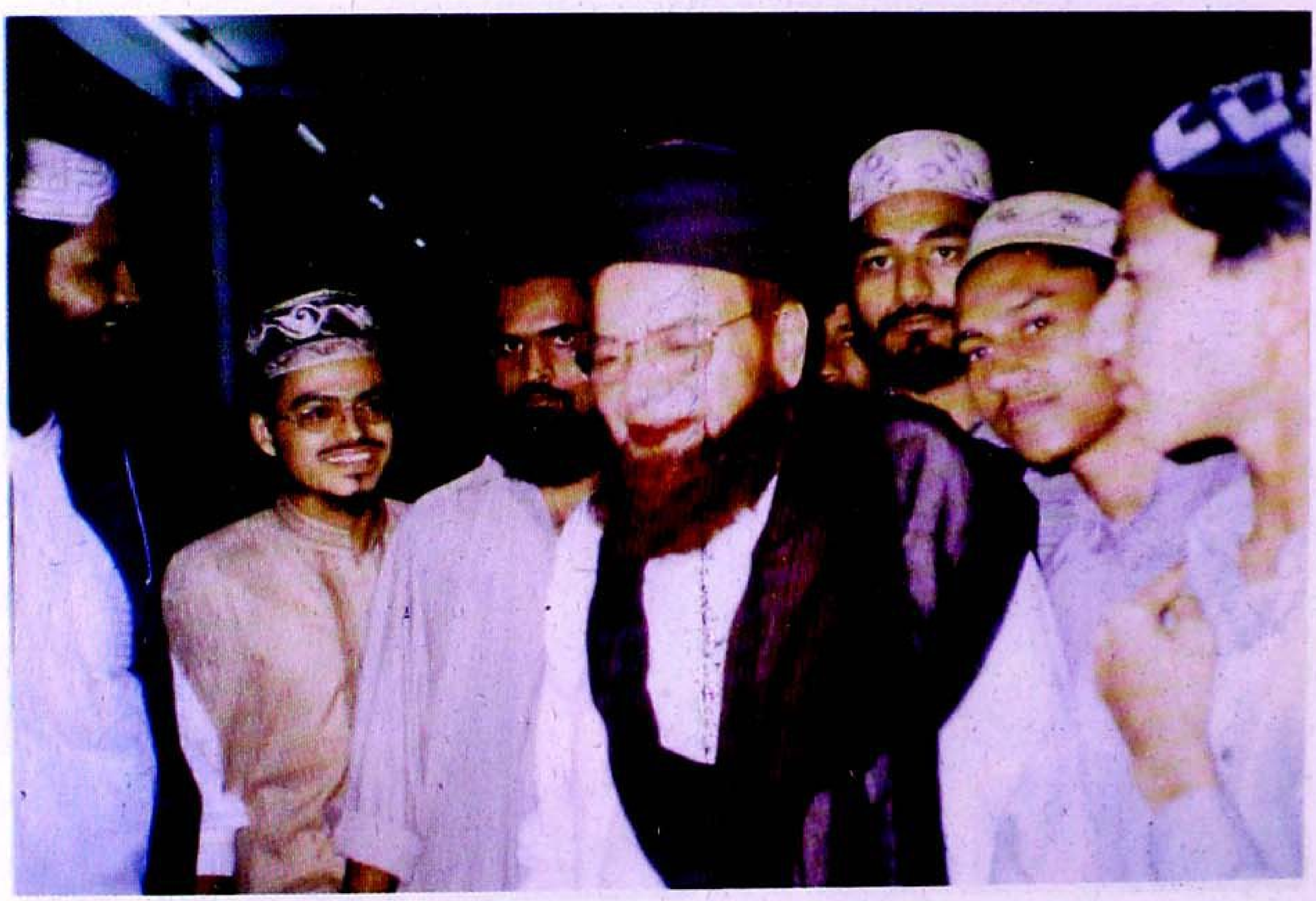

حضرت قائد اہلسنّت امام شاہ احمد نورانی، مولانا صابر نورانی کو شادی کی مبارکباد دیتے ہوئے
مصنف اور مفتی اسماعیل نورانی بھی موجود ہیں

Marfat.com

ملی یکجہتی کونسل کے تحت پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے مظاہرے سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالستار خان نیازی، قاضی حسین احمد، مولانا سمیع الحق، حافظ حسین احمد، پروفیسر ساجد میر، علامہ سید ساجد علی نقوی بھی موجود ہیں۔ (1993ء)

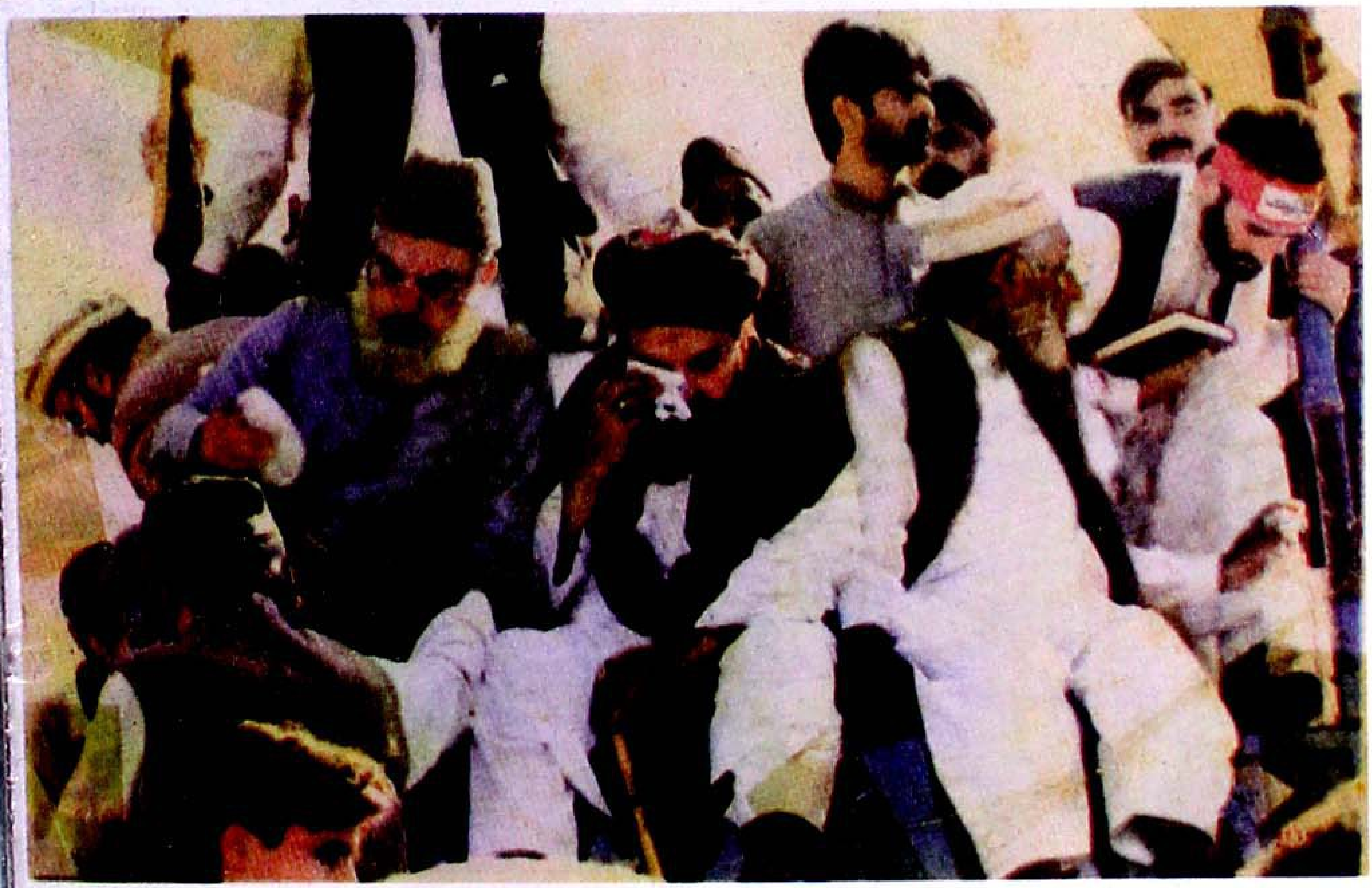

بے نظیر حکومت کے خلاف دھرنے کے دوران شیلنگ سے متاثر ہو کر رومال آنکھوں پر رکھتے ہوئے
قاضی حسین احمد امیر جماعت اسلامی برابر میں موجود ہیں (27 اکتوبر 1996ء)

Marfat.com

جمعیت علماء پاکستان کا اعلیٰ سطحی اجلاس قائد اہلسنّت امام شاہ احمد نورانی،
مولانا عبدالستار خان نیازی، پروفیسر شاہ فرید الحق شریک ہیں (1973)

1970ء کے انتخابات میں کامیابی کے بعد ایک استقبالیہ کے دوران قائد اہلسنّت امام شاہ احمد نورانی، شیخ الحدیث علامہ
عبدالمصطفیٰ ازہری، مولانا سید سعادت علی قادری، پروفیسر شاہ فرید الحق، مولانا اقبال حسین نعیمی

Marfat.com

1972ء ایوان صدر راولپنڈی :۔ 1973ء کے آئین کی منظوری سے قبل لی گئی یادگار تصویر، صدر ذوالفقار علی بھٹو، دائیں طرف سردار شوکت حیات، مولانا شاہ احمد نورانی مفتی محمود، بائیں طرف میر غوث بخش بزنجو، گورنر بلوچستان، ارباب سکندر خلیل، گورنر سرحد، سردار شیر باز مزاری، یحیٰ بختیار، عبدالحفیظ پیرزادہ، پروفیسر عبدالغفور، مولانا کوثر نیازی، شیخ رشید احمد اور دیگر

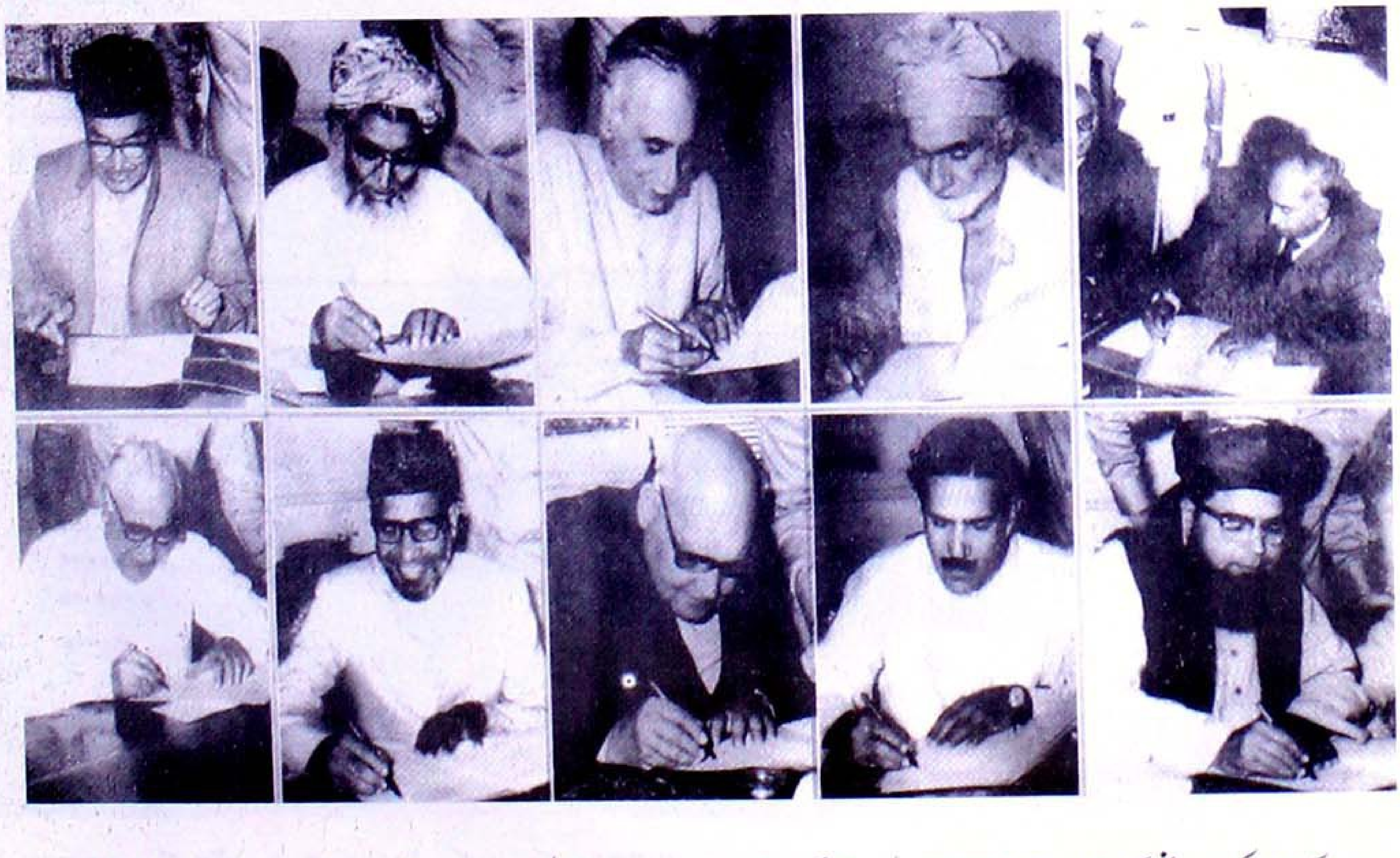

پاکستان کی تاریخ کے متفقہ دستور 1973ء پر دستخط کرتے ہوئے۔ ذوالفقار علی بھٹو، سردار شوکت حیات خان، سردار شیر باز مزاری، مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی، ارباب سکندر خلیل، گورنر سرحد۔ میر غوث بخش بزنجو، گورنر بلوچستان۔ مفتی محمود اور پروفیسر غفور احمد

Marfat.com

1999ء ماریشس : ۱۲ ربیع الاوّل یوم النبی ﷺ کے موقع پر
مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی، ماریشس کے صدر الحاج محمد قاسم یتم، وزیر اعظم ماریشس ریم غلیم اسٹیج پر تشریف فرما ہیں

غزالیٔ زمان حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ اور
قائد اہلسنّت امام شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ کی ایک یادگار تصویر

مولانا شاہ احمد نورانی کی مولانا حامد بدایونی اور حسین شہید سہروردی
کے ساتھ یادگار تصویر (31 جنوری 1955ء)

Marfat.com

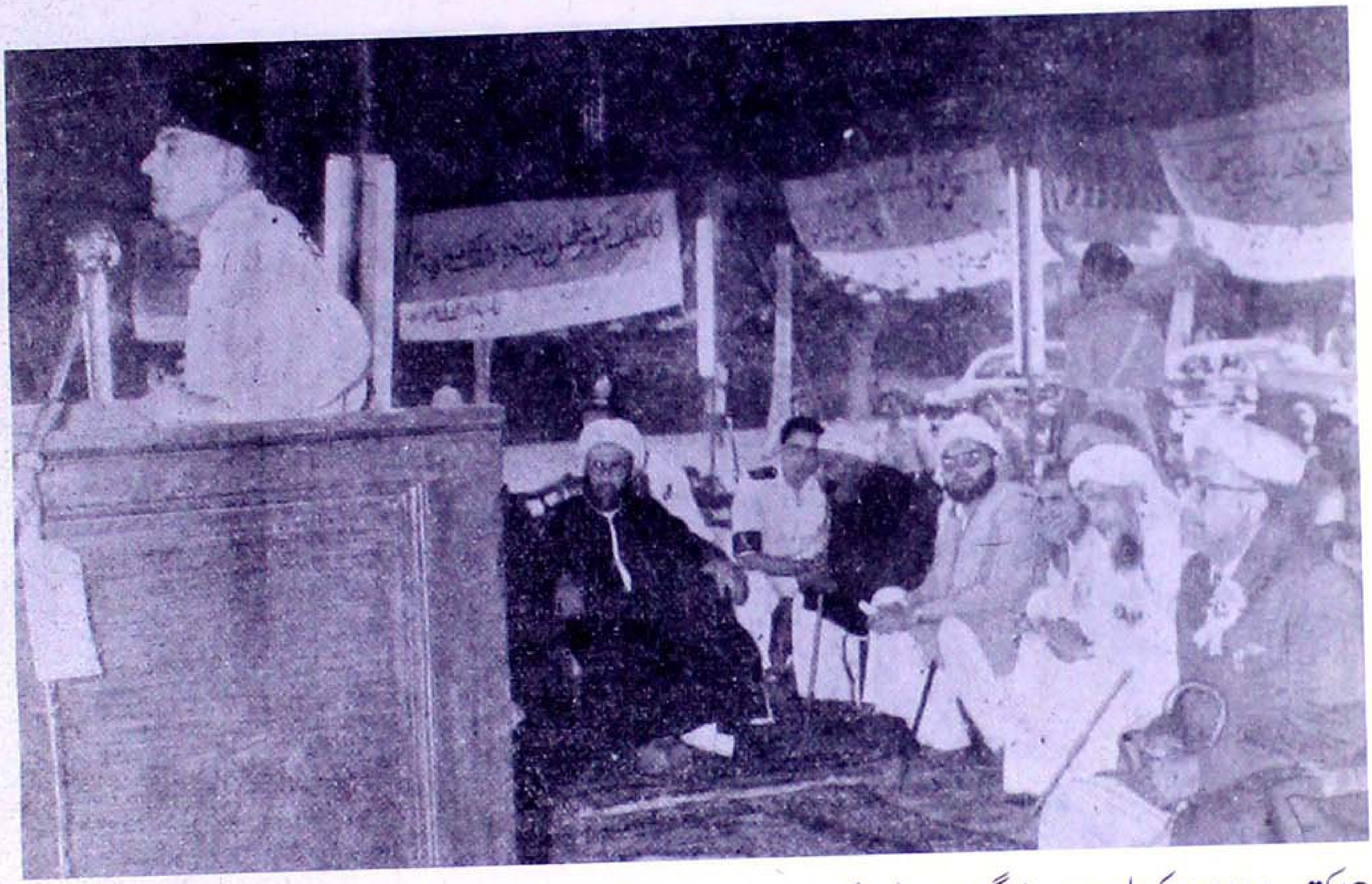

19 اکتوبر 1954ء کو الحاج غلام محمد گورنر جنرل پاکستان جمعیت علماء پاکستان کے مرتب کردہ یوم حسین میں تقریر کررہے ہیں۔
مجاہد ملت حضرت علامہ بدایونی، مولانا شاہ احمد نورانی اسٹیج پر بیٹھے ہیں۔

برطانیہ لیسٹر میں اسلامک سینٹر کے زیر اہتمام یورپ کی سب سے بڑی جامع مسجد
کا سنگ بنیاد قائد اہلسنّت امام شاہ احمد نورانی رکھ رہے ہیں

Marfat.com

اپوزیشن جماعتوں کے قائدین میاں نواز شریف کی رہائش گاہ پر ریلی میں شرکت کے لئے روانگی سے قبل حکومت کے خلاف جدوجہد میں کامیابی کے لئے دعا کر رہے ہیں اس موقع پر میاں محمد نواز شریف، اجمل خٹک، مولانا عبدالستار نیازی، قاضی حسین احمد، خالد علی ایڈوکیٹ، معراج محمد خان، ہمایوں اختر عبدالرحمٰن، شیخ رشید، اعجاز الحق، پروفیسر ساجد، مجید ملک اور دیگر موجود ہیں

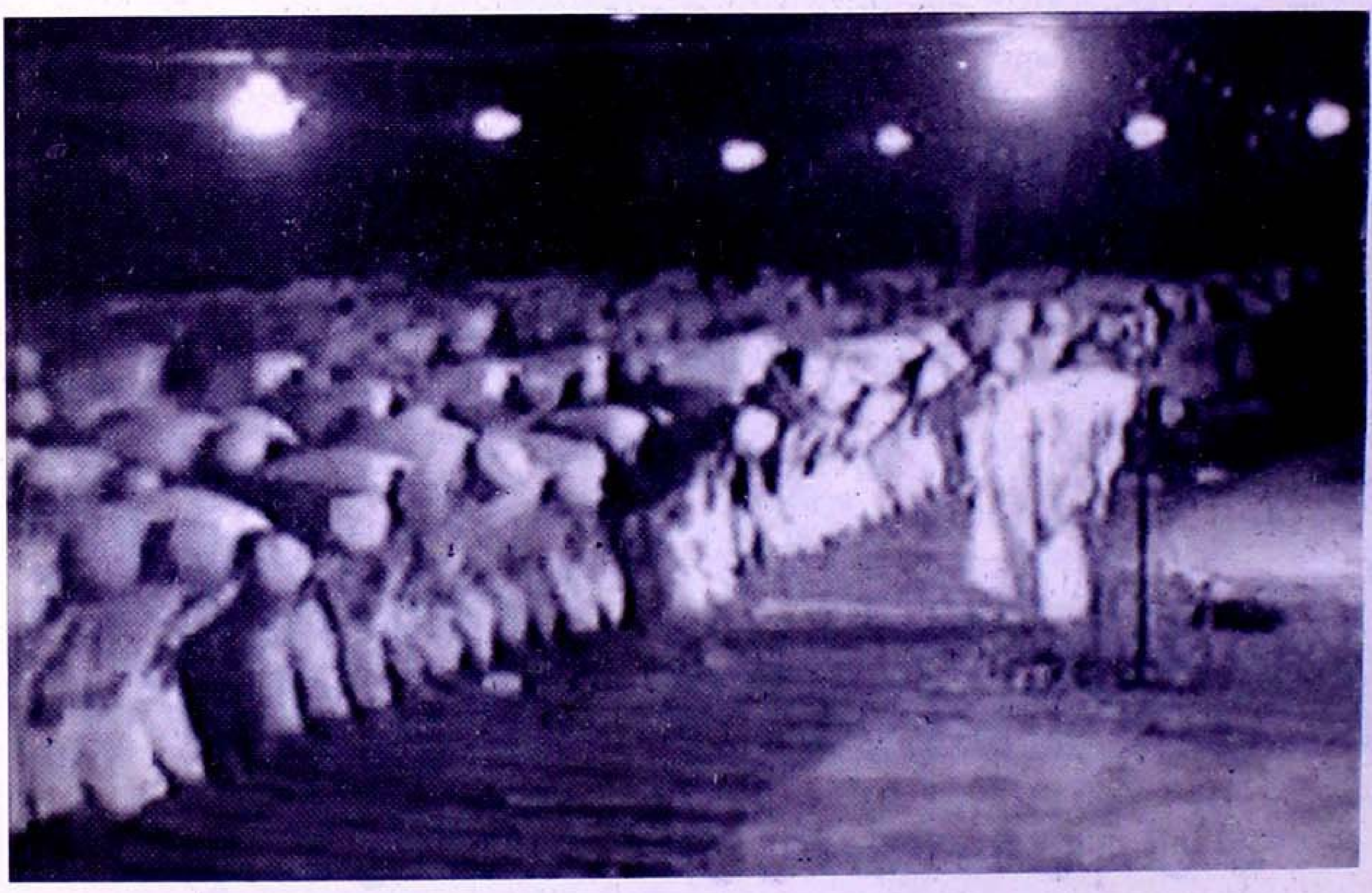

مولانا شاہ احمد نورانی جہانگیر پارک میں نورانی شبینہ کی امامت کرتے ہوئے

Marfat.com

مولانا شاہ احمد نورانی کا آخری نورانی دیدار

نشتر پارک میں مولانا شاہ احمد نورانی کی نماز جنازہ ادا کی جا رہی ہے
جس میں لاکھوں افراد شریک ہیں

Marfat.com

وہ اپنی ہر تصویر میں درخشاں جبیں، نورانی کرنیں، نورانی رخسار، نورانی آنکھیں، ان پر پلکوں کی جھپکن، ہونٹوں کی سرخی، پورے چہرے پر حیاء کی چادر، اور دستار ولباس کی چمک دمک لیے ہوئے نظر آتے ہیں۔

ذرا ۱۹۵۴ء سے لے کر تا ایں دم، علامہ کی تصاویر کو دوبارہ دیکھیئے، اور ان کی کہانی کو پھر پڑھیئے ...... زمانہ نے لاکھ کروٹیں لی ہوں مولانا کے پاکیزہ چہرے پر وہی وجاہت و وقار، متانت و تمکنت اور جلال و جمال کے ساتھ ساتھ بقیۃ السلف کی یادگار نظر آئے گی۔ یحییٰ خان کی ٹیبل سے شراب کے جام الٹنے والے، ضیاء الحق پر کڑی تنقید کرنے والے اور مابعد کے آمروں اور ظالموں کی آمریت سے ٹکرانے والے اس مجاہد کا پرعزم فسانہ اس کی ہر تقریر و تصویر سے نمایاں اور روشن ہے۔ گزرے ہوئے ماحول کی آپ بیتیاں اور جگر بیتیاں دونوں ہی تصویری خاکوں کے پیچھے نمایاں ہیں۔ وہ اپنے وجود کے لاجواب ہونے کے ساتھ ساتھ تصاویر کی دنیا میں بھی لاثانی تھے۔ ان کی مقبولیت اور لاثانیت کی ایک جھلک ان کی تصاویر میں دیکھیئے، کیوں کہ ''تصویریں بولتی ہیں'' ....

Marfat.com

ابتدائیہ

سرزمین ہندوستان کو اللہ تعالیٰ نے زرخیزی اور مردم خیزی دونوں ہی نعمتوں سے مالا مال کیا ہے۔ جس طرح یہ علاقہ اپنی صنعت وحرفت، پیداوار اور معدنیات کی وجہ سے ابتداء ہی سے مشہور ومعروف رہا ہے اسی طرح یہ خطہ اہل علم وفضل اصحاب ذہن وفکر اور جری وبہادر افراد کا مسکن رہا ہے اور اہل اسلام کی آمد کے بعد تو یہ سرزمین آج تک کسی نہ کسی ہستی اور کسی نہ کسی بزرگ شخصیت کی وجہ سے پورے چار دانگ عالم میں مشہور ومعروف ہے اسی سرزمین پر کبھی داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ اپنے فیوض وبرکات لٹاتے ہیں تو اسی خطہ میں کبھی سلطان الہند خواجہ اجمیری لوگوں کو جام توحید سے سیراب کرتے ہیں اسی علاقہ میں کبھی محبوب یزدانی سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ پر کیف جذب ومستی سے بھرے جام لٹاتے ہیں تو کبھی خواجہ بہاؤالدین نقشبندی اور ان کے پوتے شاہ رکن عالم دین کا ڈنکا بجاتے ہیں تو کبھی خواجہ شمس العارفین، خواجہ نور محمد مہاروی، مخدوم جہانیاں جہاں گشت، خواجہ شمس الدین سیالوی، پیر مہر علی شاہ علیہم الرحمہ اپنے صوفیانہ نعروں سے لوگوں کے دلوں میں عشق توحید کی شمع جلاتے رہے ہیں تو کبھی یہ ہی سرزمین مجدد الف ثانی کے فیوض سے مالا مال ہوتی ہے تو کبھی شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی قال اللہ وقال الرسول کی دلنواز صدا سے گونجتی ہے تو کبھی مغل بادشاہ اورنگزیب عالمگیر کے دور انصاف سے دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے تو کبھی سراج الدولہ، حافظ رحمت علی روہیلہ، حیدر علی اور ٹیپو سلطان جیسے اللہ کے شیروں کی للکار سے عالم کفر کے سینے کو دہلاتی ہے تو کبھی بطل حریت علامہ فضل حق خیر آبادی کے پرسوز قصائد اور پرجوش فتاویٰ سے مسلمانوں کے دلوں کو گرماتی ہے اور کبھی امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی محققانہ تحقیقات سے اپنے آپکو دنیا میں منواتی ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے بعد آپ کے خلفاء ومعتقدین نے اس دین متین کی خدمت کا بیڑا اٹھایا چنانچہ آپ کے خلفاء نے اس دور کے ہر فتنہ کا پامردی سے مقابلہ کیا۔ مسلمانوں کو ہندو بنانے کی تحریک، تحریک شدھی کے خلاف صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی، شیر بیشۂ اہلسنت مولانا حشمت علی خان، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان وغیرہم

Marfat.com

نمایاں ترین تھے کہ جنہوں نے ہزاروں بھولے بھالے مسلمانوں کو مرتد ہونے سے بچایا، تحریک خلافت وترک وطن میں بھی علماء اہلسنت ہی صف اول میں تھے کہ جو مسلمانوں کی صحیح راہنمائی کررہے تھے اور کانگریس کے مکروہ چہرے سے مسلمانوں کو روشناس کرارہے تھے اسی طرح برصغیر کی تاریخ کی ایک اہم تحریک، تحریک پاکستان کہ جس کی بہت سے نام نہاد مسلمانوں نے مخالفت بھی کی، میں بھی علماء اہلسنت نے بھرپور کردار ادا کیا اس دوران صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی (والد ماجد قائد اہلسنت) محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی، امیر ملت پیر جماعت علی شاہ، مجاہد ملت مولانا عبدالحامد بدایونی، مفتی اعظم سرحد مفتی شائستہ گل، غازی کشمیر مولانا ابوالحسنات قادری، مجاہد اعظم مولانا سید مغفور القادری، پیر صاحب بھرچونڈی پیر عبدالرحیم، پیر صاحب مانکی شریف وغیرھم نے وہ فقید المثال کارہائے نمایاں سر انجام دیئے کہ جن پر مسلمانان ہند ہمیشہ فخر کرتے رہیں گے۔

قیام پاکستان کے بعد بھی جب ملک وملت پر نازک وقت آیا تو علماء اہلسنت نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ مملکت خداداد پاکستان کی ترقی وتعمیر میں اکابرین اہلسنت کا لہو پسینہ شامل ہے ان ہی اکابرین اہلسنت میں ایک نمایاں شخصیت ایک دمکتا ستارہ ایک چمکتا چاند حضرت قائد اہلسنت امام الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جن کی پوری زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی جنہوں نے اپنی حیات مبارکہ میں دین اسلام کی حفاظت واشاعت اور ملک خداداد پاکستان کی ترقی وتعمیر اور مسلک اہلسنت وجماعت کے اتحاد وتحفظ کیلئے ہر ممکن طریقے سے جدوجہد کی آپ نے اندرون ملک اور بیرون ملک تبلیغ کی تو ملک کے اندر سیاست اسلام کا علم بھی لہرایا، دعوت ارشاد وتزکیہ نفس کی تربیت دینے کیلئے بیعت بھی لی تو سنت یوسفی ادا کرتے ہوئے جیل کی سلاخیں بھی دیکھیں تو فن تحریر میں بھی اپنے جواہر لٹائے، تو میدان خطابت میں فن خطابت کے موتی بھی چمکائے۔ قائد اہلسنت امام الشاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ کی تربیت ہی اس ماحول میں ہوئی تھی کہ جہاں بچوں کو ابتداء ہی سے ایک مشن اور کاز کیلئے تیار کیا جاتا تھا۔

ولادت:۔

بطل حریت قائد اہلسنت امام الشاہ احمد نورانی صدیقی بن مبلغ اسلام علامہ شاہ

Marfat.com

عبدالعلیم صدیقی بن علامہ شاہ عبدالحکیم جوش صدیقی ۱۷، رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ/ ۳۱ مارچ ۱۹۲۶ء میں میرٹھ میں پیدا ہوئے آپ کا سلسلۂ نسب والد و والدہ دونوں کی طرف سے خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ کے انگوٹھے میں نسب صدیقیت کی نشانی، تل کی شکل میں موجود تھی۔ آپ کا تعلق برصغیر کے اس علاقے سے تھا جو اپنی غیرت و حمیت کی وجہ سے ممتاز و منفرد مشہور ہے۔ اسی شہر کی چھاؤنی کے فوجیوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی ہند کی ابتداء کی تھی اور سب سے پہلی جنگ، پہلا محاذ انگریز کے خلاف میرٹھ ہی تھا۔

خاندانی وجاہت:۔

خیال و فکر کی سچائیاں بھی شامل ہیں
مرے لہو میں مرے شجرۂ نسب کی طرح

قائد اہلسنّت کا خاندان میرٹھ میں ایک ممتاز اور روحانی و علمی گھرانے کے طور پر متعارف تھا۔ آپ کے خاندان کے متعدد افراد نے ملی تاریخ میں دینی خدمت کی یادگار اور قابل فخر داستانیں چھوڑی ہیں۔ آپ کے جد امجد علامہ شاہ عبدالحکیم صدیقی میرٹھی اپنی بزرگی و علمیت کی بناء پر شاہی مسجد میرٹھ کے شاہی خطیب کے منصب پر فائز تھے۔ آپ ممتاز شاعر بھی تھے اور جوش تخلص فرماتے تھے۔ آپ کی نعتیہ شاعری کے چند اشعار نذرِ قارئین ہیں:

ہے تو ہی تو اگر تجھے پہچان جائیں ہم
پھر یاں سے کیوں بہ حسرت وارمان جائیں ہم

وہ علم دے ہمیں کہ تجھے جان جائیں ہم
بندے ہیں تیرے اور کو کیوں مان جائیں ہم

ہر شان میں ہے جلوہ نما تو ہی اے خدا
آنکھیں عطا ہوں کاش کہ پہچان جائیں ہم

یا رب ہمارے ساقی کوثر ہوں میزباں
جب حشر میں بصورت مہمان جائیں ہم

Marfat.com

شان جناب احمد مرسل حبیب حق
گرحق نما نظر ہو عطا جان جائیں ہم

برقع اٹھایئے رخ روشن سے یا نبی
اللہ کے حبیب ہو قربان جائیں ہم

لاتقنطوا ہے سامعہ افروز جاں حکیم
واعظ کے قیل وقال کو کیوں مان جائیں ہم

آپ کے دادا کے برادر مولانا محمد اسماعیل میرٹھی ہیں جن کی نظمیں آج بھی مشہور و معروف ہیں۔ آپ کے والد ماجد کے بڑے بھائی مولانا احمد مختار صدیقی ہیں۔ جن کو اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے خلافت بھی عطا کی آپ عمر کے اخیر حصے میں بصارت سے محروم ہو گئے تھے مگر اس کے باوجود ایسا پاکیزہ لکھتے کہ جیسا آنکھ والا نہیں لکھ سکتا۔ ہر حرف اپنی جگہ، نہ لائن ٹیڑھی اور نہ ہی عبارت میں کوئی سقم ہوتا تھا۔ آپ نے افریقہ کے متعدد تبلیغی سفر فرمائے۔ اور آپ کی تحریک پر کئی طلباء افریقہ سے ہندوستان آکر علم دین حاصل کرتے رہے۔ آپ نے بھی نعتیہ شاعری فرمائی بطور نمونہ چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

مجھے اس کا جلوہ دکھا دے خدایا
جسے تو نے آئینہ اپنا بنایا

نبی کی حقیقت کے ہوں ہم شناسا
وہ چشم بصیرت عطا کر خدایا

خدا نور ہے آسمان وزمیں کا
محمد ﷺ ہے اس نور کا پہلا سایہ

خدا کے حبیب آپ ہیں یا حبیبی
رسولوں میں یہ مرتبہ کس نے پایا

یہ مختار عاصی بھی پہنچے مدینہ
کوئی راہ ایسی بتادے خدایا

آپ کے دوسرے تایا حضرت مولانا نذیر احمد صدیقی خجندی کو بھی اعلیٰ حضرت فاضل

Marfat.com

بریلوی علیہ الرحمہ سے منصب خلافت حاصل ہوا۔ آپ بمبئی کی جامع مسجد کے خطیب تھے۔ آپ سے قائداعظم محمد علی جناح بھی دینی معاملات میں راہنمائی حاصل کرتے۔ عیدین کی نمازیں آزاد میدان پارک بمبئی میں آپ ہی کی امامت میں ادا کرتے تھے اور جب قائداعظم نے رتن بائی سے شادی کرنے کا فیصلہ کیا تو انہوں نے مولانا نذیر احمد صدیقی ہی سے مشورہ کیا اور رتن بائی کو آپ ہی کے دست حق پرست پر مشرف باسلام کرایا اور مولانا نذیر احمد خجندی علیہ الرحمہ ہی نے قائد اعظم کا نکاح پڑھایا۔

والد ماجد:

قائد اہلسنّت کے والد ماجد ہندوستان میں مبلغ اسلام، سفیر اسلام، سفیر پاکستان، سیاح عالم جبکہ افریقہ و یورپ اور عرب ممالک میں الطبیب الھندی کے القابات سے مشہور تھے۔ نام نامی اسم گرامی شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی تھا آپ بیک وقت عالم وفاضل، صوفئ کامل، مقرر و خطیب، مصنف و ادیب، حکیم وطبیب تھے۔ آپ کو کئی زبانوں پر عبور حاصل تھا، بے مثل مناظر اور بلند پایہ مفکر تھے۔ نعت گوئی آپ کو ورثہ میں حاصل ہوئی تھی۔ قوم کے نبض شناس سیاستدان اور تحریک پاکستان کے ہراول دستہ کے سالار تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت "۳ اپریل ۱۸۹۲ء/ ۱۵ رمضان المبارک کو میرٹھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم والد بزرگوار سے حاصل کرنے کے بعد میرٹھ کی مشہور دینی وعلمی درسگاہ مدرسہ عربیہ قومیہ میں داخل ہوئے اور سولہ برس کی عمر میں امتیازی حیثیت سے درس نظامی کی سند حاصل کی اور اس کے بعد علوم جدیدہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ۱۹۱۷ء میں میرٹھ کالج سے B.A کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے روحانی فیض والد ماجد حضرت علامہ شاہ عبدالحکیم صدیقی، برادر اکبر مولانا احمد مختار صدیقی، اعلیٰ حضرت امام الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ، اعلیٰ حضرت اشرفی میاں، حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی، حضرت شیخ احمد الشمس اور لیبیا کے مشہور اور ممتاز روحانی بزرگ حضرت شیخ السنوسی علیھم الرحمہ جیسے عظیم الشان بزرگوں سے حاصل کیا۔

آپ سلسلۂ قادریہ میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ سے بیعت ہوئے اور خلافت حاصل کی اور اس کے علاوہ مذکورہ بالا بزرگوں نے بھی آپ کو خلافت سے نوازا یوں قائد اہلسنت علیہ الرحمہ کا خاندان دنیا کا وہ واحد خانوادہ ہے

Marfat.com

جسمیں تین بھائیوں کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے خلافت واجازت حاصل ہوئی اور ۱۹۱۹ء میں حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کی اور وہاں سے واپسی پر اپنے پیرو مرشد امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شان میں ایک قصیدہ تحریر فرمایا جس کا ایک ایک لفظ آپ کی اپنی مرشد سے عقیدت کا اظہار کرتا ہے۔

منقبت امام اہلسنّت

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو
قسیم جام عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو

غریق بحر الفت مست جام بادۂ وحدت
محبّ خاص منظور حبیب کبریا تم ہو

جو مرکز ہے شریعت کا مدار اہل طریقت کا
جو محور ہے حقیقت کا وہ قطب الاولیاء تم ہو

یہاں آکر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی
ہے سینہ مجمع البحرین ایسے راہنما تم ہو

حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ وکعبہ
جو قبلہ اہل قبلہ کا ہے۔ وہ قبلہ نما تم ہو

عرب میں جاکے ان آنکھوں نے دیکھا جسکی صورت کو
عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو

ہیں سیارہ صفت گردش کناں اہل طریقت یاں
وہ قطب وقت اے سر خیل جمیع اولیاء تم ہو

عیاں ہے شان صدیقی تمہاری شان تقویٰ سے
کہوں اتقی نہ کیونکر جبکہ خیر الاتقیا تم ہو

Marfat.com

جلال وہیبت فاروق اعظم آپ سے ظاہر
عدو اللہ پر اک حربہ تیغ خدا تم ہو

تمہی نے جمع فرمائے نکات و رمز قرآنی
یہ ورثہ پانے والے حضرت عثمان کا تم ہو

خلوص مرتضیٰ خلق حسن عزم حسینی میں
عدیم المثل یکتائے زمن اے باخدا تم ہو

تمہی پھیلا رہے ہو علم حق اکناف عالم میں
امام اہلسنّت نائب غوث الوریٰ تم ہو

علیم خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانہ کا
کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو

اس بے مثال قصیدہ کو سن کر اعلیٰ حضرت امام الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی نے اپنے مرید خاص سے فرمایا کہ مولانا آپ کی خدمت میں کیا پیش کروں، آپ دیار پاک سے تشریف لا رہے ہیں۔ یہ عمامہ تو آپ کے قدموں کے لائق بھی نہیں، البتہ میرے کپڑوں میں سب سے بیش قیمت ایک جبہ ہے وہ حاضر کئے دیتا ہوں مذکورہ بالا الفاظ سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کو سرکار دو عالم ﷺ کی ذات گرامی سے کتنی عقیدت تھی اور دوسری طرف مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی سے جو شفقت و محبت تھی وہ بھی ظاہر ہوتی ہے اسی لیے جبہ مرحمت فرمانے کے بعد آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اور حکم دیا کہ بیرون ممالک جا کر دین اسلام کی تبلیغ کریں۔

چنانچہ مولانا عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمۃ اپنے مرشد گرامی کے حکم کو سن کر بیرون ملک تشریف لے گئے اور حیات مستعار کے آخری دنوں تک تبلیغ اسلام کرتے رہے۔ اسی وجہ سے آپ مبلغ اسلام مبلغ اعظم کے نام سے مشہور و معروف ہوئے اور آپ سے اعلیٰ حضرت کس قدر محبت کرتے اور آپ پر کس قدر اعتماد کرتے وہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے اس شعر سے واضح ہوتا ہے جو آپ نے الاستمداد میں تحریر فرمایا کہ:

Marfat.com

عبد علیم کے علم کو سنکر جہل کی بہل بھگاتے یہ ہیں

اسی طرح آپ کو اعلیٰ حضرت محبت میں علیم الرضا کے نام سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ حضرت شاہ عبد العلیم صدیقی رحمتہ اللہ علیہ نے تقریباً چالیس سال تک دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام کا پیغام پہنچایا اور شاید ہی دنیا کا کوئی ملک ہو جہاں آپ تشریف نہ لے گئے ہوں۔ افریقہ کے جنگلات ہوں یا یورپ کے شہر، ایشیاء کے دور دراز علاقوں میں آپ نے خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچایا آپ کی تبلیغی کاوشوں سے تقریباً ستر ہزار افراد نے آپ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا جن میں نائجیریا کے وزیر اعظم احمد ڈبلیو شہید، بورنیو کی شہزادی، مارشیس کے فرانسیسی گورنر، ٹرینی ڈاڈ کی خاتون وزیر سیلون کے وزیر ایف گنگن بری، امریکی سائنسدان جارج اینٹن ہوفا، فلپائن کے نامور اسکالر ڈاکٹر احمد ہارون وغیرھم شامل ہیں۔

آپ نے تبلیغ اسلام کو ایک نئے اسلوب اور جدید تقاضوں سے روشناس کرایا چنانچہ آپ نے ہر ملک میں مساجد، مدارس اور اسلامی مراکز قائم کئے جن میں سنگاپور کی سلطان مسجد، اور دار العلوم، جاپان مسجد ٹوکیو، حنفیہ مسجد کولمبو، اسلامی کتب خانہ، مسجد نائجیریا، عربی یونیورسٹی ملایا، اسلامک سروس سینٹر ڈربن، ہانگ کانگ میں یتیم خانہ، اسلامی مشن سرابیا، جاوا، نیشنل ہائی اسکول پونا وغیرھم زیادہ مشہور ہیں۔

اسی طرح آپ نے مختلف ممالک میں رسالے، جرائد وغیرہ شائع کرائے، سنگاپور سے انگریزی ماہنامہ ریئل اسلام، سیلون سے اسٹار آف اسلام، ڈربن سے دی مسلم ڈائجسٹ، ٹرینی ڈاڈ سے مسلم اینول وغیرہ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے مختلف ممالک میں اسلامی تبلیغی تنظیمیں قائم کیں اور اپنے مریدین وشاگردوں کو اس کے ذریعے تبلیغ دین کیلئے تیار کیا۔

آپ اپنے تبلیغی مشن کے ساتھ ساتھ سماجی شعبہ میں بھی سرگرم رہتے تھے چنانچہ ۱۹۲۷ء میں آپ نے مکہ مکرمہ میں شاہ ابن سعود سے ملاقات کرکے نومسلم یورپین کو دوران حج درپیش مشکلات پر بحث کی۔ اسی طرح ۱۹۴۶ء میں ابن سعود سے مذاکرات کرکے سعودیوں کی طرف سے حجاج پر عائد کردہ ٹیکس معاف کرایا جس کی تفصیل البیان کے نام سے عربی زبان میں شائع ہوئی جس کا ابتدائیہ اخوان المسلمین کے بانی حسن البناء نے تحریر کیا۔

آپ نے کمیونزم اور دہریت کے خلاف دنیا کے تمام مذاہب پر مشتمل ایک کانفرنس بلائی جس میں ایک تنظیم بنام تنظیم بین المذاہب تشکیل دی گئی اور اسی میں آپ کو فضیلت المآب کا متفقہ خطاب دیا گیا۔ اسی دوران آپ دنیا کے ایک مشہور ترین فرد بن چکے تھے کہ جس نے اپنی

Marfat.com

زندگی اسلام کیلئے وقف کردی تھی چنانچہ ۱۹۳۵ء میں مشہور فلاسفر جارج برناڈ شا نے ممباسا میں آپ سے ملاقات کی اور اسلام اور عیسائیت پر بھرپور مکالمہ کیا اور آخر میں یہ تاثرات بیان کئے کہ تعلیم یافتہ مہذب اور شائستہ لوگوں کے مستقبل کا مذہب ''اسلام'' ہے۔

اسی دوران آپ اپنے وطن ہندوستان سے بھی بے خبر نہیں تھے بلکہ برصغیر کی تاریخ کی ہر تحریک میں بھی آپ بھرپور طور پر حصہ لیتے رہے چنانچہ آپ نے تحریک خلافت میں مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کے شانہ بشانہ کام کیا اور اسی دوران ۱۹۲۲ء میں آپ نے چھ ماہ تک قید و بند کی مشقتیں اٹھائیں۔ تحریک شدھی میں آپ نے مسلمانوں کو ہندوؤں سے بچانے کیلئے ہندوؤں کے گڑھ ممبئی، کرناٹک، احمد آباد، گجرات وغیرہ میں مراکز قائم کئے۔ آپ کا شمار تحریک پاکستان کے صف اول کے رہنماؤں میں ہوتا ہے۔

آپ نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں قرارداد پاکستان کی منظوری سے پہلے ہی مسلمانوں کو مشورہ دیا تھا کہ وہ مسلم لیگ اور مسٹر جناح سے سیاسیات کے کام لیں۔ کیوں کہ فی زمانہ علماء کرام انگریزوں اور ہندوؤں کی سیہ کاریوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اور یہ کام وہی کر سکتا ہے جو انگریز اور کانگریس دونوں کے ہتھکنڈوں سے واقف ہو۔

(بحوالہ اخبار خلافت ۲۴ فروری ۱۹۴۰ء)

قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد آپ نے قیام پاکستان کی تحریک میں نہایت سرگرمی سے حصہ لیا اور اندرون ملک و بیرون ملک پاکستان کے مطالبہ کی حمایت حاصل کرنے کیلئے دورے کئے۔ متعدد بار قائداعظم نے آپ کو بیرون ممالک کے دورہ پر بطور خاص روانہ کیا حتیٰ کہ قیام پاکستان کے بعد بھی آپ کو اسلامی ممالک میں پاکستان کی نمائندگی کا فریضہ سونپا گیا جبکہ آپ کو قائداعظم نے مصر میں سفیر بننے کی پیش کش کی مگر اپنے تبلیغی مشن کی وجہ سے آپ نے معذرت کرلی آپ نے مفتی اعظم فلسطین امین الحسینی، اخوان المسلمون مصر کے بانی حسن البنا، اردن کے شاہ عبداللہ، سعودی عرب کے شاہ ابن سعود اور دیگر عرب لیڈروں سے ملاقاتیں کیں اور ان سے مطالبہ پاکستان منوایا۔

۱۹۴۰ء کے آخر میں آپ حج کیلئے روانہ ہوئے مگر آپ نے اس وقت بھی مسلمانوں کو ایک مؤثر پیغام دیا آپ نے کہا کہ تمام برادران ملت کو علی العموم سفر حجاز مقدس میں آخری وصیت

Marfat.com

کرتے ہوئے رخصت ہوتا ہوں کہ جس طرح بھی ممکن ہو انتخابات جدیدہ میں تمام اختلافات باہمی کو مٹا کر آل انڈیا مسلم لیگ کی حمایت میں ہمہ تن سرگرم رہیں اور آبنائے وطن کے دام تزویر میں آکر اپنے شیرازے کو ہرگز منتشر نہ ہونے دیں اور ثابت کردکھائیں کہ مسلمان متحد و متفق ہیں۔ (اخبار دبدبہ سکندری رام پورہ، ۱۵، اکتوبر ۱۹۴۵ء)

مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی نے تحریک پاکستان میں جس قائدانہ انداز سے حصہ لیا وہ تاریخ پاکستان کا ایک روشن باب ہے۔ آپ سواد اعظم اہل سنت کی نمائندہ تنظیم آل انڈیا سنی کانفرنس کے بنیادی رکن تھے۔ چنانچہ سنی کانفرنس بنارس کے انعقاد کے لئے جب آل انڈیا سنی کانفرنس کا ایک اجلاس جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں ہوا تو آپ اس میں شریک تھے اس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ سنی کانفرنس بنارس کو کامیاب بنانے کیلئے پورے ہندوستان کا دورہ کیا جائے اور علماء اپنے پروگراموں میں اس کی تشہیر کریں۔ چناچہ آپ نے ملک کے طول و عرض میں جا کر اس مہم کو کامیاب بنایا۔

سنی کانفرنس بنارس منعقدہ ۲۷ تا ۳۰، اپریل ۴۶ء پاک و ہند کی تاریخ کا دھارا بدلنے والی کانفرنس ہے کہ جسمیں پورے ہندوستان سے ہزاروں علماء و مشائخ اور لاکھوں عوام اہلسنت نے شرکت کر کے قیام پاکستان کی راہ ہموار کی۔ جسمیں یہ نعرہ لگایا گیا کہ اگر مسلم لیگ اور جناح صاحب بھی اب قیام پاکستان کے مطالبہ سے دست بردار ہو جائیں تو اب ہم تحریک پاکستان کو کامیاب بنائیں گے۔

اس کانفرنس اور اس سلسہ میں مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کی کیا خدمات تھیں اس کا اعتراف پاکستان کے سابق صدر جنرل ضیاء الحق نے بھی ستمبر ۱۹۸۰ء میں مشائخ کانفرنس میں کیا۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی کو اس کانفرنس میں بنائے جانے والی کمیٹیوں میں سب سے اہم کمیٹی، کمیٹی برائے اصول پاکستان یعنی اسلامی حکومت کے لائحہ عمل مرتب کرنے والی کمیٹی میں شامل کیا گیا اسی طرح دارالمبلغین کے نام سے ایک ادارہ قائم کرنے کا فیصلہ ہوا جس میں مولانا عبدالعلیم صدیقی شامل کئے گئے۔

آپ نے اس کانفرنس میں ایک قرارداد سعودی حکومت کے خلاف پیش کی جن میں ان نجدی افعال کی شدید مذمت کی گئی جو انہوں نے حرمین شریفین میں کئے اور حاجیوں پر لاگو کئے

Marfat.com

آپ نے اس کانفرنس میں ایک قرارداد سعودی حکومت کے خلاف پیش کی جن میں ان نجدی افعال کی شدید مذمت کی گئی جوانہوں نے حرمین شریفین میں کیئے اور حاجیوں پر لاگو کیئے گئے ناجائز ٹیکس وصول کرنے پر احتجاج کیا چنانچہ اس سلسلے میں ایک کمیٹی قائم کی گئی جو سعودی عرب جاکر سلطان نجد سے ملاقات کرے اور مسلمانان ہند کے جذبات سے ان کو آگاہ کرے۔ آپ کو اس کمیٹی کا سربراہ مقرر کیا گیا۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کے دستور و منشور مرتب کرنے کیلئے بنائی جانے والی کمیٹی میں بھی آپ شامل تھے۔ بنارس کی سنی کانفرنس میں یہ طے ہوا کہ علماء ومشائخ اپنے اپنے محاذ پر نظریہ پاکستان کو لوگوں میں روشناس کرائیں۔ چنانچہ مولانا عبدالعلیم صدیقی نے اس سلسلہ میں بھرپور کام کیا۔ سعودی حکومت سے ملاقات کیلئے تشکیل دیا جانیوالا وفد دسمبر ۴۶ء کو حجاز مقدس گیا۔ جس میں شامل اراکین نے شاہ ابن سعود سے ملاقات کی۔ نظریہ پاکستان کی وضاحت کی اور حجاج کرام پر ناجائز ٹیکس ختم کرایا۔ دوبارہ اس وفد نے ۱۹۴۷ء کو مصر، شام، فلسطین، عراق اور دیگر ممالک اسلامیہ کا دورہ کیا اور ان ممالک کے سربراہان اور باا ثر علماء کرام اور عوام کو نظریہ پاکستان سے روشناس کرایا۔

آپ جب اس دورے سے واپس آئے تو آپ کے اعزاز میں اہل کراچی نے ایک استقبالیہ دیا۔ اس کے علاوہ حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے عرس کے موقعہ پر ۷، ۸ جون ۱۹۴۶ء کو اجمیر شریف میں ایک عظیم الشان جلسہ عام منعقد ہوا جسمیں دیگر علماء کے علاوہ مبلغ اسلام بھی شریک ہوئے اسی دوران ۱۲، ۱۳ اکتوبر ۴۶ء میں کراچی میں جلسۂ عام سے خطاب فرمایا۔

آپ نے ہندوؤں کے مسلمانوں کے ساتھ غلط طرز عمل پر احتجاج کرتے ہوئے ہندوؤں کے لیڈر کانگریس کے راہنما پنڈت جواہر لعل نہرو سے ۱۹۴۵ء میں ملاقات کی اور ہندوؤں کے توہین آمیز رویے پر شدید احتجاج کیا۔ قیام پاکستان کے بعد آپ ہی کی امامت میں قائداعظم محمد علی جناح نے مرکزی عیدگاہ کراچی میں پہلی عید کی نماز ادا کی۔

آپ نے قیام پاکستان کے بعد خاموش تماشائی کا کردار ادا نہیں کیا بلکہ ۱۹۴۸ء میں آپ نے ایک وفد کیساتھ جس میں علامہ عبدالحامد بدایونی، علامہ ابوالحسنات قادری، مفتی صاحب داد خان، علامہ سید احمد سعید کاظمی اور خواجہ قمرالدین سیالوی شامل تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح سے

Marfat.com

ملاقات کی اور ایک جامع دستور آئین اسلامی پیش کیا۔ جس پر قائداعظم نے جواب دیا کہ انشاء اللہ قومی اسمبلی کا اجلاس ہونے پر اس کو پیش کیا جائیگا اور جلد نافذ کر دیا جائیگا مگر قومی اسمبلی کا اجلاس ہونے سے قبل ہی قائداعظم کا انتقال ہو گیا اور یوں ایک اہم کام جو قیام پاکستان کا مقصد تھا اس کو پورا نہ کیا جا سکا اور آج تک نہیں کیا جا سکا اگر وہ کام اس وقت ہو جاتا تو آج اس ملک کی تقدیر بدلی ہوئی ہوتی آج یہ ملک نظام مصطفیٰ ﷺ کا گہوارہ ہوتا۔

قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند　　　　دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گئے

اس کے بعد پھر آپ اپنے تبلیغی مشن پر روانہ ہو گئے اور مختلف ممالک کے دورے کرتے رہے۔ اس قدر مصروف ترین شخصیت کو تصنیف و تالیف کیلئے بہت کم وقت ملا مگر آپ نے کئی کتب اردو، انگریزی اور عربی میں تحریر کیں جن میں کتاب التصوف، بہار شباب، احکام رمضان اردو میں، اسلام کی ابتدائی تعلیم، اسلام کے اصول، اسلام اور اشتراکیت، اسلام میں عورت کے حقوق، مرزائی حقیقت کیا ہے، مکالمہ جارج برنارڈ شا (انگریزی) میں شامل ہے۔

مولانا صدیقی نے فتنۂ قادنیت کی سرکوبی کیلئے مؤثر کام کیا چنانچہ تحریر و تقریر کے ذریعے آپ نے قادیانیت کے فتنے سے لوگوں کو آگاہ کیا، عربی، انگلش اور اردو میں مرزائیوں کے خلاف کتب لکھیں جن کا دیگر زبانوں میں ترجمہ ہوا اور شائع کرائیں۔

آپ اردو کے ایک اچھے شاعر بھی تھے مگر آپ نے صرف حمد و نعت ہی میں طبع آزمائی کی۔ آپ کی لکھی ہوئی نعتوں میں عشق و سوز اور فرقت طیبہ کا درد نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ بطورِ نمونہ ایک نعت پیش کی جاتی ہے:

الٰہی وہ زباں دے جو ثناء خوان محمد ﷺ ہو
ثناء ایسی جو ہر آئینہ شایانِ محمد ﷺ ہو
وہ جان پاک دے یا رب جو قربان محمد ﷺ ہو
وہ دل دے جو شکار تیر مژگان محمد ﷺ ہو
جنون عشق دے گرما، گرمی سوزِ محبت سے
یہ آوارہ ہو اور دشت و بیابان محمد ﷺ ہو

Marfat.com

شراب شوق سے لبریز ہو پیمانۂ الفت
نگار حسن ہو میں ہوں، خیابان محمد ﷺ ہو
مقام لی مع اللہ تک بھلا کس کی رسائی ہو
جب اس خلوت کدہ میں خاص جانان محمد ﷺ ہو

بدل جائے شب بخت سیہ صبح دل آراء سے
اگر جلوہ نما روئے درخشاں محمد ﷺ ہو
علیم خستہ جاں تنگ آگیا ہے درد ہجراں سے
الٰہی کب وہ دن آئے کہ مہمان محمد ﷺ ہو

حضرت علامہ شاہ عبد العلیم صدیقی علیہ الرحمہ ۱۹۵۴ء میں تبلیغی دورہ کے بعد حج و زیارت کیلئے حاضر ہوئے مناسک حج کے بعد مدینہ طیبہ میں حاضری دی۔ در حبیب ﷺ سے پھر بچھڑنے کی سکت نہ رہی اور خیال فراق سے علیل ہو گئے یعنی مرکز عشق و محبت کا یہ غلام اب واقعی تھک چکا تھا در ہجراں سے اب دل پھٹا جا رہا تھا اور زبان دل یہ پکار رہی تھی کہ

علیم خستہ جاں تھک گیا ہے درد ہجراں سے
الٰہی کب وہ دن آئے کہ مہمان محمد ﷺ ہو

بالآخر اس عاشق رسول ﷺ کیلئے وہ دن آہی گیا، فرمایا کہ میری چارپائی باب السلام میں لے جائی جائے جب حضرت کی چارپائی باب السلام پر لائی گئی تو نظر اٹھا اٹھا کر روضۂ اقدس کی طرف دیکھتے آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور اسی اثناء میں دعائے دل مقبول ہوئی کہ:

مدینے جاؤں نہ آؤں وہیں پہ رہ جاؤں
در حبیب پہ قصہ تمام ہو جائے

اور روح جسم خاکی سے پرواز کر گئی۔ ذوالحجہ کی ۲۲ تاریخ ۱۳۷۴ھ ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء کو دنیائے اسلام کا یہ عظیم سپوت، دربار رسالت کا ایک بے نوا غلام، خاندان صدیقیت کا ایک قابل فخر فرزند، خانقاہ رضویہ کا ایک جید خلیفہ اس عالم فانی سے عالم جاودانی چلا گیا۔ ہزاروں زائرین ین مدینہ نے قطب وقت، ولی کامل مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی امامت میں اس عاشق

81673

Marfat.com

مدینہ کی نماز جنازہ میں شرکت کی اور حضور کریم ﷺ کے اس بندۂ بے دام کو دنیا میں تدفین کیلئے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قدموں کی جگہ انعام میں عطا فرمائی گئی۔

عظیم والدہ:

حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ کی والدہ ماجدہ کا تعلق بھی ایک علمی خاندان سے تھا آپ بھی نسلاً صدیقی تھیں آپ 1898ء کو مظفر نگر انڈیا میں پیدا ہوئیں آپ انتہائی صابر و شاکر خاتون تھیں حتیٰ کہ اپنے سرتاج مبلغ اسلام رحمۃ اللہ علیہ کی طویل تبلیغی اور سیاسی مصروفیات کے بارے میں کبھی بھی شکوہ کناں نہ ہوئیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جب آدمی اپنے گھر سے بے فکر ہو، گھریلو ماحول میں آسودگی ملے کسی قسم کا اختلاف رونما نہ ہو گھر والے خصوصاً اہلیہ اس کی مصروفیات میں آڑے نہ آئے بلکہ شوہر کی غیر موجودگی میں گھر اور گھر والوں کی حفاظت کرے بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت کا خیال رکھے تو اسی وقت انسان عظیم کام سرانجام دیتا ہے حضرت مبلغ اسلام رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ نے کبھی اپنے شوہر نامدار سے اس بات کا شکوہ نہ کیا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کو وقت نہیں دیتے وغیرہ وغیرہ وہ خود ایک علمی اور فکری خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ خود بھی عالمہ زاہدہ تھیں ان کے دل میں بھی وہی تڑپ تھی جو مبلغ اسلام کے دل میں تھی اور اسی نہج پر اسی طریقہ پر آپ نے اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں بھی اپنے بچوں کی تربیت کی۔

یہ آپ کی تربیت ہی کا اثر ہے کہ آپ کی اولاد میں حضرت قائد اہلسنت نظر آتے ہیں ڈاکٹر فریدہ احمد سامنے ہیں اور یہ بات بھی واضح ہے کہ قائد اہلسنت کو اپنے عظیم المرتبت والد اور والدہ کی صحبت اور تعلیم و تربیت نہ ملتی تو شاید آپ اتنے بڑے بڑے کام نہ کر پاتے۔ مشہور مقولہ ہے کہ بچے کی پہلی تربیت گاہ والدہ کی گود ہوتی ہے والدہ جیسی بچے کی پرورش کرتی ہے بچہ اسی رنگ میں رنگا جاتا ہے تو قائد اہلسنت علیہ الرحمہ کی والدہ نے اپنی اولاد خصوصاً قائد اہلسنت کی ایسی ہی عمدہ اور اسلامی طریقے سے تربیت کی۔

حضرت قائد اہلسنت کی والدہ ماجدہ اپنے صاحبزادے قائد اہلسنت سے بے پناہ محبت کیا کرتی تھیں حتیٰ کہ حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ نے اپنی تمام اولاد کے مقابلے میں حضرت قائد اہلسنت کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی اور تادم وصال آپ ہی کے پاس رہیں۔ حضرت قائد اہلسنت کے بارے میں آپ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ نورانی میاں کے والد بھی تبلیغی دوروں پر ہوتے تھے اسی لئے زیادہ تربیت میں نے کی میرا بیٹا ماشاء اللہ

بہت خدمت گزار اور اچھا ہے اس کی ایک محبت بھری نظر سے ہی میری طبیعت بحال ہو جاتی ہے۔

(فیملی میگزین 27 ستمبر 1998ء)

والدہ ماجدہ آخر عمر تک سوائے سخت حاجت کے گھر سے باہر نہ نکلتی تھیں اور اخبارات اور دنیاوی جھمیلوں سے بہت دور رہتی تھیں مگر آپ کی زندگی کے دو مواقع ایسے آئے کہ جب آپ کو دنیا بھر کے اخبارات نے بھرپور کوریج دی

ایک اس وقت 1973ء میں بھٹو کے دور حکومت میں ان کے لخت جگر قائد اہلسنت آئین ساز کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے آئین کو اسلامی بنانے اور پھر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دلوانے کے بعد ٹرین کے ذریعے کراچی پہنچے آپ کی مقدس اور محتشم والدہ بھی مکمل اسلامی اور شرعی پردہ کے ساتھ ریلوے اسٹیشن پر اپنے بیٹے، لخت جگر، اپنی عمر بھر کی کمائی کے استقبال کیلئے تشریف لے آئیں جب سراپا نیاز اور اطاعت گزار بیٹے نے اپنی جنت، مقدس ماں کو دیکھا تو حسب معمول ان کے قدموں کا بوسہ دیا۔ ماں نے جو الفاظ ارشاد فرمائے تو وہ تاریخ کا ایک اہم ترین حصہ بن گئے کہ بیٹا میں نے تجھے اسی مقصد کیلئے پالا تھا۔ آج تم نے نبی کریم ﷺ کے دشمن قادیانی کو قانونی طور پر کافر قرار دلوایا ہے۔ تم نے اپنے والد کے مشن کو پورا کر دیا ہے۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔ کتنا خوش نصیب ہے وہ بیٹا کہ اس کی والدہ محترمہ برملا جس پر ناز کر رہی ہے۔

دوسرا وقت جب 1977ء کو قائد اہلسنت کو بھٹو حکومت نے پاکستان کے گرم ترین علاقے گڑھی خیرو میں قید کر دیا اور آپ کو انتہائی اذیت ناک ماحول میں رکھا گیا جب عوام کو اس اذیت ناک صورت حال کا اخبارات کے ذریعے انکشاف ہوا تو لوگوں نے پرزور احتجاج کرنے کے ساتھ ساتھ اظہار ہمدردی کے طور پر آپ کی 80 سالہ والدہ مقدسہ کے نام پیغامات بھیجنا شروع کر دیئے مگر اس فقید المثال ماں نے پریشان خاطر ہونے کی بجائے عہد اولیٰ کے مجاہدین کی ماؤں کی یاد تازہ کر دی اور ایک بیان جاری کر کے تاریخ اسلام کو دوبارہ زندہ کر دیا اور لوگوں کو عہد اولیٰ کی طرف جانے پر مجبور کر دیا اس بیان کا ایک ایک لفظ تاریخی اعتبار سے نہایت ہی اہمیت کا حامل اور آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

آپ نے فرمایا کہ مجھے گزشتہ چند روز کے اندر سینکڑوں ٹیلی فون اور پیغامات ملے ہیں جن میں میرے لڑکے نورانی کے ساتھ کی جانیوالی زیادتیوں کے سلسلے میں استفسار کیے گئے تھے

Marfat.com

اور اظہار ہمدردی کیا گیا تھا۔ میں ان تمام لوگوں کو جو نورانی میاں کے ساتھ ہونے والی بدسلوکی پر آزردہ ہیں، انہیں یہ ہدایت کرنا چاہتی ہوں کہ وہ اظہار افسوس کی بجائے خدا کا شکر ادا کریں کہ اس نے ان کے راہنما کو حق بات کہنے اور پھر حق بات کیلئے سختیاں جھیلنے کی سعادت عطا کی۔

انہوں نے کہا کہ جہاں تک میز اتعلق ہے اگرچہ میں عمر کی اسی منزل میں ہوں کہ ہمہ وقت اپنے بیٹے کی قربت کی خواہش محسوس کرتی ہوں مگر اس کے باوجود مجھے اپنے بیٹے پر فخر ہے اس نے عظیم باپ مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ کی لاج رکھ لی اور اس ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کی تحریک کو اس منزل پر لے جارہا ہے جہاں سے کامیابی کا راستہ مختصر نظر آرہا ہے مجھے یقین ہے کہ جنت البقیع مدینہ منورہ میں میرے شوہر اپنے بیٹے کی اس کامیابی پر نازاں ہونگے حق وصداقت کے راستے میں نورانی میاں نے جو سختیاں جھیلی ہیں وہ ایک ماں کے دل کیلئے بظاہر تکلیف دہ ضرور ہیں مگر ان کے پیشروؤں کو حق کیلئے اس سے بڑی قربانیاں دینی پڑی ہیں۔

مجھے خوشی ہے کہ نورانی میاں کا حوصلہ بلند ہے اگر قومی زندگی کے اس نازک مرحلے پر وہ کسی قسم کی کمزوری کا مظاہرہ کرتے تو میں مرتے دم تک انہیں اور خود کو معاف نہیں کرپاتی خود کو یہ سوچ کر کہ کہیں میری تربیت میں کوئی کمی تو نہیں رہ گئی تھی مگر آج میں خوش ہوں کہ حشر میں حضور ﷺ کے روبرو مجھے شرمندگی نہیں اٹھانی پڑے گی اور نہ ہی میں اپنے شوہر کے روبرو شرمسار ہوں گی میں ان تمام بہنوں کو بھی خراج تحسین پیش کرتی ہوں جن کے بچوں، شوہروں یا بھائیوں نے نظام مصطفیٰ ﷺ کی راہ میں جانیں دی ہیں یا جن کے بچے قیدو بند کی صعوبتیں برداشت کررہے ہیں میں انہیں یقین دلاتی ہوں کہ ظلم کی تاریکی چھٹنے والی ہے اور وہ صبح ضرور طلوع ہوگی جو نظام مصطفیٰ ﷺ کی روشنی لیے ہوئے ہوگی اور جس کے ذریعے اس ملک میں عدل وانصاف کا دور دورہ ہوگا۔

(23 مئی 1977ء جنگ، نوائے وقت وغیرہ)

یہ ہے وہ تاریخی بیان اس بیان کی تعریف جتنی کی جائے کم ہے۔اس ماں کو جتنا خراج عقیدت پیش کیا جائے وہ کم تر ہے۔ملک کے تمام تر اخبارات وجرائد نے آپ کی والدہ محترمہ کے اس بیان پر نہایت خوبصورت انداز میں انہیں خراج تحسین پیش کیا۔ یہاں صرف ماہنامہ ضیائے حرم جون 1977ء کا تبصرہ پیش کیا جاتا ہے کہ پچھلے دنوں اخبارات میں حضرت علامہ

Marfat.com

نورانی کی والدہ محترمہ کا ایک بیان شائع ہوا جسے پڑھ کر اس عظیم خاتون اور نامور فرزند کی نامور ماں کی عظمتوں کو ہم سلام پیش کرنے پر مجبور ہیں ۔ اے مادر مہرباں ضیاء حرم اور ضیاء حرم کے کارکنان اور قارئین بلکہ ملت کے تمام مرد وزن کی طرف سے ہم آپ کی بلندی درجات اور آپ کے فرزند جلیل کی استقامت اور کامیابی کیلئے دست بدعا ہیں۔

حضرت قائد اہلسنت اپنی والدہ ماجدہ سے کس درجہ محبت فرماتے تھے کہ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کسی پروگرام میں، کسی دورے پر ان کی اجازت کے بغیر نہ جاتے ،قرآن کریم انہیں روزانہ سناتے ،کہیں جانے سے پہلے سب سے آخر میں والدہ سے ملتے اور آنے کے بعد سب سے پہلے والدہ کی خدمت میں حاضری دیتے ، جلسوں اور خاص کر ختم قرآن کی محفل میں جو ہار آپ کے گلے میں ڈالے جاتے وہ سارے کے سارے گھر لیکر آتے اور والدہ محترمہ کے گلے میں ڈال دیتے کہ یہ آپ ہی کی شفقت وتربیت ہے کہ میں آج اس مقام پر پہنچا اور والدہ کے انتقال پر ملال کے بعد آپ کی قبر اقدس پر حاضری دے کر اس پر ہار ڈال دیتے تھے۔

حضرت قائد اہلسنت کی والدہ ماجدہ کا انتقال پر ملال 21 مئی 2001 کو 103 سال کی عمر میں کراچی میں ہوا آپ کو حضرت عبداللہ شاہ غازی علیہ الرحمہ کے مزار مبارک کے احاطے میں سپرد خاک کردیا گیا۔

تعلیم وتربیت:

"یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی"
سکھائے کس نے نورانی کو آداب صدیقی

قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی کی تعلیم وتربیت ایک علمی اور فکری خاندان میں ہوئی اور ظاہر ہے کہ جب سارے خاندان والے عالم نبیل وفاضل جلیل ہوں جہاں خواتین تک عالمہ ہوں تو وہاں بچے کی تربیت کس طرح غیر عالمانہ ہوگی؟ چنانچہ قائد اہلسنت کی رسم بسم اللہ شریف بزرگوں کے طریقہ کے مطابق چار سال چار ماہ اور چار دن کی عمر میں کی گئی اور آٹھ سال کی عمر میں آپ نے قرآن کریم مکمل طور پر اپنے سینہ میں محفوظ کرلیا تھا۔ حفظ قرآن کریم کے بعد

Marfat.com

میرٹھ میں ہی آپ نے اپنی ثانوی تعلیم نیشنل عربک کالج سے مکمل کی جہاں ذریعہ تعلیم عربی زبان تھی بعدازاں الہ آباد کالج سے گریجویٹ کیا اسی دوران میرٹھ کے مشہور مدرسہ، مدرسہ اسلامیہ قومیہ میں استاذ العلماء صدر المدرسین حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ سے درس نظامی کی مروجہ وغیر مروجہ کتب پڑھیں اسی زمانہ میں مولانا غلام جیلانی نے اپنی شہرۂ آفاق کتب البشیر الکامل، بشیر الناجیہ وغیرہ تحریر فرمائیں۔ جن کو مرتب کرنے اور بارہا مرتبہ املا کرنے کا فریضہ بھی آپ نے انجام دیا۔

دستار بندی کے موقعہ پر ایک پروقار تقریب کا انعقاد ہوا جس میں آپ کے استاد، استاذ العلماء صدر المدرسین علامہ حضرت غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ، آپ کے والد ماجد مبلغ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی، صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی کے علاوہ مفتی اعظم ہند شہزادۂ اعلیٰ حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان علیہم الرحمۃ نے خصوصی شرکت کی اسی دوران والد ماجد آپ کو مدینہ منورہ لے گئے جبکہ آپکی عمر ۱۱ سال تھی جہاں آپ نے قرأت و تجوید کی تعلیم ایک سال تک مشہور قاری الشیخ حسن الشاعر سے حاصل کی اور خالص عربی طرز میں قرآن پاک پڑھنا سیکھا۔ یہ آپ پر اپنے بزرگوں اور اساتذہ ہی کا فیض تھا کہ آپ نے ۲۰ سال کی عمر میں گریجویشن اور درس نظامی سے فراغت حاصل کرلی تھی۔

چنانچہ روزنامہ اخبار دبدبہ سکندری، رام پور نے اپنی ۱۷ دسمبر ۱۹۴۰ء کی اشاعت میں سنی کانفرنس ضلع مین پوری کی روداد شائع کی تو آپ کا نام نامی فاضل جلیل مولانا قاری احمد نورانی میرٹھی دیا۔ اس کے ساتھ ہی اپنے والد ماجد کے حکم پر آپ نے دیگر بین الاقوامی زبانیں سیکھنا شروع کیں، اسی لئے آپ کو تقریباً سترہ زبانوں پر عبور حاصل تھا آپ نے اپنی تمام تر تعلیم میرٹھ میں حاصل کی سوائے فرانسیسی زبان کے چھ ماہ کے کورس کے جو کہ آپ نے کراچی آکر کیا۔ قائد اہلسنت کا پسندیدہ مضمون حدیث شریف تھا اور آپ کی یادداشت میں احادیث طیبہ کا ایک ذخیرہ موجود تھا جسے آپ جا بجا تقاریر اور گفتگو میں استعمال فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ پوچھنے پر بتایا کہ میری پسندیدہ کتاب ریاض الصالحین ہے جو کہ حدیث شریف کی مشہور کتاب ہے۔

بیعت وارشاد:

Marfat.com

قائد اہلسنّت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ کو اپنے والد ماجد سے بیعت و خلافت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، شاذلیہ سمیت دیگر سلاسل طریقت میں خلافت حاصل تھی اس کے علاوہ آپ کو قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی، جانشین قطب مدینہ مولانا فضل الرحمٰن مدنی اور دیگر عربی شیوخ سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔ حضرت قائد اہلسنت اپنے اوراد و وظائف کے پابند تھے دعائے حزب البحر، قصیدہ بردہ شریف، دلائل الخیرات اور دیگر معمولات پابندی سے ادا کیا کرتے تھے آپ بہت کم لوگوں سے بیعت لیا کرتے تھے بلکہ اکثر و بیشتر طالب کو ٹال دیا کرتے تھے مگر ان تمام کے باوجود آپ کے مریدین لاکھوں کی تعداد میں دنیا بھر میں موجود ہیں۔ دنیا کا شاید ہی کوئی ملک ہو جہاں آپ تبلیغ کیلئے نہ گئے ہوں اور وہاں آپ کے مریدین نہ ہوں۔

آپ ملک میں اپنی گوں ناگوں مصروفیات کے باوجود ہر جمعرات کو اپنے گھر سلسلۂ عالیہ علیمیہ کا حلقہ شریف کرواتے تھے اور اگر آپ کراچی میں موجود ہوتے تو ضرور بضرور شریک ہوتے ورنہ آپ کے مرید صوفی عبدالھادی کرایا کرتے آپ بذات خود تمام مریدین کا دروازے پر کھڑے ہو کر استقبال فرماتے خود گھر کے اندر کھانا لا کر اپنے مریدوں کے سامنے رکھتے اور آخر میں دروازے پر کھڑے ہو کر ان کو رخصت کرتے آپ کے علاوہ میں نے کسی پیر طریقت میں یہ بات نہ دیکھی غرض آپ اپنے مریدین کی تربیت اپنے عمل سے فرماتے اور اپنے آپ کو سنت نبویہ کا عملی نمونہ پیش کرتے تھے۔

حج و زیارت:

حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ نے سب سے پہلے حرمین شریفین کی زیارت 11 سال کی عمر میں کی جب آپ کو آپ کے والد ماجد علیہ الرحمہ قرأت کی تعلیم کے سلسلے میں مدینہ منورہ لے گئے تھے اور آپ نے وہاں ایک سال تک تجوید وقرأت کی تعلیم حاصل کی تھی۔ اس کے بعد آپ وقتاً فوقتاً زیارت حرمین شریفین کیلئے حاضر ہوتے رہے ایک محتاط اندازے کے مطابق آپ کو کم از کم 16 مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی اور آپ نے لاتعداد عمرے کیے آپ کو مدینہ منورہ سے ایک خاص تعلق تھا۔ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شہر، دوسرے آپ

Marfat.com

کے والد ماجد کی تدفین بھی اسی بابرکت شہر کے عظیم الشان قبرستان جنت البقیع میں ہوئی تھی اور آپ کی شادی بھی خلیفہ اعلیٰ حضرت قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ نے اپنی پوتی سے کرائی تھی اسلیئے آپ کا سسرال بھی مدینہ منورہ میں تھا۔

قلمی خدمات:

قائد اہلسنت علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی نہایت ہی ہنگامہ خیز گزاری جس میں آپ کو تصانیف وتالیف کرنے کا موقع شاذ ونادر ہی ملا مگر جب بھی موقع ملا آپ نے کتب تحریر فرمائیں مگر اب تک وہ زیور طبع سے آراستہ نہ ہوسکیں کیونکہ اسکی اشاعت کیلیئے کثیر وقت درکار تھا اور مختلف مراحل طے ہونا تھے دوسری بات یہ کہ آپ نے کبھی اپنے آپ کو ظاہر ومشہور کرنے کی کوشش نہ کی۔ امید ہے کہ اب آپ کے مریدین وعقیدت مند اس کو شائع کرائینگے تاکہ عوام اس سے مستفید ہوں اور اس کا ثواب حضرت قائد اہلسنت کی روح کو پہنچے آپ کی تحریر کردہ کتب کے نام یہ ہیں۔

(۱) دی سیل آف پرافٹ (مہر نبوت) انگریزی میں۔

(۲) جیس کرائٹ ان دی لائٹ آف قرآن (یسوع مسیح قرآن کی روشنی میں) انگریزی میں۔

(۳) جیل کے دن، جیل کی راتیں۔ یہ کتاب آپ نے اپنی مشہور زمانہ قید کے دوران تحریر کی جس میں آپ نے اپنے اوپر ڈھائے جانے والے مظالم کی تفصیلات اور اپنے نظریہ نظام مصطفیٰ کی بھرپور وضاحت کی ہے۔

خاندانِ نورانی:۔

مبلغ اسلام مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی علیہ الرحمہ کے چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔

صاحبزادگان کے نام یہ ہیں۔(۱) مولانا شاہ محمد جیلانی (۲) قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی (۳) حامد ربانی اور (۴) حماد سبحانی جبکہ صاحبزادیوں میں امۃ الصبوح جو کہ مولانا ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری علیہ الرحمہ کی اہلیہ تھیں، ڈاکٹر عزیزہ اور ڈاکٹر فریدہ احمد شامل ہیں۔

Marfat.com

حضرت شاہ محمد جیلانی کا انتقال پُر ملال لندن میں ہوا اور وہیں مدفون ہیں جبکہ آپ کی بڑی ہمشیرہ امۃ الصبوح کا انتقال کراچی میں ہوا اور اسلامک سینٹر نارتھ ناظم آباد میں اپنے شوہر نامدار کے ساتھ مدفون ہوئیں۔ اس وقت آپ کے دو برادر شاہ حامد ربانی اور حماد سبحانی اور دو بہنیں ڈاکٹر عزیزہ اور ڈاکٹر فریدہ احمد بقید حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے۔ آپ کی شادی خانہ آبادی قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی کے جانشین فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدنی علیہ الرحمہ کی صاحبزادی سے مدینہ منورہ میں ہوئی۔

آپ کی اولاد امجاد میں دو صاحبزادے شاہ محمد انس نورانی دامت برکاتہم العالیہ اور شاہ اویس نورانی جبکہ دو صاحبزادیاں اِناس اور ایمان ہیں جن میں سب سے بڑے صاحبزادے، جانشین نورانی، سجادہ نشین حلقہ علیمیہ نورانیہ مولانا شاہ محمد انس نورانی دامت برکاتہم العالیہ ہیں آپ اگست 1966ء کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، آپ نے تحصیل علم کے لئے لیبیا اور عراق کا سفر کیا اور وہاں سے مروجہ دینی علوم کی فراغت کی سند حاصل کی۔ آپ ماشاء اللہ ایک بہترین خطیب اور عالم دین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صورتاً حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ کا جمال بخشا ہے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ آپ صورت کی طرح ہر امور میں حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ کے جانشین ثابت ہوں گے۔

ان کے بعد آپ کی صاحبزادی اِناس جو 1968ء کو کراچی میں پیدا ہوئیں ان کے بعد دوسری صاحبزادی ایمان ہیں جو 1969ء کو کراچی ہی میں پیدا ہوئیں اور سب سے چھوٹے صاحبزادے شاہ اویس نورانی ہیں جن کا سن پیدائش 1970ء ہے آپ آجکل بیرون پاکستان مقیم ہیں۔

کردار و گفتار:

غفاری و ستاری و قہاری و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ نے خلوت و جلوت اتباع رسول ﷺ میں گزاری آپ کی یہ کوشش ہوتی کہ آپ کا کوئی عمل سنت رسول ﷺ کے مخالف نہ ہو۔ آپ سنت رسول ﷺ کی اصل روح کو سمجھتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے آپ کی ...ات تخلقوا باخلاق

Marfat.com

اللہ کی مظہر تھیں، سادگی، درویشی کا شیوہ تھی۔ لباس کی سادگی تو انتہا پر ہوتی تھی سر تا پا درویشی ہی درویشی نظر آتی ملمع سازی سے کوسوں دور رہتے دنیا کی محبت آپ کی طبیعت کے قریب بھی نہ بھٹکتی تھی آپ پوری دنیا گھوم چکے تھے ہر نعمت دنیاوی سے آگاہ تھے مگر ہر نعمت عارضی سے دور تھے آپ عالم باعمل تھے علم آپ کا رعب، حلم آپکا دبدبہ، سادگی آپکا جلال اور عاجزی جاہ وحشمت کو مات دیتی تھی آپ بظاہر اکیلے نظر آتے مگر سردار تھے، آپ شاہ تھے مگر شاہ مدینہ ﷺ کے خدام میں سے تھے آپ نورانی تھے مگر ہر دم نور خدا کے طلب گار رہتے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیگر بے شمار خصوصیات کیساتھ خوش روئی اور خوبصورتی بھی بے پناہ عطا کی تھی، جس پر آپ کا خوبصورت عمامہ، خوبصورت جبہ، گلے میں چادر اور ہاتھ میں عصا، آپ کی خوبصورتی میں اور اضافہ کر دیتا، آپ بے جا اسراف کے قائل نہ تھے مگر اللہ جمیل و یحب الجمال پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ظاہری حسن وخوبصورتی کا خیال رکھا کرتے تھے۔

آپ اپنے افعال واعمال، طرز رہن سہن میں بے جا نمود و آرائش کے سخت خلاف تھے آپ کی نجی زندگی انتہائی سادہ اور پروقار تھی، روپے پیسے مال ودولت کو جمع کرنا آپ کے مذہب عشق ہی کیخلاف تھا۔ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا اور اپنی ضروریات بتانا اور اپنی اہمیت جتلانے کو وہ مرد درویش، اصول درویشی کے خلاف مانتے تھے۔ سننا زیادہ اور بولنا کم ایک پیر کامل کی نشانی ہے جبکہ سیاست دانوں کا کام بولنا زیادہ اور سننا کم ہوتا ہے۔ حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ نے اپنی پاکیزہ زندگی میں خانقاہی اور سیاسی نظام کو اس قدر خوبصورتی سے جمع کیا ہوا تھا کہ جب آپ مسند ارشاد وسجادگی پر تشریف فرما ہوتے تو کوئی انجان آدمی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ شخص ملک کا سب سے بڑا سیاستدان اور ایک سیاسی تنظیم کا سربراہ ہے جب آپ سیاست کی طرف رخ فرماتے تو آپ کے سامنے کوئی ٹھہر نہیں سکتا آپ کے سیاسی تجربے وتبصرے اس قدر جامع اور حقیقت پر مبنی ہوتے کہ سامنے والا اس کو سن کر آپ کی سیاسی بصیرت سے مرعوب ہو جاتا۔

آپ نے تمام عمر سادگی اور فقیری میں گزاری حتیٰ کہ اپنی قیمتی زندگی کے تقریباً 50 سال کرایہ کے اس سادہ فلیٹ نما مکان میں گزارے جو کہ دور جدید کے لحاظ سے تمام سہولیات سے عاری تھا حالانکہ اگر آپ چاہتے تو آپ محلات میں بھی رہ سکتے مگر اس کے لئے آپ کو اپنے اصولوں سے انحراف کرنا پڑتا جو کہ آپ کیلئے قطعاً ناقابل قبول تھا۔

Marfat.com

کہ شاہیں کیلئے ذلت ہے کار آشیاں بندی

آپ کی رہائش گاہ کے متعلق کافی اخبارات نے لکھا حتی کہ آپ کو وہاں جن مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا تھا اس کے بارے میں ''قومی اخبار'' کراچی کی ایک ٹیم نے سروے کرنے کے بعد ایک رپورٹ شائع کی کہ گاڑیوں کا بے ہنگم ہجوم ان سے خارج ہونے والا کثیف دھواں، بے انتہا شور شرابا، اس پر مستزاد بالکل نیچے کباب والے کی دکان اور اس کا مضر صحت دھواں، پرانے زمانیکی بوسیدہ سیڑھیاں جن پر چڑھ کر اوپر دو کمرے کے فلیٹ میں وہ بزرگ شخصیت رہتی ہے جو پیر و مرشد بھی ہے اور ایک عالمی سیاستدان اور بین الاقوامی مبلغ بھی۔

آپ سے کئی مرتبہ انٹرویو کیلئے آنیوالوں نے اس رہائش گاہ اور آپ کے مالی معاملات کے بارے میں سوال کیا نمونے کے طور پر ایک انٹرویو کے سوالات اور حضرت صاحب مرحوم کے جوابات حاضر ہیں جو آپ کی شخصیت اور دل کی بڑائی کو واضح کرتے ہیں۔

جنگ : آپ دو کمرے کے ایک گھر میں رہ رہے ہیں جو مسجد کا حجرہ ہے۔ کیا آپ کو امیر ہونے کا شوق نہیں ہے؟

علامہ شاہ احمد نورانی : الحمدللہ، امیر ہوں، میں دل کا بڑا امیر ہوں۔

جنگ : یہ چھوٹا سا فلیٹ ہے۔ آپ کا اس گھر میں گزارہ کیسے ہوتا ہے؟

علامہ شاہ احمد نورانی : ہم لوگ ہندوستان سے آئے تھے تو وہاں بہت کچھ چھوڑا۔ وہاں ہمارے مکانات تھے لیکن یہاں آکر ہمیں کچھ بھی نہیں ملا۔

جنگ : آپ نے پاکستان ہجرت کرنے کے بعد کچھ لینے کی کوشش کی؟

علامہ شاہ احمد نورانی : نہیں کوئی خاص کوشش نہیں کی۔

جنگ : کیوں؟

علامہ شاہ احمد نورانی : والد صاحب، شاہ عبدالعلیم صدیقی اسکے خلاف تھے۔ کبھی کسی سے کچھ نہیں لینے دیتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ یہ ہندوؤں اور سکھوں کی جگہ ہے، ہم یہ نہیں لیں گے۔ وہ کہتے تھے کہ جو اپنا ہے اچھا ہے (قہقہہ لگاتے ہوئے) وہ کہتے تھے کہ اپنا کماؤ اور اپنا کھاؤ۔

جنگ : آپ محسوس کرتے ہیں کہ آپ کے والد نے غلط فیصلہ کیا اور آپکو مشکلوں میں ڈال دیا۔

Marfat.com

علامہ شاہ احمد نورانی : نہیں، انہوں نے بہت اچھا کیا تھا۔

جنگ : آپ کے بچے تو کہتے ہونگے کہ آپ نے ہمارے ساتھ زیادتی کی اور ہمیں اس چھوٹے سے گھر میں رکھا؟

علامہ شاہ احمد نورانی : جی ہاں، بچے بے چارے (ہنستے ہوئے) آ کر اسی کمرے میں سو جاتے تھے۔ اب تو وہ بڑے ہو گئے ہیں۔ بچیوں کی ماشاء اللہ شادیاں ہو گئی ہیں۔

جنگ : پھر بھی کبھی تو شکایت کرتے ہوں گے؟

علامہ شاہ احمد نورانی : جی ہاں! دبے لفظوں میں بچے شکایت کرتے ہیں۔

جنگ : کیا شکایت کرتے ہیں؟

علامہ شاہ احمد نورانی : کہتے تھے کہ ابو کوئی مکان، دکان، کوئی جگہ لے لیں۔ ویسے میں نے جگہ تو لے لی ہے لیکن اس کو بنانا اب کافی مشکل ہے۔

جنگ : کتنی جگہ لی ہے؟

علامہ شاہ احمد نورانی : بس یہی کوئی ڈھائی سو گز (تقریباً دس مرلے) دعا فرمائیں کہ بن جائے۔

جنگ : آپ نے زندگی میں کوئی کاروبار نہیں کیا؟

علامہ شاہ احمد نورانی : پہلے کاروبار کیا کرتا تھا۔ اب نہیں کرتا۔

جنگ : کیا کاروبار کرتے تھے؟

علامہ شاہ احمد نورانی : قیمتی پتھروں کی خرید و فروخت کا کاروبار کرتا تھا مگر اس کاروبار کے لیے بہت سرمائے کی ضرورت ہے۔

جنگ : پتھر کہاں سے خریدتے تھے اور کہاں فروخت کرتے تھے؟

علامہ شاہ احمد نورانی : یہاں بازاروں سے لیکر یہیں بیچ دیتا تھا۔

جنگ : آپ کو پتھروں کو پہچان ہے؟

علامہ شاہ احمد نورانی : یہ فن والد صاحب سے سیکھا ہے۔ وہ یہی کاروبار کرتے تھے وہ مبلغ

Marfat.com

تھے۔ تبلیغ بھی کیا کرتے تھے۔ ساتھ ساتھ یہ کاروبار بھی کرتے تھے۔ قیمتی پتھروں کی پڑیاں ان کے پاس ہوا کرتی تھیں، اچھے پیسے مل جایا کرتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے خرچ تو نکلتے رہتے ہیں۔ اب میں عمر کے اس حصے میں پہنچ گیا ہوں کہ کوئی کام اور بھاگ دوڑ نہیں کرسکتا۔ اس لیے اب یہ کاروبار چھوڑ دیا ہے۔

جنگ : تو پھر آپ کا گزر اوقات کیسے ہوتا ہے؟

علامہ شاہ احمد نورانی : کبھی کبھی کوئی پتھر آجاتا ہے، جسے بیچ دیتا ہوں۔ بچے ہیں۔ ماشاء اللہ دو بیٹیاں ہیں۔ بیٹیوں کی شادیاں ہوگئی ہیں۔

جنگ : کیا آپ کے بچے آپکی مالی امداد کرتے ہیں؟

علامہ شاہ احمد نورانی : الحمدللہ، گزارا ہوجاتا ہے اور ویسے بھی میں یہ کوشش کررہا ہوں کہ کچھ پیسے ہوجائیں تو ایک مکان لے لوں۔ یہ جگہ جہاں ہم رہ رہے ہیں، یہاں پہلے ایک ہوٹل تھا۔ اب یہاں کھانے پینے کی دکانیں کھل گئی ہیں۔ دھواں وغیرہ آتا ہے پیچھے سناروں کی دکانیں ہیں۔ وہ سونے کی صفائی وغیرہ کرتے ہیں تو تیزاب وغیرہ بھی آتا ہے۔ بیوی کو پہلے کوئی شکایت نہ تھی۔ اب دو تین سال سے دمے کی شکایت ہے۔ اب سوچ رہا ہوں کہ یہاں سے منتقل ہوجاؤں یہ مکان اور یہ عمارت پہلے پارسیوں کی تھی۔ پھر پارسیوں نے اسکو سامنے رہائش پذیر غلام محمد میمن سیٹھ کو بیچ دیا تھا۔ دو تین سال سے وہ یہاں مسجد تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ نقشے کی منظوری کے لیے انہوں نے درخواست دے دی ہے۔ ایک سال تک مسجد تعمیر ہوجائیگی اور ہم کہیں اور منتقل ہوجائیں گے۔

جنگ : آپ کا بینک بیلنس کتنا ہے؟

علامہ شاہ احمد نورانی : بس دعا کیجیے کہ اللہ اس میں برکت عطا فرمائے۔ تھوڑا بہت ہے۔

آپ کا یہ عمل دکھلاوا نہ تھا کہ دکھلاوا ہوتا تو چند ایک روز کیلئے ہوتا آپ ہجرت کے بعد سے اسی مکان میں نصف صدی رہائش پذیر رہے، پھر جب مسجد انتظامیہ نے مسجد کی توسیع کے سلسلے میں آپ سے مکان خالی کرانے کا کہا اور اس پر اصرار کیا تو آپ کو وہ مکان کہ جسمیں آپ کی والدہ کی خوشبو بسی ہوئی تھی آپ کی زندگی کی حسین یادیں جس سے وابستہ تھیں وہ فقیر کی کٹیا کہ

Marfat.com

جہاں سے بیٹھ کر آپ حاکمان وقت کو للکارا کرتے اور حاکمان وقت آپ سے مرعوب رہتے مکان خالی کر دیا۔

اسی اثنا میں آپ کی اہلیہ محترمہ کو اپنے والد ماجد کی وراثت سے رقم میسر ہوئی اور آپ کے برادر نسبتی ڈاکٹر رضوان نے کراچی میں اپنی ہمشیرہ کیلئے ایک مکان خریدنے کیلئے کچھ افراد سے کہا، بالآخر تمام خاندان والوں کو وہ مکان پسند آ گیا آپ نے بھی اس مکان کو پسند کیا کہ وہ مکان ایسی جگہ تھا جہاں سے آپ ہر وقت کراچی شہر کے سب سے بڑے بزرگ کی مرقد انور کی زیارت کر سکتے تھے، جہاں سے آپ کسی بھی وقت اپنی جان سے پیاری والدہ محترمہ کے مزار مبارکہ کی حاضری دے سکتے تھے تو آپ اس مکان میں منتقل ہو گئے اس وقت بعض افراد نے کہا تھا کہ مولانا نورانی شاید اس مکان میں زیادہ عرصہ نہ رہ سکیں کہ یہ مکان آپ کے مزاج کے خلاف دنیاوی آسائشوں سے تو مرصع ہے مگر اس میں آپ کے والد، والدہ کی خوشبو نہیں ہے جو آپ کی مشام جاں ہر وقت معطر کرتی تھی اور ہوا بھی یہی کہ صرف ڈیڑھ سال اس مکان کو کہ جو آپ کے برادر نسبتی کا عطیہ تھا جس کا نام بھی انکے نام پر بیت الرضوان تھا شرف رہائش بخشا۔ اور پھر قیامت تک کیلئے اپنی دنیا کی عظیم ترین ہستی جنکی آپ نے تقریباً ۷۰ سال خدمت کی جسکے قدموں میں آپ کی جنت تھی کے قدموں میں رہائش پذیر ہوئے جہاں آپ قیامت تک پورے عالم برزخ میں جنت کے مزے لوٹتے رہیں گے اور اسکے بعد بھی انشاء اللہ حقیقی جنت میں آپ کو اعلیٰ مقام حاصل ہو گا۔

اگر پھر بھی کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ دکھلاوا تھا تو اس کا جواب یہی ہو سکتا ہے کہ جسمیں آپ بھی ایسا دکھلاوا کر کے دکھا دیں اور ویسے بھی یہ کہاوت ہے کہ مکین اپنے مکان سے پہچانا جاتا ہے اپنے رہن سہن سے جانا جاتا ہے۔ آپ کی خوراک نہایت سادہ ہوتی تھی، اکثر و بیشتر سبزی اور وہ بھی بغیر مرچ کے تناول فرماتے، گوشت میں مچھلی سے رغبت تھی اکثر اکابرین کی طرح پان سے خصوصی رغبت رکھتے تھے آپ پان کھاتے بھی تھے اور آنے والے مہمانوں کو کھلاتے تھے، حب الوطن من الایمان پر عمل پیرا تھے اور حب الوطنی آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، آپ کی سیاست میں یہ نکتہ سر فہرست تھا اور کوئی ایسی بات یا سازش کہ جس میں آپ کو ملک کے نقصان کا اندیشہ ہوتا اس سے فی الفور قوم کو آگاہ کرتے اور اس کے سد باب کیلئے حتی الامکان

Marfat.com

کوشش کیا کرتے آپ کا آبائی وطن تو میرٹھ تھا مگر پاکستان تشریف لانے کے بعد آپ نے پاکستان ہی کو اپنا وطن جانا اور مانا اور میرٹھ کو صرف اپنے آبائی وطن کے نام سے یاد کیا کہ جہاں آپ کی پیدائش ہوئی اور ابتدائی عمر گزری آپ کو اپنے ملک پاکستان سے کس قدر محبت تھی اس کا اندازہ مشہور صحافی گل محمد فیضی کے اس کالم سے لگایا جا سکتا ہے جو انہوں نے روزنامہ خبریں کراچی میں ۱۳ دسمبر ۲۰۰۳ء کو آپ کی یاد میں تحریر کیا اس میں وہ اپنے ساتھ ہونے والے ایک واقعے کو درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

ایک مرتبہ میں جماعت اسلامی کے رہنما پروفیسر غفور کے پاس انٹرویو کیلئے وہاں سے فراغت کے بعد مولانا نورانی کے ہاں جانے لگا تو پروفیسر غفور صاحب نے ازراہ تفنن کہا کہ میرے ہاں تو مچھلی کھائی ہے، مولانا کے ہاں سے میرٹھ کا گڑ کھانا۔ میں نے جا کر مولانا سے عرض کیا تو کہنے لگے کہ آپ میرٹھ کے گڑ کو بھول جائیں اب تو پاکستان کے گڑ کی بات کریں۔

آپ نے ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان میں کراچی کو اپنا مسکن بنایا تو آپ کراچی ہی کے ہو کر رہے، کہیں بھی جاتے، مہینوں تبلیغی دوروں پر ہوتے، ملک کے ہر ہر کونے میں تشریف لے گئے، دنیا کے ملکوں ملکوں گھومے لیکن دنیا کی چکا چوند آپ کو متاثر نہ کر سکی آپ نے یہاں اچھا برا ہر طرح کا وقت دیکھا لیکن کبھی اس شہر بے کراں کو چھوڑنے کا خیال تک ذہن میں نہ لائے حتیٰ کہ جب لسانی دہشت گردوں نے ہر طرح سے آپ کو ستایا، ہر لحاظ سے تنگ کیا حتیٰ کہ کراچی کی نمائندگی کا حق جتانے والے کھلاڑی ڈر کر چلے گئے، فنکار حالات کی خرابی کا رونا رو کر لاہور منتقل ہو گئے۔ صنعت کاروں نے اپنے کاروبار سمیت کراچی کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا حتیٰ کہ کراچی کے حقوق کے نام نہاد علمبرداروں اور سیاستدانوں نے بیرون ملک رہنے میں عافیت جانی۔ کچھ احباب نے آپ کو بھی مشورہ دیا کہ حضرت کراچی چھوڑ کر کہیں اور جا بسیں لیکن آپ کو خدا کی ذات پر جو بھروسہ تھا اور کراچی کی سڑکوں پر آزادانہ پھرنے کا جو مزہ آتا تھا اس سے آپ کسی خوف و ہراس سے دست بردار نہیں ہو سکتے تھے۔ چنانچہ اللہ کے بے خوف مجاہد نے اپنے شہر میں ہی رہنے کو ترجیح دی اور کراچی ہی کی زمین میں سپرد خاک ہوئے۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ نے اپنے قول و فعل و عمل سے کراچی کی نمائندگی کا حق ادا کر دیا آپ کی وجہ سے کراچی کو عزت و وقار نصیب ہوا آپ کی ذات مقدسہ، آپ کا کردار اور آپ کا

Marfat.com

مزارِ مبارک کراچی کے ماتھے کا جھومر ہے۔اہل کراچی کیلئے آپ کی ذات مقدسہ زندگی میں بھی باعث فخر تھی اور اہل کراچی کو ہی یہ افتخار حاصل ہے کہ آپ کا مزار کراچی میں ہے۔

آپ بے پناہ محبت کرنے والے انسان تھے بلکہ ایک انسان کامل تھے اور ایک باعمل مسلمان تھے آپ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں سنا گیا، سیاست دان ہونے کے باوجود آپ نے راست گوئی ہی کو اپنا شعار بنایا تھا۔

آپ عجز وانکساری کا پیکر تھے، تنقید کرتے تو تنقید سنا بھی کرتے تھے اور پھر اسے برداشت بھی کرتے تھے جو آجکل کے علماء دین اور مذہبی وسیاسی رہنماؤں میں ناپید ہے۔معاملہ چاہے خانگی یا گھریلو ہوتا یا مذہبی وسیاسی آپ ہمیشہ متعلقہ افراد سے مشاورت کرتے اور مشاورت کے بعد جو فیصلہ کر لیتے پھر اس پر قائم رہتے چاہے کچھ ہو جائے چاہے آپ کو کتنا ہی نقصان برداشت کرنا پڑے۔

آپ نرم مزاج، خلیق، خوش گفتار اور حلیم الطبع انسان تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت برداشت کا مادہ وافر طور پہ عطا کیا تھا اگر کوئی بات ناگوار گزرتی تو آپ اسے ہنس کر ٹال دیتے آپ اپنے جانی دشمنوں کو تو معاف کر دیتے تھے مگر اصولوں کے مخالفین اور تحریکی غداروں کیلئے آپ کے دل میں کوئی جگہ نہ تھی۔آپ کے قریبی ساتھیوں نے بھی اگر جمعیت کے دستور ومنشور کی خلاف ورزی کی تو آپ نے ان سے بھی تنظیمی طور پر معافی نامہ طلب کیا۔جبکہ آپ کے جانی دشمن آپ کے سامنے آتے یا ذہنی وفکری اختلاف رکھنے والا آدمی آپ سے ملتا تو آپ کا سلوک اس سے انتہائی محبت آمیز ہوتا چنانچہ بے نظیر بھٹو کے خلاف تحریک نجات کے موقعہ پر جب لانگ مارچ کیا گیا اور اس وقت تمام حکومت مخالف جماعتیں اکٹھی تھیں تو اس لانگ مارچ کے وقت آپ سے ملاقات کیلئے ایم کیوایم کے رہنما قاضی خالد علی ایڈوکیٹ، جو اپنی جماعت کی نمائندگی کر رہے تھے آئے تو آپ نے نہ صرف ان سے ملاقات کی بلکہ ان کے زمانہ طالبعلمی اور اپنے گھر آنے کے واقعات یاد دلائے۔اس وقت آپ کی خوش دلی دیکھ کر اور ایم کیوایم کے ایک فرد سے اتنی محبت آمیز گفتگو سن کر نواز شریف اور اجمل خٹک وغیرہ جیسے سرکردہ سیاسی لیڈر بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

یہ بات کسی کو نہیں معلوم ہے کہ مومن   قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

Marfat.com

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

قرآن اور صاحب قرآن سے آپ کو خاص شغف تھا اور کرم بالائے کرم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو لحن داؤدی بھی عطا کیا تھا۔ آپ جب تلاوتِ قرآن کرتے، قصیدہ بردہ شریف پڑھتے یا بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کرتے تو ایک خاص سماں بندھ جاتا اور سامعین جھوم جھوم جاتے تھے۔ آپ اپنی مصروف ترین اور سبک رفتار زندگی میں بھی ہر روز بعد نماز مغرب قرآن کریم کا دور کیا کرتے تھے اور اس میں کبھی ناغہ نہ ہوتا تھا، کراچی میں ہوتے تو دو تین حفاظ کرام مغرب میں ہر روز آپ کے در اقدس پر حاضر ہوتے تھے اور اگر کراچی سے باہر ہوتے تو خود ہی اس وقت قرآن کریم کی تلاوت کرتے۔ دور کرنے کی یہ عادت آپ کی اتنی پختہ تھی کہ اگر آپ غیر ملکی دورے سے عصر تک واپس تشریف لے آتے تو فوراً حفاظ کو اطلاع کراتے کہ وہ مغرب میں آجائیں اور اگر ایسا ہوتا کہ آپ مغرب کے وقت کراچی پہنچیں گے تو پھر وہیں سے اطلاع کرتے کہ حافظ صاحب مغرب میں پہنچ جائیں۔

آپ اس وقت کسی سے ملاقات نہ کرتے اور نہ کوئی اور مصروفیت رکھا کرتے حتیٰ کہ اگر کوئی اس وقت ملنے بھی آجاتا تو اس سے ملاقات نہ کرتے بلکہ پہلے قرآن کریم کا دور کرتے اور پھر اس سے ملاقات فرماتے۔ آپ ہر سال بلا ناغہ رمضان المبارک میں نماز تراویح میں قرآن شریف جناح مسجد، برنس روڈ، کراچی میں سناتے جس میں آپ اکیسویں شب میں قرآن کریم ختم کرتے۔ اس کے علاوہ اپنے مکان سے متصل کچھی میمن مسجد صدر میں نماز تہجد کی امامت فرماتے جس میں چند سال قبل تک ہر روز تین پارے، پھر دو پارے اور آخری دو سالوں میں ایک پارہ تلاوت فرماتے۔

آپ نے نماز تراویح و تہجد کا کسی سال ناغہ نہ کیا بلکہ حفظِ قرآن کی تکمیل کے بعد ہر سال نماز تراویح میں ختم قرآن کیا۔ آپکی حیاتِ مبارکہ میں صرف ایک سال ایسا آیا کہ جب آپ نماز تراویح میں ختمِ قرآن نہ کرسکے اور وہ بھی اس وقت جب آپ کا بائی پاس آپریشن ہوا اور ڈاکٹروں نے سختی سے منع کر دیا تھا کہ آپ تراویح نہیں پڑھائیں گے، اس کے علاوہ آپ نے کبھی نماز تراویح کا ناغہ نہیں کیا حالانکہ ڈاکٹرز آپ کو گزشتہ کئی سالوں سے منع کرتے رہتے تھے کہ آپ اب نماز تراویح نہ پڑھایا کریں آپ کی صحت اس بات کی اجازت نہیں دیتی مگر آپ فرماتے

Marfat.com

کہ اگر میں نماز تراویح بھی نہ پڑھا سکوں تو پھر میرے زندہ رہنے کا کیا فائدہ ہے؟ قرآن کریم تو میری دوا ہے میں تو اس سے علاج کرتا ہوں۔ آخری سال رمضان المبارک میں آپ کی طبیعت بہت زیادہ خراب تھی۔

ڈاکٹروں نے دوبارہ اصرار کیا اور پھر احباب اور گھر والوں نے بھی دباؤ ڈالا کہ آپ نماز تراویح اور تہجد نہ پڑھائیں مگر آپ نے نماز تراویح کے بارے میں ان کا مطالبہ یہ کہہ کے رد کر دیا کہ میں اس کو نہیں چھوڑ سکتا البتہ اس سال آپ نے تہجد میں ختم قرآن نہ کیا جس پر آپ تاسف کا اظہار کرتے رہتے تھے اور اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے کہ اس نے نماز تراویح کا ناغہ نہ ہونے دیا اور ختم قرآن کی تکمیل کرادی۔ آپ سے ایک مرتبہ سوال کیا گیا کہ آپ اتنی جدوجہد اور بھاگ دوڑ کرتے ہیں، آپ کی صحت کا راز کیا ہے؟ تو آپ نے جو جواب دیا اس کی امید صرف آپ سے ہی کی جاسکتی ہے آپ نے فرمایا کہ میں اپنے اندر توانائی حاصل کرنے کیلئے قرآن کریم کی تلاوت اور درود شریف کا ورد کرتا رہتا ہوں اور اسی سے مجھے طاقت وقوت حاصل ہوتی ہے۔

مہمان نوازی:

مہمان نوازی آپ کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ مہمانوں کی آمد پر نہایت ہی خوشی کا اظہار فرماتے اور حتی الامکان خود اپنے دست مبارک سے اس کی خدمت کرتے حتیٰ کہ ہر جمعرات کو اپنے گھر ہونے والے حلقہ شریف میں حاضرین کو پہلے کھانا کھلایا جاتا ہے۔ میں جب پہلی مرتبہ حلقہ شریف میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ کھانے کے دوران آپ خود کھانا گھر میں لیکر آتے اور ہمارے سامنے رکھتے، آپ کھڑے ہو کر فرمایا کرتے کہ اس کو ختم کیجئے اور لیجیے اور جب ڈش خالی ہو جاتی تو آپ خود اٹھاتے اور اندر سے کھانا لیکر دوبارہ سامنے رکھ دیتے صرف یہ ہی نہیں بلکہ کھانے کے بعد میری اس گناہ گار آنکھوں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ امت مسلمہ کا عظیم قائد اور راہنما جس سے ملاقات کیلئے ملک کے سربراہان انتظار کرتے ہیں وہ پانی کا لوٹا لئے کھڑے ہیں اور اپنے مریدوں کے ہاتھ دھلوا رہے ہیں ایک مرید نے عرض کیا کہ حضرت مجھے دے دیجئے تو آپ نے فرمایا کہ آپ میرے مہمان ہیں اور میں آپ کا میزبان ہوں تو مجھے حق میزبانی ادا کرنے دیجیے، کم از کم مجھ سے تو یہ برداشت نہ ہوا تو میں نیچے گیا اور مسجد سے ہاتھ دھو کر آیا ایسی نادر و نایاب مثال اب اس دنیا میں بالکل ناپید ہے آپ اپنے مریدوں تک کا استقبال دروازے پر کرتے اور

Marfat.com

نے فرمایا کہ آپ میرے مہمان ہیں اور میں آپ کا میزبان ہوں تو مجھے حق میزبانی ادا کرنے دیجیے، کم از کم مجھ سے تو یہ برداشت نہ ہوا تو میں نیچے گیا اور مسجد سے ہاتھ دھو کر آیا ایسی نادر و نایاب مثال اب اس دنیا میں بالکل ناپید ہے آپ اپنے مریدوں تک کا استقبال دروازے پر کرتے اور جاتے ہوئے دروازے پر ہر ایک کو رخصت کرتے اور اگر کوئی معزز مہمان ہوتا تو روڈ تک جایا کرتے تھے اور جب تک گاڑی میں سوار نہ ہو جایا کرتے تب تک آپ کھڑے رہتے یہی عادت آپ کی آخر تک رہی۔

توقیر اہل علم:

علماء کرام سے آپ کی محبت و عقیدت مثالی تھی پروگراموں میں عالم دین کو ہمیشہ آگے کی طرف بٹھاتے۔ حلقہ شریف میں بھی اگر کوئی عالم دین پیچھے تشریف فرما ہوتے تو آپ اپنے برابر میں جگہ خالی کرا کر ان کو اپنے پاس بٹھاتے۔ علماء کرام کو آپ اپنے ہاتھوں کا بوسہ نہ لینے دیتے چاہے وہ آپ کے مرید و خادم ہی کیوں نہ ہوں اور اگر کوئی بزرگ عالم دین آپ کے ہاتھوں کا بوسہ لے لیتے تو آپ بھی اس کے ہاتھوں کا بوسہ لینے کی کوشش فرماتے اور میں نے یہ منظر بارہا مرتبہ استاذ محترم استاذ العلماء علامہ محمد حسن حقانی دامت برکاتہم العالیہ کے ساتھ دیکھا بلکہ بزرگ علماء کے ہاتھوں کو آپ خود ہی بوسہ دیتے تھے چنانچہ اس بات پر استاذ الاساتذہ حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی علیہ الرحمہ کے ساتھ تصویر بھی موجود ہے۔

آپ علماء و مشائخ سے بے حد محبت و الفت رکھتے تھے۔ اکابر علماء کرام اگر علیل ہوتے تو عیادت کیلئے تشریف لے جاتے، اکثر ویسے بھی ملاقات کیلئے چلے جاتے۔ آپ اعزاء کی صحت و عافیت کے بارے میں سخت فکر مند رہتے اور ان کے قریبی افراد سے اگر ملاقات ہوتی تو ان کا حال دریافت فرماتے اور دعا کرتے تھے۔ آپ سے اگر کوئی غلطی ہو جاتی یا کسی عالم دین سے کوئی ناراضگی ہو جاتی تو آپ اس سے معافی مانگنے میں کوئی عار محسوس نہ کرتے چنانچہ آستانہ عالیہ شیر ربانی شرقپور شریف کے سجادہ نشین بزرگ عالم دین میاں جمیل احمد شرقپوری اور آپ کے درمیان غلط فہمی پیدا کر دی گئی آپ جب شرقپور تشریف لے گئے تو آپ نے ان سے کئی افراد کے سامنے

Marfat.com

معافی مانگی اور فرمایا کہ مومن عفو درگزر سے کام لیتا ہے اگر میں نے آپ کی کوئی گستاخی کی ہو تو میں معذرت چاہتا ہوں یہ وہ شخص کہہ رہا ہے جو قائد ملت اسلامیہ ہے اسی طرح دیگر اکابرین سے آپ اکثر معافی مانگ لیا کرتے تھے اور فرماتے کہ انسان سے غلطیاں ہو جاتی ہیں اگر میرے کسی طرز عمل یا کسی قول سے آپ کی دل آزاری ہوئی ہو تو میں معذرت خواہ ہوں۔

آپ کئی مدارس اہلسنت کی سرپرستی فرماتے اور کتب وغیرہ اس میں ہر سال ہدیہ روانہ کرتے اسی طرح جب کسی عالم دین کی ضرورت یا دینی کتب کی ضرورت کی اطلاع ملتی تو فوراً اسکا انتظام کرتے چنانچہ جب آپ کو شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ کے بارے میں معلوم ہوا کہ انکو ایک کتاب تاریخ دمشق کی انتہائی ضرورت ہے مگر اسکی قیمت تقریباً ۵۰ ہزار روپے ہے تو آپ نے فوراً ہی انکو اس رقم کا چیک روانہ کیا اور ایک خط تحریر فرمایا آپ کے خط کا متن پیش کیا جاتا ہے جو آپکی علم و علماء سے محبت کا ایک واضح ثبوت ہے۔

حضرت محترم ذوالمجد والفضل علامہ غلام رسول سعیدی زید مجدھم

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ

امید ہے کہ مزاج گرامی مع الخیر ہوں گے تاریخ دمشق کی خریداری کے لیے خدمت میں چیک بھیج رہا ہوں قبول فرمائیں۔مزید برآں کتابوں کی مزید ضرورت ہو تو یاد فرمالیجیے گا۔تعمیل ارشاد کی کوشش کی جائے گی اللہ تعالیٰ آپ کے سایہ عاطفت کو اہلسنت پر کرم گستہ رکھے آمین۔چیک کی رسید بھی فرمالیجیے گا

طالب دعا فقیر شاہ احمد نورانی غفرلہ، ۱۴۲۴ھ

آپ خود بھی ایک بڑے اور جید عالم دین تھے اور عالم و علم کی قدر ایک عالم ہی کر سکتا ہے۔آپ کی تبلیغ اور ترویج دین کی وجہ سے کئی طلباء بیرون ممالک سے دین کی ابتدائی تعلیم لیکر اعلیٰ تعلیم کیلئے پاکستان آتے رہے اور اب بھی موجود ہیں آپ ان کے مکمل اخراجات کی نگہداشت کرتے ان کی تعلیم وتربیت کے بارے میں آگاہی لیتے رہتے کئی مدارس کی آپ سرپرستی فرماتے اور خاص کر رمضان المبارک میں پورے پاکستان سے آپ کے پاس مدارس اہلسنت کے نمائندگان حاضر ہوتے اور آپ ان کی حسب توفیق اعانت فرماتے۔آپ سینکڑوں افراد کی کفالت کرتے تھے لاوارث اور غریب افراد جو آپ کے علم میں آتے یا آپ کا کوئی جانباز وجانثار کارکن اگر کسی حادثہ کا شکار ہو جاتا یا آپ کو اگر کسی کی ضرورت کا معلوم ہو جاتا تو آپ کسی نہ کسی بہانے سے اس کی اس طرح مدد کر دیتے کہ اس کو اپنی غریبی کا احساس تک نہ ہوتا۔علماء کرام کی

Marfat.com

صحبت میں آپ ایک عالم دین ہوتے تھے ان سے علمی و تحقیقی گفتگو فرماتے تھے آپ علم میں اتنے راسخ تھے کہ بارہا علماء کرام کو آپ کی علمیت کا اعتراف کرتے دیکھا اور آپ کی علم دوستی و علم پروری کو داد تحسین دیتے ہوئے ملاحظہ کیا گیا۔

پیر طریقت :۔

ان تمام کے ساتھ ساتھ آپ کی شخصیت کا ایک اور پہلو بھی ہے اور وہ یہ کہ آپ خانقاہ علیمیہ کے سجادہ نشین بھی تھے آپ عام پیروں کی طرح صرف خانقاہی نظام اور وہ بھی غیر مؤثر تک ہی محدود نہ تھے بلکہ آپ نے اس مسند کو تزکیہ نفس کا ذریعہ بنایا ہوا تھا آپ بہت کم مرید کیا کرتے تھے مگر اس کے باوجود بھی آپ کے مریدین کی تعداد لاکھوں میں موجود ہے آپ روایتی پیر مغاں نہیں تھے کہ باپ کی میراث ہاتھ لگ گئی اور اس سے مزے اٹھاتے رہیں اور مریدین کا صدقہ کھاتے رہیں بلکہ آپ باقاعدہ مجاہدات کیا کرتے تھے، آپ ایک شب بیدار عالم دین اور شیخ طریقت تھے آپ سیاست کے طویل و دشوار گزار سفر میں رات گئے تک جلسوں اور مذہبی پروگراموں میں شریک ہوتے مگر وہ آپ کی نماز تہجد کی قضا میں حارج نہ ہوتا تھا۔

آپ دلائل الخیرات، دعائے حزب البحر، قصیدہ بردہ شریف سمیت دیگر معمولات کے باقاعدہ عامل تھے اور یہ تمام آپ کے روزمرہ معمولات کا حصہ تھے چنانچہ جنرل ضیاء الحق کے زمانہ اقتدار میں میر علی احمد خان تالپور وزیر دفاع تھے ان کا بیان ہے کہ ایک وقت وہ آیا کہ جنرل ضیاء الحق مولانا نورانی کی مخالفت کی وجہ سے ان سے کبیدہ خاطر ہوگئے۔ جنرل ضیاء نے مجھے کہا کہ میں نے اکثر مولویوں کو دانہ ڈال کر اپنے ساتھ ملا لیا ہے مگر یہ مولوی میرے قابو میں نہیں آتا پھر انہوں نے اشارہ کیا کہ آپ مولانا کو رام کرنے کی کوشش کریں میں نے آپ کو رام کرنے کی بے انتہا کوشش کی مگر آپ رام نہ ہو سکے اور نہ ہی جنرل ضیاء کی انٹیلی جنس ایجنسیاں اپنی جان توڑ کوششوں کے بعد آپ کو قابو میں کر سکیں تو جنرل ضیاء نے بالآخر فیصلہ کیا کہ آپ کو اپنے گھر میں ہی نظر بند کر دیا جائے اور آپ کی نقل و حرکت پر پابندی عائد کر دی جائے جس پر میں نے جنرل ضیاء سے کہا کہ آپ اس مولوی کو چھوڑ دیں یہ عام لوگوں میں قرآن پڑھتا ہے تو لوگوں کے دل دہل جاتے ہیں جب قصیدہ بردہ شریف پڑھتا ہے تو میں بھی دست بستہ کھڑا ہو جاتا ہوں مگر سنا ہے

Marfat.com

کہ وہ رات کو حزب البحر وظیفہ پڑھتا ہے اور اس وظیفے کی مار سات سمندروں کی تہوں میں بھی اپنے مخالف کو نشانہ بناتی ہے جب میں نے جنرل ضیاء سے یہ کہا تو انہوں نے ڈر کر مولانا نورانی کی نظر بندی کا خیال دل سے نکال دیا۔

کہاں سے تو نے اے اقبال سیکھی ہے یہ درویشی
کہ چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا

آپ ہر جمعرات اور پیر کو باقاعدہ روزہ رکھتے تھے اور اس میں ناغہ نہ کرنے کی بھرپور کوشش کیا کرتے، دیگر چیزوں کی طرح آپ کے دیئے ہوئے تعویزات بھی نہایت ہی پرتاثیر ہوتے تھے جو کہ آپ پیر اور جمعرات کو لکھا کرتے اور عنایت کیا کرتے تھے، آپ کے بخشے ہوئے وظائف و معمولات اب بھی بے انتہا مؤثر ہیں اور یہ کیسے نہ ہو کہ یہ ایک ایسے فرد کا عطیہ ہے ایک ایسی شخصیت کا، ایک ایسے ولی کامل کے مجاہدات کا نچوڑ ہے جس نے پوری زندگی اسلام کی حقیقی روح کے مطابق گزاری جس نے سیاست کی خاردار وادیوں میں رہ کر بھی کلمہ حق بلند کیا جو اولیاء کاملین کے فیوض و برکات کا امین تھا، جو صوفیاء کی دولت فقیر کا حقیقی وارث تھا اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے فیض رساں سے ہمیشہ مستفیض فرمائے۔

نگہ بلند سخن دلنواز، جاں پرسوز　　یہی ہے رخت سفر میر کارواں کیلئے

قائد اہلسنّت علیہ الرحمہ کی حیات مستعار کا زیادہ تر حصہ ملک خداداد پاکستان میں نفاذ مصطفیٰ علیہ ﷺ کی جدوجہد کرتے ہوئے گزارا۔ آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر وقت اس عظیم مقصد کیلئے سیاست کی خاردار راہوں میں سفر کرتے ہوئے گزارا۔ مگر سیاست اور سیاسی زندگی کی طرح آپ کی غیر سیاسی شب و روز بھی معمولات سے بھرپور اور انتہائی مصروف تر ہوتے تھے۔ آپ نے اپنی عملی زندگی میں مختلف ممالک کے بیشمار خالصتاً تبلیغی مقصد سے دورے کیے۔ جن کی تفصیلات آپ کی تبلیغی زندگی میں رقم ہیں۔ اجمالاً یہ کہ آپ ایشیاء، یورپ، افریقہ، امریکہ، آسٹریلیا غرض کہ تمام براعظموں کے ہر ملک میں کم از کم ایک بار اپنے تبلیغی مشن کیلئے ضرور تشریف لے گئے اسی طرح اگر آپ کو سیاح عالم کے نام سے یاد کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ روزانہ بعد نماز مغرب قرآن کریم کا دور کرنا آپ کا معمول تھا چاہے وہ رمضان المبارک کا مہینہ ہو یا کوئی اور مہینہ روزانہ تین حفاظ آپ کے در دولت پر حاضر ہوتے اور آپ ان کے ساتھ دور کرتے۔

Marfat.com

عشق رسول ﷺ:

خاک ہوکر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

جذبۂ عشق رسول ﷺ آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا عشق رسول ﷺ آپ کی معراج تھی ۔ آپ کی تعلیمات وتقاریر اور آپ کی تمام مصروفیات وجدوجہد کا مرکز ومحور ذات مصطفوی ہی تھی ۔ آپ عشق حقیقی کی اعلیٰ منزلوں پر فائز تھے جسکی وجہ سے آپ کسی کو خاطر میں نہ لاتے اور بغیر کسی سے مرعوب ہوئے آپ نے ان مسائل کو اجاگر کیا ان معاملات کی طرف توجہ دلائی جن کو ایک عاشق رسول کی غیرت ایک لمحہ کے لئے برداشت نہ کر سکتی تھی ۔

چنانچہ اسمبلی کے پہلے ہی اجلاس میں آپ نے تحفظ ختم نبوت کیلئے مسلمان کی تعریف کرنے پر زور دیا تا کہ گستاخان رسول قادیانیوں کا قلع قمع کیا جاسکے ۔ دراصل یہ ایک ابتداء تھی تحریک تحفظ ختم نبوت کی جس کی تکمیل ۱۹۷۴ء میں ہوئی جب کہ یہ بھی ایک واضح ترین حقیقت ہے کہ آپ سے پہلے اسمبلی میں کئی علماء پہنچے جیسا کہ پاکستان کی پہلی مرکزی اسمبلی میں دارالعلوم دیوبند کے شیخ التفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی تھے جب کہ اسی وقت وزیر خارجہ سر ظفر اللہ قادیانی بھی اسمبلی میں موجود تھا مگر مولانا عثمانی کو مرزائیت پر ایک حرف بولنے کی جرأت نہ ہوئی ۔

اسی طرح ۱۹۶۲ء میں جب صدر محمد ایوب خان نے قومی وصوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کرائے تو جمیعت علماء اسلام کے مفتی محمود صاحب قومی اسمبلی کے ممبر اور مولانا غلام غوث ہزاروی صوبائی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے مگر ان دونوں نے کبھی بھی مرزائیت کے خلاف اسمبلی میں کوئی بات کہنا گوارہ نہ کیا ۔ ان افراد کی کیا مجبوریاں تھیں کہ وہ لوگ اس مسئلہ پر کوئی احتجاج نہ کر سکے ؟

مگر قائد اہلسنت علیہ الرحمہ نے اسمبلی میں پہنچتے ہی پہلے اجلاس میں امت مسلمہ کے اس بنیادی عقیدے اور مسئلہ پر آواز اٹھائی جو کہ آپ کے عشق رسول ﷺ کے ثبوت کیلئے کافی ہے اور ویسے بھی یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے کہ یہ سعادت اس نے قائد اہلسنت علیہ الرحمہ کو عطا کی کہ 90 سالہ پرانا مسئلہ جس کیلئے علماء حق نے بے پناہ قربانیاں دیں اس کے حل کیلئے ایک عاشق رسول عالم دین کا انتخاب کیا چنانچہ اس عاشق رسول ﷺ کی تحریک پر قومی اسمبلی نے اس قرارداد کو متفقہ

Marfat.com

طور پر منظور کرلیا اور قادیانی بالاتفاق غیر مسلم قرار پائے۔ خود قائد اہلسنت فرماتے تھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے یہ امید ہے کہ وہ میرے اس عمل پر میری بخشش فرمادیگا۔

؎ یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

قائد اہلسنت علیہ الرحمہ اپنے خطاب کی ابتداء میں ہمیشہ صلوٰۃ وسلام کے بعد قصیدہ بردہ شریف کے اشعار پڑھا کرتے تھے آپ کی عادت کریمہ تھی کہ جب بھی موقعہ ملتا درود شریف کا ورد کرتے چنانچہ ایک مرتبہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ حضرت آپ اس عمر میں اتنا کام کرتے ہیں اتنی مشقت اٹھاتے ہیں آخر آپ میں اتنی ہمت کیسے ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم کی تلاوت اور درود شریف کی کثرت نے مجھے کمزور نہیں ہونے دیا۔

آپ کو شہر رسول ﷺ سے کتنی محبت تھی اس کا اندازہ آپ کی دعاؤں سے لگایا جاسکتا ہے جن الفاظ آپ اللہ تعالیٰ سے ملتجی ہوتے (اللھم ارزقنا شھادۃً فی سبیلک و اجعل موتاً فی بلد حبیبک ﷺ الٰھی نجنا من کل ھمٍ وغمٍ بجاہِ المصطفیٰ مولیٰ الجمیع وھب لنا فی مدینتہ قراراً باِلایمان ودفنٍ بالبقیع) غرض کہ آپ نے صاحب مدینہ اور شہر مدینہ کو حرز جاں بنایا ہوا تھا۔ قائد اہلسنت کی زندگی کا ہر ہر لحہ عشق مصطفیٰ میں ڈوبا ہوا تھا آپ قول وفعل میں تضاد کے قائل نہ تھے مذہبی غیرت وحمیت دینی آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

اس کیلئے بڑے سے بڑا نقصان برداشت کرلیتے تھے مگر کبھی آپ نے اپنی غیرت عشق کا سودا نہیں کیا۔ جس طرح آپ ہر تقریر کی ابتداء میں صلوٰۃ وسلام اور قصیدہ بردہ کے منتخب اشعار پڑھا کرتے تھے وہ پروگرام چاہے کسی بھی نوعیت کا ہو اور کسی بھی مکتب فکر کے پلیٹ فارم سے کیا گیا ہو۔ اسی طرح ہر پروگرام کے بعد بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں صلوٰۃ وسلام پیش کرنا آپ کا شیوہ تھا حتیٰ کہ جب آپ پر گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی آپ کو شہید کرنے کیلئے آپ پر دہشت گرد حملے کرتے رہے۔ اس وقت بھی آپ نے اپنا وظیفہ یعنی صلوٰۃ وسلام بر رسول الرم ﷺ پورا کیا۔

احادیث نبویہ کی تعظیم وتکریم آپ کا شیوہ تھی اور رسالت مآب ﷺ کے اقوال جب بیان فرماتے تو اس کے بعد فوراً یہ کہتے او کما قال رسول اللہ ﷺ کہ ''جیسا رسول اکرم ﷺ نے فرمایا'' تاکہ یہ حدیث شریف جو میں نے رسول اکرم ﷺ کی طرف منسوب کی ہے شاید

Marfat.com

وہ الفاظ آپ کے نہ ہوں کوئی اور الفاظ ہوں۔

آپ کو جب بھی کسی حکومت نے یا غیر مسلموں نے خریدنے کی کوشش کی تو آپ نے ہمیشہ ان کو ان الفاظ میں جواب دیا کہ ہم دربار مصطفیٰ ﷺ میں بک چکے ہیں اب دنیا کا کوئی حکمران، کوئی غیر مسلم ہماری بولی نہیں لگا سکتا ہم سرکار مدینہ کے دربار کے بھکاری ہیں اور پھر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا یہ شعر پڑھتے کہ:

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

آپ اس مملکت خداداد میں رسول اکرم ﷺ کے نظام یعنی نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے داعی تھے۔ آپ نے کبھی بھی کسی اور نظام کی بات پسند نہیں کی۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ اور بھی تو دنیا میں نظام حکومت ہیں اور وہ اچھے بھی ہیں، فلاحی اور عوامی بھی اور کامیابی سے چل رہے ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ نظام چاہے کوئی بھی ہو، نظام حکومت ہو یا نظام سیاست، نظام معاشرہ ہو یا ملک وفرد کا نظام ان سب سے اچھا اور بہترین نظام، نظام مصطفیٰ ﷺ ہی ہے کہ جس میں کسی قسم کی کوئی خرابی ہو ہی نہیں سکتی باقی اگر کسی نظام میں کوئی اچھائی ہے تو وہ نظام مصطفیٰ ﷺ کی مرہون منت ہے۔ اور دیگر نظاموں میں خرابیاں بھی تو بے شمار ہیں جبکہ نظام مصطفیٰ ﷺ صرف اور صرف اچھائیوں کا مجموعہ ہے۔

آپ کو گستاخان رسول خصوصاً قادیانیوں سے اس قدر نفرت تھی کہ آپ زندگی بھر ان کے خلاف جس طرح بھی ممکن ہو سکا جہاد کرتے رہے کسی پروگرام یا دعوت میں قادیانیوں کی موجودگی آپ کیلئے ناقابل برداشت ہوتی چنانچہ پروفیسر شاہ فرید الحق اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں کہ: ۱۹۷۴ء میں جب ہم تبلیغی دورے پر سرینام پہنچے تو ایک پروگرام میں سرینام کا ایک قادیانی وزیر بھی آ گیا تو آپ نے انتہائی ناگواری اور غصے کا اظہار کیا جس پر وہ واپس چلا گیا آپ نے منتظمین سے پوچھا کہ اسکو آنے کی دعوت کس نے دی تھی انہوں نے عرض کی کہ یہ خود ہی آ گئے تھے انشاء اللہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔

اسی طرح آپ سے ایک انٹرویو میں سوال کیا گیا کہ آپ حرمین شریفین کے آئمہ کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے اس کی کیا وجہ ہے تو آپ نے جواب دیا کہ وہ لوگ گستاخان رسول

Marfat.com

ﷺ ہیں اور گستاخان رسول ﷺ کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوتی آپ حتیٰ المقدور سنت رسول ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے اور ہر کام میں سنت نبوی ﷺ کو پیش نظر رکھتے۔

چنانچہ آپ کے ایک عقیدت مند نے ایک مرتبہ پوچھا کہ حضرت! ڈاکٹر نے بائی پاس کا مشورہ دیا ہے آپ کیا فرماتے ہیں اس بارے میں آیا آپریشن کرالیا جائے تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ بالکل کرالیجئے اور سنت رسول ﷺ سمجھ کے کرایئے گا کہ آقا ﷺ کا سینہ مبارک بھی تو معراج کی رات شق کیا گیا تھا۔

قائد اہلسنت کیسے عاشق رسول تھے، اس کی گواہی جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد نے دی اور مقولہ ہے کہ ''الحق ما شھدت به الاعداء''۔ قاضی حسین احمد آپ کا سیاسی اتحادی تو ہوسکتا ہے مگر مسلک کے اعتبار سے تو وہ آپ کا ہم خیال نہیں ہے۔ چنانچہ آپ کے انتقال پر انہوں نے کہا کہ مولانا نورانی ایک سچے عاشق رسول تھے آپ کا ہر فعل وعمل سنت رسول کے مطابق ہوتا آپ اپنے وقت کے سب سے بڑے اور سب سے سچے عاشق رسول تھے۔

حق گوئی و بے باکی:

آئین جواں مرداں، حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ کی پوری زندگی اقبال کے اس شعر کی عملی تشریح ہے آپ نے کبھی بھی کسی شخصیت سے مرعوب ہوئے بغیر ہمیشہ کلمہ حق بلند کیا، آپ ملک کے واحد سیاستدان تھے کہ جنہوں نے کبھی اصولوں پر سمجھوتہ نہیں کیا جو اصول آپ نے مرتب کئے انکو کبھی پس پشت نہیں ڈالا آپ نے قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنا گوارہ کرلیں، گالیاں بھی کھائیں اور گولیوں اور ڈنڈوں کے وار بھی سہے، اپنے لوگوں کی بے وفائیاں بھی برداشت کرلیں مگر جو نظریہ آپ نے ابتداء سے قائم کرلیا اس سے سرمو انحراف کرنا گوارہ نہ کیا چناچہ سپاہ صحابہ کے لیڈر ضیاء القاسمی کو بھی یہ بات کہنا پڑی کہ ملک کا یہ واحد سیاستدان ہے کہ ان کا جو نظریہ ۱۹۷۰ء میں تھا وہی نظریہ اب تک (۹۵ء) ہے آپ امر بالمعروف ونھی عن المنکر کے حکم خداوندی پر سختی سے کاربند تھے اور ہمیشہ اعلائے کلمۃ الحق کے علمبردار تھے۔

Marfat.com

آپ کی زندگی آپ کے حق گوئی کے واقعات سے بھری پڑی ہے کئی مواقع ایسے بھی آئے جب حق بات کہنا دشوار ترین تھا مگر آپ نے اپنے فرائض کو ادا کیا اور کلمہ حق کو بلند کیا حضرت قائد اہلسنّت کی حق گوئی و بے باکی کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دیگر لاتعداد صلاحیتوں اور خوبیوں کے علاوہ قدرت نے آپ کو نازک اور مشکل ترین مواقع پر اپنے مافی الضمیر کے اظہار اور کلمہ حق کہنے کا کتنا وافر ملکہ اور حوصلہ عطا فرمایا تھا۔

اس ضمن میں سب سے پہلی مثال بڑی تاریخی بھی ہے اور آپ کی سیرت کا اہم ترین پہلو بھی اور آپ کی سیاست وبصیرت کا آئینہ دار بھی ملک پاکستان کے ایک فوجی افسر اور مطلق العنان حکمران جنرل یحییٰ خان سے آپکی ملاقات جسکی تفصیلات آپ نے اپنے ایک انٹرویو ہفت روزہ پیمان کراچی کو دیا جو اسکی ۸ مئی ۱۹۷۲ء کی اشاعت میں شامل ہوا قابل غور و مطالعہ ہے آپ کا انٹرویو من وعن شائع کیا جارہا ہے پڑھئے اور اس عظیم قائد کی حق گوئی اور سیاسی بصیرت کو داد دیجئے یہ ذہن میں رہے کہ آپ اس وقت سیاست کی خارزار وادیوں میں نووارد تھے۔ مگر بقول اقبال:۔

ہوا تھی گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلارہا تھا
وہ مرد درویش جسکو حق نے دیئے ہیں انداز خسروانہ

۱۱ مارچ ۱۹۷۱ء قصر صدارت ڈھاکہ میں بلایا گیا۔ میں (نورانی) ساڑھے نو بجے صبح اکیلا صدر یحییٰ سے ملنے گیا۔ صدر کے ساتھ تین چار آدمی بیٹھے تھے۔ بظاہر فوجی دکھائی دیتے تھے صدر صاحب گلاس تھامے بیٹھے تھے اور انکے منہ سے سخت بدبو آرہی تھی۔ وہ جب ہاتھ ملانے بڑھے تو میں اسی وقت سمجھ گیا کہ مے نوشی کا شغل ہو رہا ہے۔

نورانی:۔ مسٹر پیریذیڈنٹ آپ نے کس لیے یاد کیا؟

یحییٰ:۔ آپ کو معلوم ہے کہ حالات بہت نازک ہو گئے ہیں۔

نورانی:۔ حالات کی نزاکت کا اگر آپ کو احساس ہے تو یہ آپ کیا پی رہے ہیں اس کو ہٹایئے ملک شدید قسم کے سیاسی بحران سے گزر رہا ہے اور آپ مے نوشی کی محفلوں میں سیاسی معاملات پر بات کرتے ہیں۔ اس شراب کو ہٹایئے ورنہ ہم جاتے ہیں یہ الفاظ کہتے ہوئے میں (نورانی) کھڑا ہو گیا لیکن صدر نے اشارہ کر کے گلاس اور بوتل ہٹوادی اور پھر کہنے لگے تشریف رکھیے۔

Marfat.com

یحییٰ:۔ مجیب الرحمٰن نے دو اسمبلیوں کا مطالبہ کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی مجیب سے اس موضوع پر بات کریں۔

نورانی:۔ ملک کی سالمیت کیلئے بہر حال ہم مجیب سے بات کریں گے اور صحیح صورت حال آپ کو بتادی جائے گی۔

دوبارہ طلبی:

۸ بجے رات کو ایوان صدر سے پھر طلبی آگئی۔ جب میں وہاں پہنچا تو میاں ممتاز دولتانہ سردار شوکت حیات، مفتی محمود، خان عبدالولی خان اور ایک اور صاحب صدر کے ساتھ بیٹھے تھے۔

یحییٰ:۔ کہیئے (شیخ مجیب کی ملاقات کا سلسلہ) کیا رہا۔

نورانی:۔ مسٹر پریذیڈنٹ اقتدار کی منتقلی کا فوری بندوبست کیجئے ورنہ ملک ٹوٹ جائے گا۔ ہم نے ۲۲ فروری کو ہی آپ سے کہہ دیا تھا کہ (اسمبلی کا) سیشن ملتوی نہ کیجئے گا۔

یحییٰ:۔ میں کون سے قاعدے اور قانون کے تحت اقتدار منتقل کرسکتا ہوں۔

نورانی:۔ میں جھلا کر بولا۔ ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ آپ کو کون سے قاعدے اور قانون کے تحت اقتدار منتقل ہوا تھا جب کہ ۱۹۶۲ء کے بعد اقتدار اسمبلی کو منتقل ہونا چاہیئے تھا۔

جنرل پیرزادہ:۔ صدر صحیح کہتے ہیں، اقتدار کیسے منتقل ہوسکتا ہے۔

نورانی:۔ میں ایک دم بولا۔ آپ کو ہماری اور صدر کی گفتگو میں مداخلت کا حق نہیں۔ آپ کون صاحب ہیں ہم نہیں جانتے (اس وقت تعارف نہیں تھا) آپ خاموش رہیں اور صدر سے ہم کو بات کرنے دیں۔

یحییٰ:۔ صدر ایوب کیوں کہ سپریم کمانڈر تھے اس لئے انہوں نے مجھے نامزد کیا تھا۔

نورانی:۔ صدر ایوب کو نہ اپنے بنائے آئین کی دھجیاں اڑانے کا حق تھا نہ آپ کو۔

یحییٰ:۔ مجیب اب اقتدار کی نہیں دو اسمبلیوں کی بات کرتا ہے۔

نورانی:۔ ہم سے انہوں نے کہا کہ صدر یحییٰ جھوٹ بولتا ہے۔

یحییٰ:۔ مجیب بکتا ہے سالا جھوٹا۔

Marfat.com

نورانی:۔ مسٹر پریذیڈنٹ اگر وہ جھوٹا ہے بقول آپ کے، اور آپ جھوٹے ہیں بقول اس کے تو ایک طریقہ سچائی کو پرکھنے کا باقی ہے وہ یہ کہ ہم سب لوگ یہاں موجود ہیں، مشرقی پاکستان کے لوگ بھی ہیں۔ آپ کل دس بجے صبح سب کو گول میز کانفرنس میں بلائیں تو معلوم ہو جائے گا کہ مجیب کیا چاہتا ہے اور آپ کیا چاہتے ہیں۔ سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے۔

یحییٰ:۔ (ذرا برہم ہو کر) میں گول میز نہیں بلاؤں گا۔

نورانی:۔ میں بھی غصے سے بولا۔ مسٹر صدر آپ مؤذن نہیں کہ حی علی الصلوٰۃ کہا اور نماز ہوگئی۔

یحییٰ:۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ فوج کو حکم دوں کہ وہ اپنا کام شروع کرے۔

نورانی:۔ یہ بڑا خطرناک فیصلہ ہوگا مسٹر پریذیڈنٹ۔ (میری بات کی سب مذکورہ بالا) حضرات نے تائید کی۔ وہ سب میری گفتگو پر بڑے مزے لے رہے تھے۔

یحییٰ:۔ بہر حال میں فیصلہ کر چکا ہوں۔

نورانی:۔ (ہم سب نے کہا) اس مسئلے کا فوجی حل نہیں۔ سیاسی حل ہونا چاہیے۔

آپ کی اس حق گوئی کو غیروں نے بھی سراہا اور خراج تحسین پیش کیا چنانچہ مشہور قوم پرست لیڈر خان عبدالولی خان نے مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے اسباب جاننے کیلئے بنایا گیا عدالتی کمیشن حمود الرحمٰن کمیشن کے روبرو یہ بیان دیا کہ مولانا شاہ احمد نورانی شیخ مجیب الرحمٰن سے مذاکرات کرنے اور عوامی لیگ کو اقتدار منتقل کرنے کے مؤقف کے حامی تھے اور وہ واحد آدمی تھے کہ جنہوں نے برملا یحییٰ خان کے سامنے یہ بات کہی تھی اور اسکو شراب نوشی پر ڈانٹا تھا مگر جنرل یحییٰ خان شراب نوشی میں اسقدر مدہوش ہو چکا تھا کہ اسے اہم اور ملکی معاملات اور اقتدار کی منتقلی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

اسی طرح چوہدری ظہور الٰہی (والد چوہدری شجاعت حسین) نے ۲۶ جولائی ۱۹۷۷ء کو روزنامہ مشرق میں اپنے انٹرویو کے دوران کہا کہ سابق صدر یحییٰ خان نے شاہ احمد نورانی سے میرا تعارف کرایا تھا اور کہا تھا کہ مشرقی پاکستان کے لیڈروں سے مذاکرات کے دوران جب مغربی پاکستان کے تمام لیڈر خاموش بیٹھے تھے تو شاہ احمد نورانی واحد آدمی تھا جو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مجھ سے بات کرتا تھا اور جس نے مجھے کہا تھا کہ تم کسی کو غدار قرار دینے والے کون ہوتے

Marfat.com

ہو،عوام کے نمائندوں کو اقتدار منتقل کر دواسکے بعد سیاسی معاملات کو حل کرنا ہمارا کام ہوگا۔

پاکستان کے حکمرانوں میں ذوالفقار علی بھٹو کا نام ایک ایسے حکمران کے طور پر مشہور ہے کہ جس میں مخالفت برداشت کرنے کا مادہ بالکل نہ تھا اور یہ بات سو فیصد صحیح بھی ہے کہ وہ اپنے مخالف کو مختلف حیلوں بہانوں سے مرعوب کر دیتے یا پھر آخری حربے کے طور پر قتل کرا دینے سے باز نہ آتے تھے جسکی زندہ مثال انکو مقدمہ قتل میں پھانسی کی سزا دینا ہے۔

مگر قائد اہلسنت علیہ الرحمہ نے اس سویلین آمر کے سامنے بھی ہمیشہ حق بات کی آپ اسی زمانے میں قومی اسمبلی کے ممبر تھے جب بھٹو صاحب سربراہ مملکت کے عہدے پر فائز تھے آپ اسمبلی میں ہوتے یا باہر عوام میں۔ ہر جگہ آپ بھٹو کے غیر اسلامی و غیر آئینی اقدامات پر شدید تنقید کیا کرتے حالانکہ اسوقت بھٹو کے خلاف بولنا یا اسکی حکم عدولی کرنا بھی جہاد سے کم نہ تھا ۱۹۷۰ء کے الیکشن کے بعد جب قومی اسمبلی کا اجلاس صدر یحییٰ نے ڈھاکہ بلانے کا اعلان کیا تو بھٹو صاحب نے لاہور کے جلسۂ عام میں یہ دھمکی آمیز بیان دیا کہ اگر کوئی رکن اسمبلی اجلاس کے سلسلے میں ڈھاکہ گیا تو اسکی ٹانگیں توڑ دی جائینگی مگر وہ درویش وقت مرد قلندر ڈھاکہ پہنچ گیا مگر اسی دوران یحییٰ خان نے بھٹو کے دباؤ میں آ کر اجلاس ملتوی کر دیا اور ادھر ہم ادھر تم کے نعرے کا جواز پیدا کر دیا۔

مسٹر بھٹو کے عہدہ صدارت سنبھالنے کے بعد ایک تقریب میں کوثر نیازی مرحوم نے آپ کا تعارف مسٹر بھٹو سے کرایا تو بھٹو صاحب نے کہا کہ اچھا یہ ہیں مولانا نورانی جو حکومت کے کاموں میں کیڑے نکالتے ہیں آپ نے فوراً جواب دیا کہ حکومت اپنے کاموں میں کیڑے نہ پڑنے دے تو ہمیں کیوں نکالنے پڑیں آپ کے اس برجستہ جواب سے حاضرین خوب محظوظ ہوئے جبکہ بھٹو صاحب کو شدید سبکی کا سامنا کرنا پڑا۔

سقوط مشرقی پاکستان کے بعد جب اسمبلی کا اجلاس بلایا گیا تو اسمیں بھی آپ نے پہلی ہی تقریر میں بھٹو کے پیش کردہ مجوزہ آئین کی دھجیاں بکھیر کر رکھدی تھیں اور جب وزیر اعظم کے انتخاب کا مسئلہ آیا تو اس وقت بھٹو کے آمرانہ مزاج کی وجہ سے کوئی شخص انکے مقابلے میں وزیر اعظم کا الیکشن لڑنے کو تیار نہ تھا اور اسوقت ضرورت بھی ایک ایسے شخص کی تھی جو بھٹو کے مدمقابل آسکے تو آپ اسوقت بھی جمہوری اقدار کی سربلندی کے لئے ذوالفقار علی بھٹو کی بلا مقابلہ وزیر

Marfat.com

اعظم بننے کی خواہش میں دیوار بن کر کھڑے ہو گئے اور حزب اختلاف کے فیصلے کے مطابق بھٹو کے مقابلے میں وزارت عظمٰی کا الیکشن لڑا اگرچہ آپ نے اسمیں صرف ۳۲ ووٹ حاصل کئے مگر آپکی جرأت و بہادری کو ملک بھر میں داد دی گئی کہ ایک ایسے وقت میں آپ نے بھٹو کا مقابلہ کیا جب کوئی دوسرا اس مقابلے کے لئے تیار نہ تھا۔

اسمبلی میں جب آپ کسی مسئلے پر بات کرنے کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو حکومتی ارکان پریشان ہو جایا کرتے تھے اور اکثر و بیشتر آپ کو زچ کرنے کیلئے مداخلت کیا کرتے مگر آپ نے کبھی بھی کسی کی مداخلت کی پرواہ نہیں کی بلکہ ہمیشہ حق بات کہی چنانچہ ایک مرتبہ قومی اسمبلی کے اجلاس میں چوہدری ظہور الٰہی نے بھٹو صاحب کے متعلق کہا کہ پاکستان کے ہر گھر میں بھٹو کی تصویر ہے اور پنجاب کے لوگ تو بھٹو کی پرستش کرتے ہیں اس پر آپ فوراً کھڑے ہو گئے اور اسپیکر کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جناب اسپیکر پرستش و عبادت صرف رب العزت کے لئے خاص ہے لہٰذا چوہدری صاحب اپنے الفاظ واپس لیں اور اللہ تعالٰی سے توبہ کریں چنانچہ آپ کے شدید الفاظ پر چوہدری صاحب نے اپنے الفاظ واپس لئے اور اسمبلی کے اندر ہی توبہ کی۔

اسی طرح اسمبلی کے ایک اجلاس میں وزیر صحت شیخ رشید کی میاں عطاء اللہ سے نوک جھونک ہو گئی اور شیخ رشید نے میاں عطاء اللہ کی داڑھی کو نشانہ بنایا تو آپ فوراً کھڑے ہو گئے اور اسپیکر کو متوجہ کر کے کہا جناب والا شیخ صاحب نے داڑھی کی توہین کی آپ غور فرمائیں اسپر فوراً شیخ رشید نے کہا کہ میں اپنے الفاظ کے لئے معافی مانگتا ہوں۔

اسمبلی میں جب مجوزہ دستور پر عام بحث کا آغاز ہوا تو اسوقت بھی آپ کی تقریر کے دوران حکومتی ارکان نے مداخلت کی تاکہ آپ اطمینان سے تقریر نہ کر سکے مگر آپ نے نہایت ہی تحمل سے خطاب کیا اور وہ خطاب ایک یادگار خطاب تھا جسکو ملکی ذرائع ابلاغ نے زبردست طور پر سراہا۔

چنانچہ روزنامہ جمہور نے ان الفاظ میں آپ کے خطاب پر تبصرہ کیا کہ ''منگل ۱۶ اپریل کو قومی اسمبلی کے شام کے اجلاس میں دستوری بل پر عام بحث میں حصہ لینے والے مقررین کی تعداد اگرچہ زیادہ تھی تاہم میدان جمعیت علمائے پاکستان کے قائد اور پارلیمانی لیڈر مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کے ہاتھ رہا۔ اسپیکر چوہدری فضل الٰہی نے نماز مغرب کے

Marfat.com

وقفے سے چند منٹ پہلے مولانا نورانی کا نام پکارا۔ مولانا کی تقریر موضوع اور متن کے لحاظ سے انتہائی پرمتانت اور تاثیر انگیز ہونے کے باوجود سارا عرصہ ایوان قہقہہ زار بنا رہا۔ ایوان کے ماحول میں زعفرانی کیفیت پیدا کرنے میں مولانا کی اپنی حس مزاح اور حاضر جوابی کا بہت زیادہ دخل تھا ابتداء ہی سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ سرکاری بنچوں والے مولانا کی تقریر کو مذاق ہی مذاق میں اڑا دینے کی کوشش کریں گے لیکن نورانی میاں بھی کوئی کچی گولیاں نہیں کھیلے تھے انہوں نے چومکھی لڑی اور حقیقت یہ ہے کہ اپنے مخالفین کو چاروں شانے چت گرا لیا ...اور خدا لگتی بات یہ ہے کہ میدان مار لیا''۔

تقریر کے چرچے کئی روز تک اخبارات میں ہوئے حق گوئی اور بے باکی سے بھری تقریر کے الفاظ یہ تھے:

مولانا نورانی نے دستوری مسودے میں امتناعی نظر بندی کے اختیارات کو ہدف تنقید بناتے ہوئے کہا۔ '' حکومت ان اختیارات کے تحت کسی بھی شخص کو دو سال میں آٹھ مہینے جیل کے اندر رکھ سکتی ہے،،۔

اسپیکر نے سوال کیا: مولانا! دو سال میں آٹھ مہینے کا کیا مطلب؟

مولانا نے وضاحت کی'' جناب والا دستوری بل کی متعلقہ دفعہ پر ایک نظر ڈالیے آپ کو خود معلوم ہو جائے گا کہ جہاں حکومت کا یہ بنیادی حق ہے کہ وہ کسی بھی فرد کو دو سال میں آٹھ مہینے جیل میں رکھ سکتی ہے، وہاں ہر فرد کا یہ بنیادی حق ہے کہ وہ دو سال میں ۸ مہینے جیل کے اندر رہے۔ وزیراعظم کے ان وسیع اختیارات کے بارے میں حکومت کے لوگ انکا موازنہ برطانیہ کے وزیراعظم کے اختیارات سے کرتے ہیں۔ لیکن برطانیہ کے وزیراعظم کو تو یہ اختیارات بتدریج دیے گئے ہیں لیکن یہاں آغاز ہی میں وزیراعظم کے پاس سب اختیارات جمع کر دیے گئے ہیں مولانا نے آزادی صحافت کے حکومتی تصور پر یوں تنقید کی:۔

'' پریس آزاد ہے... ایڈیٹر گرفتار ہے۔

پریس آزاد ہے.... اخبار بند ہے۔

پریس آزاد ہے.... چھاپہ خانہ سیل کر دیا گیا ہے''۔

مولانا نے حکمران جماعت کو تنبیہ کرتے ہوئے کہا:۔

'' آپ اخبارات کو پابند کرنے کی پالیسیوں سے باز رہیں۔ آپ کے مزار پر کوئی فاتحہ پڑھنے

Marfat.com

والا اور مرثیہ خواں بھی نہیں ہوگا''۔

مولانا نورانی نے ایک نڈر اور بے باک مبلغ اسلام کی حیثیت میں کہا:۔

''یورپ میں کسی شرابی کو ڈرائیورنگ کا لائسنس نہیں دیا جاتا اور اگر کوئی شراب پی کر ڈرائیونگ کرے تو اس کا لائسنس منسوخ کر دیا جاتا ہے لیکن ہمارے ایک شرابی نے شراب کی بوتل پر آدھا ملک توڑ دیا اور دنیا کی بہترین فوج کو ذلیل فوجوں میں شمار کرادیا۔ گاڑی شرابی کے ہاتھ میں ہے اس لئے آگے چلنا محال ہے ملک کا ڈرائیور شرابی ہوگا تو ملک کو تباہ کر دے گا''۔

آپ قومی اسمبلی میں نعرہ حق بلند کرتے ہوئے ایک مرتبہ پھر وزیر اعظم کے اختیارات پر گویا ہوئے:

اگر وزیر اعظم کو بہت زیادہ بااختیار بنا دیا گیا تو ہمیں اعتراض نہیں۔ لیکن ہمیں اعتراض یہ ہے کہ وزیر اعظم کو لائل پور (فیصل آباد) کا گھنٹہ گھر بنا دیا گیا ہے عدلیہ کی سڑک وزیر اعظم پر آ کر رکتی ہے انتظامیہ کی سڑک کا رخ بھی وزیر اعظم کی طرف ہے الیکشن کمیشن کی سڑک بھی اسی سمت جاتی ہے اور فوجوں میں کمیشن دینے کی سڑک بھی اسی گھنٹہ گھر پر پہنچ کر رکتی ہے اگر ہر شعبہ زندگی پر وزیر اعظم کا ہی قبضہ ہوگیا ہے تو یہ کہنا پڑے گا کہ:

ہر شاخ پہ الو بیٹھا ہے

اور پھر یہی سوال ہوگا کہ

انجام گلستان کیا ہوگا

مولانا نے قومی اسمبلی میں اپنے خطاب کے آخر میں کہا: ''مارشل لاء کے ضوابط کو تحفظ دینے کی دستوری دفعہ باعث شرم ہے، جناب والا... شرم والے کے لئے یقیناً باعث شرم ہے۔

حضرت قائد اہلسنّت علیہ الرحمہ کا ایک اصول تھا وہ یہ کہ آپ حکومت کی اچھی باتوں کی تعریف کرتے اور اسکی حمایت کرتے اور حکومت کے غلط اور غیر اسلامی کاموں کی بھرپور مخالفت کرتے چاہے وہ اسمبلی کے فلور پر ہو یا باہر عوامی میدان میں اور آپ نے اس اصول پر کبھی سمجھوتہ نہیں کیا۔

حالانکہ پیپلز پارٹی نے ابتدائی دنوں میں لوگوں کو یہ تأثر دینے کی کوشش کی کہ مولانا

Marfat.com

نورانی جلد ہی اپنے اراکین کے ساتھ پیپلز پارٹی میں شامل ہو جائینگے مگر آپ نے جس طرح ایک فعال اپوزیشن لیڈر کا کردار ادا کیا جس طرح ملک گیر دوروں سے عوام کو حکومت کے خلاف منظم کیا اس سے حکومت پریشان ہوگئی اس نے اس شاہین صفت شخص کو زیر دام لانے کیلئے ہر حربہ آزمایا مختلف عہدوں اور وزارتوں کا لالچ دیا حتیٰ کہ یہ کہا گیا کہ جے یو پی کو مرکز اور پنجاب وسندھ میں اہم وزارتیں اور اہم ممالک میں سفارتیں دی جائینگی یہاں تک کہ جمعیت کے کچھ ارکان کو بھی توڑ لیا گیا، جمعیت کے اندر خلفشار اور انتشار پیدا کرنے کی کوششیں کیں۔

جمعیت کے مقابلے میں ایک متوازی تنظیم قائم کرنے کے لئے سرکاری وسائل کا بے دریغ استعمال کیا گیا علماء ومشائخ کو لالچ، دھونس دھمکیاں دی گئیں مگر سوائے چند درباری ذہنیت کے حامل مولوی نما سجادہ نشین کہ جنکا نصب العین ہی خوشامد اور ہر صاحب اقتدار کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہونا تھا کے علاوہ کوئی عالم حق اپنی جگہ سے نہ ہٹا اور اپنے قائد اور بے خوف لیڈر کا ساتھ نہ چھوڑا حکومت نے اپنی پروردہ تنظیم کو فعال بنانے کی بھرپور کوشش کی میڈیا اور اخبارات میں حکومتی جمعیت کو نمایاں جگہ دلوائی گئی اخبارات کو قائد اہلسنّت کی خبریں شائع کرنے سے بھرپور روکا گیا مگر حکومت ساختہ جمعیت اخبارات سے آگے نہ بڑھ سکی اور عوام میں اسے کوئی پذیرائی نہ مل سکی اس کٹھن اور مشکل ترین وقت میں بھی قائد اہلسنّت نے اپنی روش کو نہ بدلا اپنے اصولوں پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا بلکہ آپکو حکومتی اقدامات روز بروز مضبوط سے مضبوط تر بناتے رہے حکومتی انتقامی آگ آپکو کندن کی شکل دے رہی تھی حتیٰ کہ وہ وقت بھی آیا جب ۱۹۷۲ء کے وسط میں مسٹر بھٹو ہندوستان یاترا کے لئے گئے اور وہاں سے پاکستانی قوم کیلئے ''شملہ معاہدے'' کا تحفہ لائے پیپلز پارٹی نے اس معاہدے کی حمایت میں بھرپور پروپیگنڈہ مہم شروع کردی اور یہ تأثر دیا کہ یہ ایک باعزت معاہدہ ہے اس میں قومی وقار اور غیرت کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے لیکن آپ نے معاہدے کی بعض شقوں سے شدید اختلاف کیا کہ وہ شقیں قومی سالمیت اور تحریک آزادی کے منافی تھیں آپ نے انکا سختی سے نوٹس لیا اور اسے اعلان تاشقند سے بھی برا قرار دیا۔

چنانچہ آپ نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کیا اور فرمایا کہ پاکستان نے اس معاہدے کے ذریعے ہندوستان کی جارحیت کو تسلیم کر لیا اس معاہدے میں پاکستان کے قومی مفادات کی قطعاً حفاظت نہیں کی گئی مشرقی پاکستان کو الگ کرنے کے بعد بھارت اس معاہدے کے ذریعے مغربی پاکستان کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی کوشش کرے گا اور یہ سب

Marfat.com

مفادات کی قطعاً حفاظت نہیں کی گئی مشرقی پاکستان کو الگ کرنے کے بعد بھارت اس معاہدے کے ذریعے مغربی پاکستان کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی کوشش کرے گا اور یہ سب کچھ امن کی آڑ میں ہوگا مولانا نورانی نے مسٹر بھٹو کی انتخابی مہم کے حوالے سے کہا کہ بعض لوگ اعلان تاشقند کی مخالفت کے نام پر ہی برسراقتدار آئے لیکن اب انہی لوگوں نے شملہ جا کر ایک ایسے معاہدے پر دستخط ثبت کر دیے ہیں جس کی رو سے حقیقت میں جموں و کشمیر کی جنگ بندی لائن کو بین الاقوامی سرحد تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اعلان تاشقند میں دونوں ملکوں نے جنگ بندی لائن سے اپنی فوجیں ہٹانے پر رضامندی ظاہر کی تھی۔ لیکن اب جموں و کشمیر میں ۱۷ دسمبر کی لائن آف کنٹرول کو ہی جنگ بندی لائن قرار دیا گیا ہے۔

مولانا نورانی نے معاہدہ شملہ کے اہم نکات پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا:۔

۱... معاہدے کی وجہ سے اب پاکستان حریت پسند کشمیریوں کی جدوجہد آزادی کی حوصلہ افزائی نہیں کر سکتا۔ نہ ہی مشرقی پاکستان میں متحدہ پاکستان کی تحریک کو امداد دے سکتا ہے۔

۲... پاکستان اب بھارت کی رضامندی کے بغیر کشمیر کے تنازعہ کو سلامتی کونسل میں پیش نہیں کر سکتا۔ بھارت کبھی بھی پاکستان کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں دے گا اور صرف بات چیت پر ہی اصرار کرے گا۔ اس طرح پاکستان عملاً کشمیر کے موقف سے دستبردار ہو گیا ہے۔

۳... شملہ معاہدے کے مطابق ثقافتی وفود کی آڑ میں بھارت اپنے جاسوس اور مداخلت کار پاکستان بھیجنا شروع کر دے گا جو باقی پاکستان کو بھی منتشر کرنے کے لئے کام کریں گے۔

۴... پاکستان نے بھارت کو ایسا امن پسند ملک تسلیم کر لیا ہے جو پرامن بقائے باہمی پر ایمان رکھتا ہے حالانکہ بھارت کی جارحیت سب پر عیاں ہے۔ مشرقی پاکستان کا المیہ ایک بین الاقوامی سازش کا نتیجہ ہے جس میں روس جیسی بڑی طاقت بھی شامل ہے۔ آپ قوم مسلم کو یہ پیغام دے رہے تھے کہ:

اپنی اصلیت سے ہو آگاہ اے غافل کہ تو
قطرہ ہے لیکن مثال بحر بے پایاں بھی ہے
کیوں گرفتار طلسم ہیچ مقداری ہے تو
دیکھ تو پوشیدہ تجھ میں شوکت طوفاں بھی ہے

Marfat.com

سینہ ہے تیرا امیں اسکے پیام ناز کا
جو نظام دہر میں پیدا بھی ہے پنہاں بھی ہے

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگی داماں بھی ہے

پھونک ڈالا ہے میری آتش نوائی نے مجھے
اور میری زندگانی کا یہی ساماں بھی ہے

بھٹو حکومت نے آپ کو ''راہ راست'' پر لانے کیلئے ہر ممکن طریقہ ایجاد کیا جائز و ناجائز ہتھکنڈے اپنائے چنانچہ بھٹو حکومت کی قائم کردہ نیم فوجی تنظیم ایف ایس ایف کے سابق ایڈیشنل ڈائیریکٹر جنرل ایم ایم حسن نے یکم جنوری ۲۰۰۴ء کو روزنامہ نوائے وقت ملتان کے ایک کالم میں تحریر کیا کہ:

ایک شب جب میں پنڈی میں اپنے مکان میں محو خواب تھا تو بارہ بجے کے قریب اے ڈی سی کا ٹیلی فون آیا کہ وزیر اعظم مجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں ذوالفقار علی بھٹو جو عموماً انگریزی میں گفتگو کرنے کے عادی تھے وہ بولے ''حسن! اس نورانی نے میری ناک میں دم کر رکھا ہے، کبھی وہ مجھے گالیاں دیتا ہے، تو کبھی میری بیوی کو برا بھلا کہتا ہے حتیٰ کہ وہ میری بیٹی کو بھی نہیں بخشتا میں یہ چاہتا تھا کہ تم اس کا دماغ ٹھیک کر دو'' قبل اسکے کہ میں کچھ کہتا ذوالفقار علی بھٹو نے ٹیلی فون رکھ دیا۔

ان دنوں قومی اسمبلی کا اجلاس اسٹیٹ بینک کی عمارت میں ہوا کرتا تھا اور وہاں پر وزیر اعظم کا بھی ایک دفتر تھا میں سویرے ہی وہاں جا پہنچا وہ کسی فائل کا مطالعہ کر رہے تھے میری صورت دیکھتے ہی وہ بولے ''کیا معاملہ ہے'' میں نے عرض کیا ''جناب عالی! گذشتہ شب آپ نے مولانا نورانی کے متعلق کچھ ہدایات دی تھیں میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ مجھے اس ضمن میں کیا کرنا ہے؟'' ذوالفقار علی بھٹو نے فائل ایک طرف رکھ دی اور اپنی کرسی پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور مجھے بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا اور بولے ''میں اسے مروانا نہیں چاہتا البتہ یہ ضرور میری خواہش ہے کہ اس کی دو چار ہڈیاں توڑ دی جائیں تاکہ اسکا دماغ ٹھکانے آجائے'' میں نے جب یہ عرض کیا کہ

Marfat.com

یہ تو بڑی نامناسب بات ہے تو وہ طیش میں آگئے اور بگڑ کر بولے ''تمہارا کیا خیال ہے؟ میں نے اتنی بڑی فورس بلاوجہ قائم کی ہے اور یونہی قومی دولت ضائع کر رہا ہوں؟''

جب انکا غصہ ذرا ٹھنڈا ہوا تو میں نے ہمت کر کے یہ عرض کیا ''سر! کیا یہ زیادہ مناسب نہ ہوگا کہ میں مولانا کے حلقہ احباب میں سے کسی باثر شخصیت سے یہ کہلوادوں کہ وہ ان نامناسب حرکتوں سے گریز کریں'' ذوالفقار علی بھٹو کو میری یہ تجویز پسند نہ آئی اور انہوں نے منہ بنا کر ہاتھ کے اشارے سے مجھے دفعان ہو جانے کو کہا اور بولے ''تمہارا جو جی چاہے کرو مگر میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ ان حرکتوں سے باز آ جائے'' میں اگلی پرواز سے کراچی جا پہنچا اور اپنے پرانے واقف حامد میاں سے جا کر ملا جو ان دنوں مسلم کمرشل بینک کے وائس پریذیڈنٹ تھے اور دینی حلقوں میں بڑے مقبول تھے اور اپنی بپتا سنائی اور ان سے تعاون کی درخواست کی میاں صاحب نے میری روداد سن کر مجھے توکل کمیٹی کے مالک انور سے ملنے کا مشورہ دیا کیونکہ وہ مولانا نورانی کے بڑے قریبی ساتھی تھے۔ چنانچہ میں نے انور توکل سے ملاقات کی اور اپنی رام کہانی سنائی مولانا نے مجھے اطمینان دلایا'' مولانا نورانی میرا بڑا لحاظ کرتے ہیں اور انشاءاللہ آپکو اس ضمن میں آئندہ کوئی شکایت نہ ہوگی۔

ایف ایس ایف کے اعلیٰ افسران کیلئے یہ احکامات تھے کہ جب کبھی وزیراعظم کہیں سے بیرونی دورے پر تشریف لے جائیں یا واپس لوٹیں تو اس شہر میں موجود ایف ایس ایف کا اعلیٰ ترین افسر ائیر پورٹ پر حاضر رہے مسعود محمود کی لندن سے واپسی کے بعد یہ اتفاق ہوا کہ ذوالفقار علی بھٹو ایران تشریف لے جا رہے تھے اور میں کراچی میں مقیم تھا اس لئے حسب معمول ائیر پورٹ پر رخصت کرنے والے وزراء اور اعلیٰ افسران کی صف میں شامل ہو گیا جب ذوالفقار علی بھٹو حاضرین سے ہاتھ ملا کر ہوائی جہاز کے قریب پہنچے تو انہوں نے انگلی کے اشارے سے مجھے اپنے پاس بلایا اور بولے ''میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ وہ مولانا قابل اصلاح ہے'' کیونکہ مولانا نورانی نے اپنی روش نہیں بدلی تھی مگر اب کیونکہ مسعود محمود صحت یاب ہو کر واپس آ چکے تھے اس لئے مولانا کو ''راہ راست'' پر لانا انکی ذمے داری تھی۔

مسعود محمود کی تمام دھمکیاں اور ترغیبات بے سود ثابت ہوئیں، میری دانست میں مولانا نورانی وہ واحد شخص تھے جو مخالفت کے باوجود ذوالفقار علی بھٹو کے ہتھکنڈوں سے محفوظ

Marfat.com

رہے۔

اسی طرح آپ کو راستے سے ہٹانے کے لئے بھی کئی سازشیں ہوئیں حتیٰ کہ بھٹو صاحب نے خود کئی افراد کو آپ کے قتل کا حکم دیا چنانچہ بھٹو کی کئی سازشیں طشت از بام ہوئیں اسی قسم کی ایک سازش کہ جسکا انکشاف بھٹو کے ایک ذاتی ملازم نورا کے بھائی عبدالستار نے کیا جو کہ ایک بدمعاش تھا اس نے ایک یادداشت جنرل ضیاء کے نام بھیجی جسمیں اس نے انکشاف کیا کہ مارچ ۷۷ء کے انتخاب کے موقع پر پنجاب کے سابق وزیراعلیٰ صادق حسین قریشی نے اسکو چیف منسٹر ہاؤس پنجاب میں طلب کر کے یہ حکم دیا کہ یثرب کالونی چوک اسلام آباد میں ہونے والے جلسۂ عام میں مولانا نورانی کو ختم کر دے ایسا کرنے پر اسکو مکمل تحفظ کی یقین دہانی کرائی گئی جبکہ حکم کی تعمیل نہ ہونیکی صورت میں اسکے خلاف سنگین مقدمات پر کاروائی سے ڈرایا گیا عبدالستار نے اس جلسے میں گڑبڑ کی لیکن وہ مولانا نورانی پر گولی نہ چلا سکا جسکی پاداش میں اسے تھانے لے جا کر پیٹا گیا۔

اسی طرح کی ایک اور سازش آپ کے قتل کی تیار کی گئی جسمیں آپ سمیت چودہ اپوزیشن راہنما تھے جبکہ چار افراد کا تعلق حکومتی گروہ میں سے تھا اور یہ پلان بنایا گیا تھا کہ پہلے چار حکومتی ارکان کو قتل کرنے کے بعد ہنگامہ آرائی کے دوران ان چودہ افراد کو راستے سے ہٹا دیا جائے مگر الحمدللہ حکومت کی یہ سازش بھی ناکام ہوگئی اور وقت سے پہلے راز کھل جانے کی وجہ سے حکومت کچھ نہ کر سکی مگر اس سازش کے طشت از بام ہونے کے باوجود آپ نے اپنی حفاظت کا کوئی انتظام نہ کیا بلکہ نظریہ حیات کہ موت و حیات اللہ کے سپرد ہے اگر موت آنی ہو تو وہ کہیں بھی آ سکتی ہے اپنے اس اصول پر کاربند رہے۔

پاکستان کی سیاسی تاریخ کی سب سے کامیاب تحریک، تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کو کامیاب بنانے میں آپ کا کلیدی کردار تھا چنانچہ اسکو ناکام بنانے کے لئے بھٹو نے تمام اپوزیشن راہنماؤں کو گرفتار کر کے پہلے سہالہ ریسٹ ہاؤس اور پھر وہاں سے سوائے مفتی محمود کے کہ انکو ریسٹ ہاؤس میں ہی رکھا گیا باقی دیگر ارکان کو ملک کی مختلف جیلوں میں بھیج دیا گیا جبکہ قائد اہلسنت علیہ الرحمہ کو پاکستان کے گرم ترین علاقے جیکب آباد کی گڑھی خیرو کی جیل میں قید تنہائی کے اندر رکھا گیا جبکہ سیاسی حلقوں کے مطابق گڑھی خیرو کے گرم ترین مقام اذیت میں اس شخص کو

Marfat.com

رکھا جاتا ہے جس سے حکومت کو سب سے زیادہ خطرہ لاحق ہوتا ہے۔آپ کیساتھ یہ خصوصی برتاؤ اس لئے روا رکھا گیا تھا کہ آپ وہ واحد سیاستدان تھے جنہوں نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے بعد سے بھٹو کے آمرانہ اور ملکی مفادات کے خلاف اقدامات کو ہدف تنقید بنایا تھا یہ مولانا نورانی ہی تھے جنکی وجہ سے بھٹو کو اپنے پورے دور اقتدار میں مستقل طور پر مضبوط اپوزیشن کا سامنا کرنا پڑا تھا اور یہ بات بھٹو کو ہرگز گوارا نہ تھی کہ کوئی اسکے کام میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ یا روک ٹوک کرے یہ صرف مولانا نورانی ہی کی ذات تھی کہ جسکو بھٹو خرید نہ سکا تھا جس نے بھٹو سے کسی قسم کے مفادات حاصل نہ کئے تھے جو کبھی بھٹو کے سامنے للچا کر بھیک مانگنے نہیں گیا تھا یہ وجوہات تھیں کہ جونہی جاگیردارانہ ذہن رکھنے والے بھٹو کو موقع ملا اس نے تمام گستاخیوں کا بدلہ لینے کی ٹھان لی حزب اختلاف کے دیگر راہنماؤں کے مقابلے میں حضرت قائد اہلسنّت واحد شخصیت تھے جنھیں کوئی رہائش گاہ یا ریسٹ ہاؤس میں نہیں رکھا گیا۔

مئی کا گرم ترین مہینہ تھا گڑھی خیرو کی لاک اپ کا چھوٹا سا کمرہ جسکی چھت بھی مکمل نہ تھی تمازت آفتاب سے تپ رہا تھا سورج کی شعاعیں براہ راست اس کمرے میں پڑتی تھیں۔وہاں نہ کوئی حمام تھا نہ بیت الخلاء بلکہ کمرے کے ایک کونے میں بلاک رکھے ہوئے تھے جھلسا دینے والی گرمی میں پنکھے کا کوئی انتظام تک نہ تھا اور اس پر مستزاد یہ کہ نہایت ہی سخت پہرہ لگا رکھا تھا کسی سے ملاقات کی اجازت نہ تھی لیکن قائد اہلسنّت کے پائے استقامت میں ذرا سی بھی لغزش نہ آئی آپ نے گرمی اور اذیت ناک ماحول میں قید تنہائی کا حوصلہ مندی سے سامنا کیا حتیٰ کہ ڈیوٹی پر متعین اہلکار آپ کے ساتھ ہونے والے سلوک پر اشکبار ہو جاتے مگر آپ کے ماتھے پر کبھی شکن نہ آئی۔گھٹیا ترین کھانا دیتے ہوئے جب پولیس اہلکار ہچکچاتے تو آپ خوش طبعی سے فرماتے کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے جیسی روٹی حکومت کہے وہی کھلاؤ۔

بھٹو حکومت اس قسم کے حربے استعمال کر کے آپ کو بھٹو کے قدموں پر ماتھا ٹیکنے پر مجبور کرنا چاہتی تھی لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ آپ نے اصولوں پر سودے بازی کرنا سیکھا ہی نہیں ہے۔آپکی رگوں میں ایسے اسلاف کا خون گردش کر رہا ہے جنہوں نے اپنی زندگیوں کو اسلام کیلئے وقف کر دیا تھا آپ نے گڑھی خیرو کی پولیس اور حوالات کی اذیتوں کو اپنے اعلیٰ وارفع مشن کے حصول کے لئے امتحان سمجھ کر خندہ پیشانی سے قبول کر لیا۔آپ نے حوالات کے اذیت آمیز ماحول میں اپنی ان مصروفیات کا آغاز کیا جس سے بہتر اس ماحول میں کوئی مصروفیت نہیں ہو سکتی

Marfat.com

تھی آپ نے سخت مشکلات کے بعد مقامی عالم دین مولانا علی نواز لغاری صاحب کے ذریعے کتابیں اور قرآن شریف منگوایا اور اپنی پوری توجہ قرآن شریف کی طرف متوجہ کردی آپ نے اپنی رہائی کے بعد جیل کی اذیت کے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ کافی عرصے سے نظام مصطفیٰ ﷺ کی جدوجہد میں مصروفیت اس قدر تھی کہ پوری یکسوئی کے ساتھ ذکر وفکر کا موقع نہیں ملا تھا الحمدللہ گڑھی خیرو میں یہ موقع مل گیا۔

ظلم واستبداد کے خلاف ثابت قدمی کا ایسا ارفع واعلیٰ مظاہرہ کم ازکم پاکستانی سیاست میں آج تک نہیں ملا اور شاید قیامت تک اس کی نظیر نہ مل سکے۔ آپ نے کبھی بھی ان تکالیف کا ذکر کسی سے نہ کیا کہ آپ اسکو اللہ تعالیٰ افضل وکرم گردانتے تھے اور آپ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر شکوہ وشکایت اسکے بندے کے لئے جائز نہ تھی۔

چنانچہ جب سردار عبدالقیوم جو بھٹو کی طرف سے قائدین تحریک سے ملاقات اور مذاکرات پر آمادہ کرنے کیلئے نکلے تو سردار عبدالقیوم نے تمام قائدین سے جیلوں میں جاکر ملاقاتیں کیں مگر جب وہ مولانا نورانی سے ملاقات کے لئے پہنچے تو یہ ملاقات بجائے گڑھی خیرو کی حوالات کے جیکب آباد کے ریسٹ ہاؤس میں کرائی گئی آپ نے اس ملاقات میں اپنی تکالیف وصعوبتوں کا ذکر تک نہ کیا بلکہ صرف قومی معاملات پر گفتگو کی سردار قیوم سے ملاقات کے بعد جبکہ آپکو واپس جیل بھیجا جارہا تھا صحافیوں نے سردار صاحب سے مولانا نورانی کی قید اور اذیت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ مولانا نے شکایت تو کیا اس کا ذکر تک نہیں کیا اور اگر مجھے پہلے پتہ ہوتا کہ حکومت نے انکو اسطرح رکھا ہے تو میں ان سے ملاقات کے لئے آنے سے ہی انکار کردیتا تمام قومی راہنماؤں کو مولانا نورانی کے ساتھ کئے گئے اس ناروا سلوک کا بے حد رنج تھا۔

ائیر مارشل اصغر خان نے تو اپنی کتاب جنرلز ان پالٹکس میں انکا بطور خاص ذکر کیا ہے آپکو جب جیکب آباد ریسٹ ہاؤس سے دوبارہ گڑھی خیرو لایا جارہا تھا تو ایک شخص نے آپکے احساسات کے متعلق دریافت کیا تو آپکا جواب آپکے آہنی ارادوں کی طرح مضبوط تھا کہ اگر نظام مصطفیٰ کے نفاذ اور پاکستان کی بقاء کیلئے میرے جسم کی بوٹی بوٹی کر کے جانوروں کے سامنے بھی ڈال دی جائے تو اسوقت بھی یہ بات میرے لئے قابل فخر ہوگی اس قسم کے ظالمانہ ہتھکنڈوں سے ہمارے ایمان کو متزلزل نہیں کیا جاسکتا آپکو ایک دودن نہیں مسلسل سترہ دنوں تک اس اذیت ناک ماحول میں رکھا گیا مگر آپ نے اپنے ارادوں میں رتی برابر بھی کوئی کمزوری نہ دکھائی پھر جب آپ کے ان حالات کی خبر اخبارات کے ذریعے لوگوں تک پہنچی تو لوگوں کے شدید احتجاج اور خاص کر قومی اتحاد کے راہنماؤں کی شدید تنقید کی وجہ سے بھٹو کو آپکو گڑھی خیرو سے راولپنڈی منتقل کرنا پڑا حضرت قائد اہلسنت پر کئی قاتلانہ حملے بھی ہوئے مگر وہ بھی آپکو خوف زدہ نہ کرسکے

Marfat.com

اور آپکو اپنے مشن سے نہ ہٹا سکے۔

سانحہ لاہور:۔

۱۸ اگست ۱۹۷۷ء تاریخ کا وہ سیاہ ترین دن ہے جب قائد اہلسنت علیہ الرحمہ لاہور میں قومی اتحاد کے اجلاس میں شرکت کے لئے جا رہے تھے تو آپکو پیپلز پارٹی کے جیالوں نے اپنے سربراہ کی موجودگی میں آپ پر حملہ کر دیا اور ایک بدمعاش نے کار کے پچھلے شیشے پر اینٹ مار کر شیشے کو چکنا چور کر دیا اور اینٹ کار کے اندر پچھلی سیٹ کے قریب گر گئی۔ اتفاق ایسا ہوا کہ نہ پچھلی سیٹ پر کوئی بیٹھا تھا نہ آپ تک یہ اینٹ پہنچ سکی۔ پھر ڈرائیور سے متصل اگلی سیٹ پر ایک غنڈے نے آپ کو اینٹ ماری جو عمامہ پر لگتے ہی گر گئی۔ ایک اور ظالم نے سر پر ڈنڈا مارا وہ بھی کارگر نہ ہوا اور بحمد اللہ عمامہ شریف کی برکت سے تینوں وار خالی گئے بھٹو کے غنڈوں کی اس پے در پے یورش میں کار کی کھڑکی کی طرف لپکنے والوں کو جب آپ نے ہاتھ باہر نکال کر زور سے پیچھے ہٹانا چاہا تو اس جھٹکے میں عمامہ کھڑکی سے باہر گر گیا اور ایک بدمعاش نے آپ کی کلائی پر زور سے ڈنڈا مارا جس کا نشان ابھر آیا اور عمامہ شریف غنڈوں نے تار تار کر دیا اسی دوران غنڈے کار کے آگے سے ذرا ہٹے۔ تو ڈرائیور نے تیزی سے گاڑی نکال لی اور بفضلہٖ تعالیٰ غنڈوں کے مزید ظلم وستم سے آپ کو بچا لے گیا۔ اور یوں قدرت نے نظام مصطفےٰ ﷺ کے نعرہ کی برکت سے آپ کی حفاظت فرمائی۔ اگرچہ پیپلز پارٹی کے غنڈوں کا یہ حملہ بہت زوردار تھا لیکن یہ کوئی نیا واقعہ نہیں تھا۔ پہلے بھی ان لوگوں کی طرف سے اس قسم کے متعدد حملے ہو چکے تھے۔

مگر قائد اہلسنت اس عظیم واقعے پر آزردہ خاطر نہ ہوئے بلکہ ہمیشہ کی طرح اپنے معتقدین کو ایسا تسلی بخش جواب دیا جو تاریخ میں آپکے نام کو امر کر گیا ایسے جواب کی امید صرف آپ ہی سے کی جا سکتی تھی آپ نے فرمایا کہ میں تو اس آقا کے نظام کو نافذ کرنے کی جدوجہد کر رہا ہوں جس نے لوگوں کے پتھر بھی کھائے ہیں جنہوں نے مجھ پر حملہ کیا ہے الحمد للہ مجھے آقا کی اس سنت پر عمل کا موقع فراہم کیا ہے جو آپ کے ساتھ طائف کے میدان میں ہوا تھا اور ویسے بھی اس کی راہ میں پگڑی تو کیا سر بھی حاضر ہے اور نظام مصطفےٰ ﷺ کے لئے تو یہ کوئی خاص قربانی نہیں ہم تو اس سے بھی بڑی قربانیاں دینے کے عادی ہیں اور انشاء اللہ آئندہ بھی قربانیاں دینگے اور یہ کہ ہم تو پیارے مصطفےٰ ﷺ کے نام لیوا اور نظام مصطفےٰ ﷺ کے داعی ہیں اور در سرکار کی مدد جنکے

Marfat.com

شامل حال ہوتی ہے پیپلز پارٹی کے غنڈے تو کجا انہیں جنگل کے شیروں سے بھی خطرہ نہیں ہوتا اور ہمارا تو حرز جاں قصیدہ بردہ شریف کا یہ شعر ہے کہ:

ومن تکن برسول اللہ نصرتہ
ان تلقہ الاسد فی اجام ھاتجم

اقبال نے آپ ہی جیسے بے لوث افراد کیلئے کہا کہ:

کب ڈرا سکتا ہے غم کا عارضی منظر مجھے
ہے بھروسہ اپنی ملت کے مقدر پر مجھے
یاس کے عنصر سے ہے آزاد میرا روزگار
فتح کامل کی خبر دیتا ہے جوش کارزار
ہاں یہ سچ ہے، چشم بر عہد کہن رہتا ہوں میں
اہل محفل سے پرانی داستاں کہتا ہوں میں
یاد عہد رفتہ میری خاک کو اکسیر ہے
میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے
سامنے رکھتا ہوں اس دور نشاط افزا کو میں
دیکھتا ہوں دوش کے آئینے میں فردا کو میں

اس واقعے کی خبر لاہور میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور دوسرے دن اخبارات کے ذریعے سارے ملک میں نہایت افسوس کے ساتھ سنی گئی اس واقعے کا ردعمل اتنا شدید تھا کہ جمعیت کے کارکنان کسی کے قابو میں نہیں آرہے تھے قائد اہلسنت علیہ الرحمہ کے بیان سے بھی انکے دل ٹھنڈے نہیں ہوئے کہ وہ اپنے قائد کی بڑائی اور عظمت کو دل سے مانتے تھے حتیٰ کہ جگر گوشہ حکیم الامت مفتی محمد مختار احمد نعیمی نے دفتر جمعیت لاہور میں مشتعل کارکنوں سے خطاب کیا اور اعلان کیا کہ ہم اپنے قائد پر حملے کا بدلہ لیں گے اور ۱۰ اگست کو بھٹو کو داتا دربار کے باہر پکڑیں گے چنانچہ مارشل لاء حکام نے موقع کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے بھٹو کو حکم دیا کہ وہ اپنے پروگرام کے مطابق داتا دربار نہیں جاسکتے بلکہ جلد از جلد لاہور تو کیا پنجاب سے نکلنے کا راستہ پکڑیں چنانچہ اس نے سرکاری حکم کی تعمیل اور فوراً پشاور کا راستہ ناپا۔ لاہور سے اسکی روانگی پر اخبارات نے سرخی جمائی کہ بھٹو میدان سے بھاگ گیا۔ مذکورہ شرمناک واقعے کی اخبارات اور رسائل اور سیاست دانوں حتیٰ کہ حکمرانوں نے سخت مذمت کی چنانچہ روزنامہ نوائے وقت نے گیارہ اگست کے اداریہ میں لکھا کہ:

''شر پسند ذہن میں ایک ایسا عنصر بھی شامل ہے۔ جو اس لئے بھی شرم اور خوف سے بے نیاز ہو چکا ہے کہ اپنے سرپرستوں کے طویل (عوامی) دوار اقتدار میں اسے بدسے

Marfat.com

گیارہ اگست کے اداریہ میں لکھا کہ:

''شر پسند ذہن میں ایک ایسا عنصر بھی شامل ہے۔ جو اس لئے بھی شرم اور خوف سے بے نیاز ہو چکا ہے کہ اپنے سرپرستوں کے طویل (عوامی) دوارِ اقتدار میں اسے بد سے بدتر بات اور حرکت پر بھی کچھ نہیں کہا جاتا تھا۔ اور اب بھی یہ حالت ہے کہ پیپلز پارٹی کے جن ذمہ دار لیڈروں کو ایک اہم سیاسی راہنما اور قابل احترام دینی شخصیت کی دستار کی دھجیوں کی نمائش پر سختی سے ملامت کرنی چاہیئے تھی انھوں نے ہنس کر یہ حرکت نظر انداز کر دی گویا اس پر خوش ہو کر اس ذہن کی بالواسطہ حوصلہ افزائی کی''۔

ہفت روزہ افریشیا نے لکھا کہ:

ذوالفقار علی آف لاڑکانہ وہ پہلا شخص ہے جس نے پاکستان کی سیاست میں بدزبانی اور بدمعاشی کو رائج کیا ہے اس بدبخت نے لاہور کے چند بدمعاشوں کی مدد سے مولانا شاہ احمد نورانی کی بے حرمتی کرنے کی کوشش کی۔ اگرچہ عوام کی نظروں میں جناب نورانی کی عزت و مرتبت میں ویسا ہی اضافہ ہوا ہے۔ جیسے امام احمد بن حنبلؒ کی عزت و توقیر میں ہوا تھا۔

لیکن اس سے یہ ضرور ثابت ہو گیا کہ ذوالفقار علی بدستور ایک بدقماش آدمی ہے۔ جس کی عبرت کی حس مردہ ہو چکی ہے اور اس کی سیاست ایک غنڈے کی سیاست ہے''۔ ''فخر ایشیا'' (بھٹو) کے ''جیالے'' کارکنوں نے ایک ایسا کارنامہ سرانجام دیا ہے جو کبھی بھلایا نہ جا سکے گا۔ ان ذلیل بدمعاشوں نے پاکستان کے ایک نہایت ہی محترم رہنما مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کی پگڑی پر ہاتھ ڈالا ہے یہ ایسا واقعہ ہو گیا کہ لاہور والوں کے سر شرم سے جھک گئے اور دل ہل گئے مولانا نورانی کے لئے تو پگڑی کیا خدا کی راہ میں سر بھی حاضر تھا۔ بدمعاشوں کے اس سردار کو تو خدا نے پگڑی نہیں دی لیکن اس کی پتلون ضرور اترنے والی تھی۔ مگر مارشل لاء والوں نے امن و امان کی خاطر اسے بچا لیا مگر کب تک؟ یہ سانحہ ایسا نہیں کہ بھلایا جا سکے''۔

''چیف آف آرمی سٹاف اور چیف آف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق نے مولانا شاہ احمد نورانی پر حملہ کی خبر سن کر ٹیلیفون پر آپ کی خیریت دریافت کی اور ۱۴ اگست ۷۷ء کو قوم کے نام اپنے نشری خطاب میں غنڈوں کو انتباہ کرتے ہوئے فرمایا کہ لاہور میں جو

Marfat.com

سانحہ ہو چکا ہے وہ چوں کہ مارشل لاء کے دوران ہوا ہے اس لئے میں نے اس کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے مولانا نورانی سے معذرت کی ہے کیونکہ وہ اس سانحہ میں زیادہ متاثر ہوئے ہیں''۔

''پاکستان پیپلز پارٹی کے سیکریٹری اطلاعات کوثر نیازی نے مولانا نورانی کی توہین کی شدید مذمت کی اور کہا کہ مجھے یہ معلوم کر کے اذیت ہوئی ہے کہ کچھ لوگوں نے مولانا شاہ احمد نورانی کی توہین کی اور ان کی پگڑی اتاری یہ حرکت کرنے والے سیاسی کارکن نہ ہوں گے۔ غنڈہ عناصر ہوں گے۔ اور غنڈہ عناصر کی حوصلہ افزائی کوئی ہوشمند نہیں کرسکتا''۔ (نوائے وقت لاہور ۸ اگست ۱۹۷۷ء)

ہزار خوف ہو لیکن زبان ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

اگر حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ کی مبارک زندگی پر نظر ڈالیں تو آپکی زندگی میں کوئی بھی وقت ایسا نظر نہیں آتا جب آپ نے دل کے فیصلے کے خلاف کوئی بات کی ہو کبھی منافقت کی راہ اختیار کی ہو آپ نے ہمیشہ اپنے دل کی بات کی ہمیشہ حق اور سچ بات زبان پر لاتے اس لئے آپ کو کبھی پشیمانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا آپ بحیثیت ایک دفاعی ادارے کے فوج کی بے حد عزت وتکریم کیا کرتے تھے اپنی تقاریر میں پاکستانی افواج کو عالم اسلام کی فوج گردانتے مگر آپ ملک کے اندر فوجی حکومت کے ابتداء ہی سے سخت مخالف تھے۔

جیسا کہ آپکی صدر یحییٰ خان سے ملاقات سے واضح ہوتا ہے کہ اسطرح اس ملک میں بھٹو کے مظالم حد سے بڑھ گئے اور انتخابات میں دھاندلی کے بعد تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ چل پڑی اور ملکی حالات روز بروز خراب سے خراب تر ہوتے گئے اور بھٹو حکومت نے قومی اتحاد سے مذاکرات کو سنجیدگی سے نہ لیا تو فوج کو ملک میں منصفانہ الیکشن کرانے کے لئے اپنے بیرکوں سے نکلنا پڑا چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل ضیاء الحق نے قوم سے اپنے پہلے خطاب میں یہ وعدہ کیا کہ آئین کے مطابق فوج تین ماہ کے اندر ملک میں انتخابات کروا کر واپس اپنی بیرکوں میں چلی جائیگی اس حد تک تو فوجی ایکشن ٹھیک تھا کہ یہ ملک کی امن وسلامتی کے لئے ضروری تھا مگر جب جنرل ضیاء نے اپنے وعدے کو فراموش کیا اور انتخابات ملتوی کرادیئے تو مولانا نورانی نے اس فوجی حکمراں کی بھرپور مخالفت کی آپ فوجی مارشل لاء کو وقتی ضرورت کے طور پر قبول کرنے کو تیار تو تھے مگر مارشل لاء حکمرانوں سے راہ ورسم بڑھانے اور مسلسل رابطوں کے خلاف تھے کہ ایسے رابطے قوم کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانے کے مترادف ہیں مگر قومی اتحاد کے بعض راہنما مسلسل جنرل

Marfat.com

ضیاء سے رابطے بڑھا رہے تھے اور باہمی مشورے کے بغیر پالیسی بیان جاری کر دیتے تھے آپ اتحاد کے ان راہنماؤں کے اس رویے سے سخت نالاں تھے اور آپ نے اس کا برملا اظہار بھی کیا کہ قومی اتحاد کے اساسی دستور کے مطابق پالیسی امور کے متعلق تمام فیصلے اتفاق رائے سے ہونا ضروری ہے لیکن اس اصول کی خلاف ورزی کی جاتی رہی اور آپ اصولوں کی خلاف ورزی کو سخت ناپسند کرتے تھے کہ بے اصولی ہمیشہ اتحاد و یکجہتی کے خاتمے کا محرک ہوتی ہے مگر قومی اتحاد کے بعض راہنماؤں نے اندرون خانہ مارشل لاء کی حمایت کا فیصلہ کر رکھا تھا اور اسی کے مشورے پر جنرل ضیاء نے یہ نعرہ لگایا کہ پہلے احتساب پھر انتخاب اور الیکشن ملتوی کر دیئے آپ نے جنرل ضیاء کی اس وعدہ خلافی پر سخت احتجاج کیا۔

آپ ہمیشہ انتخابات کے حامی تھے اور چور دروازے سے اصولوں کی خلاف ورزی کر کے اقتدار میں شمولیت کو جمہوریت کی موت قرار دیتے تھے، قومی اتحاد میں شامل اکثر جماعتیں قومی اتحاد کے دستور و منشور اور عوام سے کئے گئے وعدے کو بھلا کر آمرانہ حکومت کی حامی بن گئیں۔ صرف اور صرف قائد اہلسنّت علیہ الرحمہ اور آپ کی جماعت جمعیت علماء پاکستان تھی جس نے عوام سے کئے گئے وعدۂ نفاذِ نظام مصطفیٰ ﷺ کی پاسداری کی اور چور دروازے سے حکومت میں شمولیت سے یکسر انکار کر دیا۔ جنرل ضیاء نے کئی بار کوشش کی کہ وہ اس شاہین کو زیر دام لا سکے مگر آپ نے اس کی وعدہ خلافیوں اور اصولوں سے انحراف کے بعد اس سے کسی قسم کے تعاون کو حرام قطعی قرار دیا اس نے کئی مرتبہ آپ کو کبھی ملاقات کے نام پر بلایا، کبھی بریفنگ کے نام پر دعوت دی مگر آپ نے کبھی اس کی دعوت کو درخور اعتناء نہ سمجھا۔ جنرل ضیاء الحق پر آپ کے غم و غصہ اور اس سے اعراض کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جنرل ضیاء نے حکومت کی باگ دوڑ سنبھالتے ہی اپنے خبث باطنی کو ظاہر کر دیا تھا اور ایسے احکامات جاری کئے تھے جن سے اس ملک کی عظیم اکثریت کے جذبات مجروح ہو رہے تھے۔

ایک مرتبہ جنرل ضیاء الحق نے ملک کے مقتدر سیاست دانوں کو مشاورت کے نام پر بلایا مگر آپ نے ملاقات سے انکار کر دیا جبکہ جنرل ضیاء کی یہ خواہش تھی کہ مولانا نورانی ضرور شریک ہوں اس نے مختلف افراد سے سفارشیں کروانا شروع کر دیں حتیٰ کہ ضیاء الامت پیر کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ سے کہا کہ آپ کسی طرح مولانا نورانی کو تیار کریں کہ وہ اس بریفنگ میں

Marfat.com

شریک ہو جائیں جس پر پیر صاحب نے جنرل ضیاء سے وعدہ کرلیا کہ میں مولانا نورانی کو اس میں شرکت پر تیار کرلوں گا آپ فکر نہ کریں۔ حضرت ضیاء الامت علیہ الرحمہ آپ کے پاس تشریف لائے اور شرکت کیلئے اصرار کیا آپ کے انکار پر جب پیر صاحب نے یہ کہا کہ اب یہ تو میری عزت کا سوال ہے، میں تو جنرل ضیاء سے آپ کی شرکت کا وعدہ کر چکا ہوں تو حضرت نے فرمایا کہ ٹھیک ہے آپ کی عزت کی خاطر میں اس میں شرکت کرلوں گا۔

آپ نے شرکت کی مگر جب جنرل ضیاء نے کہا کہ مجھے کچھ سیاستدانوں نے کہا کہ انتخابات ملتوی کرادیں تو آپ کو جلال آ گیا اور آپ نے جنرل ضیاء سے کہا کہ مجھے ان سیاست دانوں کے نام بتاؤ، کونسے سیاستدانوں نے کہا کہ انتخابات ملتوی کرادیں۔ تم ایک جھوٹے آدمی ہو تم نے انتخابات کا قوم کے سامنے وعدہ کیا تھا، تم نے پوری قوم کے ساتھ مذاق کیا ہے، میں تو پیر صاحب کے حکم اور ارشاد کی تعمیل کیلئے یہاں آ گیا ورنہ میں تو ایک جھوٹے اور دغا باز شخص سے ملاقات نہیں کرتا۔ یہ کہہ کر آپ اٹھ کر چلے آئے اور جنرل ضیاء اور اس کے حواری ایک دوسرے کے منہ دیکھتے رہ گئے۔

اسی طرح جب کچھ افراد کی طرف سے یہ پروپیگنڈہ کیا جا رہا تھا کہ مولانا نورانی کو چاہیے کہ جنرل ضیاء سے ملاقات کریں اور اپنے تفصیلی موقف سے ان کو آگاہ کریں اور جنرل ضیاء تو آپ سے ہر وقت اور ہر جگہ ملاقات کرنے پر تیار تھے۔ چنانچہ جب آپ کو وزیر داخلہ محمود اے ہارون نے بارہا مرتبہ اصرار کیا کہ آپ جنرل ضیاء سے مل لیں تو آپ نے پھر جنرل ضیاء سے ملنے کا فیصلہ کیا تا کہ ان کارروائیوں سے بھی ان کو آگاہ کریں جو سراسر معمولات اہلسنّت میں مداخلت تھیں اور اشتعال کا سبب بن رہی تھیں۔

یہ ملاقات ستمبر کے دوسرے ہفتہ میں ایوان صدر کراچی میں طے پائی جب مولانا طے شدہ وقت پر اپنے وفد کے ہمراہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ اس وقت جنرل ضیاء الحق پاکستان کے سابق وزیر اعظم چوہدری محمد علی سے گفتگو کر رہے ہیں جہاں لمحہ لمحہ قیمتی ہو وہاں بے اصولی کا یہ مظاہرہ دیکھ کر مولانا طیش میں آ گئے کیوں کہ مولانا نے خود ہمیشہ وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھا۔ انہوں نے وہاں موجود اسٹاف کو کہا کہ کیا جنرل ضیاء نے ہمیں فارغ سمجھ رکھا ہے، خود ہی منتیں کر کے بلواتے ہیں اور پھر دوسروں کو ملاقات کے لئے بلا لیتے ہیں اس لئے

Marfat.com

کا یہ مظاہرہ دیکھ کر مولانا طیش میں آگئے کیوں کہ مولانا نے خود ہمیشہ وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھا۔ انہوں نے وہاں موجود اسٹاف کو کہا کہ کیا جنرل ضیاء نے ہمیں فارغ سمجھ رکھا ہے، خود ہی منتیں کر کے بلواتے ہیں اور پھر دوسروں کو ملاقات کے لئے بلا لیتے ہیں اس لئے ہم ان سے ملاقات نہیں کریں گئے وہ کہہ کر اٹھ کر چل دیئے جنرل ضیاء الحق کو اس صورتحال کی اطلاع دی گئی۔ جنرل ضیاء فوراً باہر آئے اور مولانا نورانی سے معذرت کرتے ہوئے کہنے لگے، مولانا مجھے بہت افسوس ہے دراصل میں آپ سے ہی ملاقات کا منتظر تھا ٹائم ٹیبل میں تھوڑے سے ردوبدل کی وجہ سے آپ کو پریشانی ہوئی، مولانا غصے کے عالم میں بولے، جنرل صاحب! اگر آپ ایک کمرے کے نظام کو صحیح طریقہ پر نہیں چلا سکتے تو پورے ملک کی حکومت کیسے چلا سکتے ہیں؟

ضیاء الحق نے حضرت کی شخصیت کے بارے میں غلط اندازہ لگایا تھا اس کا خیال تھا کہ جس طرح دیگر سیاستدان اقتدار کی بھوک میں مبتلا ہو کر ان کے پاس بھاگ بھاگ کر آتے ہیں، مولانا بھی سیاست دان ہیں اسلئے اسی قبیل سے ہوں گے اور صدر پاکستان سے ملاقات ان کے لئے اعزاز ہوگی مگر اس کے تمام اندازے غلط ثابت ہوئے کیونکہ آپ اسلام کے اصولوں پر زندگی گزارنے والے شخص تھے اس لئے اقتدار پرستی ان کا مزاج نہ تھا وہ بڑی مشکل سے مذاکرات کے لئے اندر جانے پر راضی ہوئے جنرل ضیاء الحق کے ہمراہ سندھ کے گورنر لیفٹیننٹ جنرل ایس ایم عباسی بھی تھے مذاکرات میں حضرت نے سول کابینہ کی طرف سے عقائد کے معاملات میں مداخلت کے متعلق پوچھا کہ کیا یہ سب آپ کی مرضی سے ہو رہا ہے؟

جنرل ضیاء الحق نے وضاحت چاہی، مولانا نے محکمہ اوقاف سے جاری شدہ آرڈرز کی فوٹو اسٹیٹ نقول دیتے ہوئے دریافت کیا کہ مساجد میں صلوٰۃ وسلام پر پابندی کے احکامات کیا آپ کی طرف سے ہیں؟ ان احکامات کو دیکھ کر جنرل نے لاعلمی ظاہر کی اور وضاحت کی کہ میرا اس سلسلے سے کوئی تعلق نہیں، ہے اور یقین دلایا کہ وہ اس کے متعلق انکوائیری کرائیں گے، نہ صرف احکامات منسوخ ہوں گے بلکہ متعلقہ محکمہ کے ذمہ دار افراد سے پوچھا جائے گا۔ اس طرح کے دوسرے معاملات پر گفتگو ہوتی رہی۔

حضرت قائد اہلسنّت علیہ الرحمہ کی بے باکی اور حق گوئی بھلا ایک فوجی افسر کو کہاں

Marfat.com

گوارہ ہوسکتی تھی چنانچہ اس نے آپ کے خلاف انتقامی کاروائیاں شروع کردیں آپ کے سندھ سے نکلنے پر پابندی عائد کردی، سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات میں آپ کے داخلے پر پابندی عائد کروادی آپ کے حلقہ اثر ورسوخ میں آپ کا سحر توڑنے کیلئے آپ کی جماعت J.U.P کے مدمقابل لسانیت کی بنیاد پر ایک جماعت M.Q.M قائم کرادی آپ کے قریبی اور بااعتماد ساتھیوں میں سے کسی کو حکومتی کمیٹیوں کی چیئرمین شپ کے نام پر، کسی کو مجلس شوریٰ اور وزارت کے نام پر، کسی کو اسلام سے عقیدت ومحبت کے نام پر خرید لیا حتیٰ کہ آپ کے انتہائی قریبی افراد بھی آپ کا ساتھ چھوڑ گئے مگر آپ نے اپنے اصولی موقف سے روگردانی نہ کی۔ آپ کو جب حکومت میں شمولیت کی دعوت دی گئی تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ اگر یزید کی بیعت کرلوں تو ابن زیاد بنوں گا اور اس کے سامنے ڈٹ گیا تو امام حسین کے طریقے پر عمل پیرا ہوں گا اور ہم تو امام حسین کے ماننے والے ہیں۔

جنرل ضیاء الحق کی تخلیق شدہ جماعت M.Q.M نے کراچی وحیدرآباد میں ایک نئی سیاست کا پرچار کیا اور ایک نیا طریقہ سیاست ایجاد کیا جس کو حکومت کی بھرپور سرپرستی حاصل تھی اور وہ سیاست کے نام پر دہشت گردی تھی اس تنظیم کا ایک اصول اور نعرہ تھا کہ جو ہماری مخالفت کریگا اس کو اس دنیا میں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ قائد کے غدار موت کے حقدار کا نظریہ عام کیا گیا۔ آپ چونکہ مذہبی، قومی اور جمہوری سیاست کے علمبردار تھے لہٰذا آپ نے اس لسانی اور آمرانہ طرز سیاست کی بھرپور مخالفت کی جس کی پاداش میں آپ کو کراچی میں بزور اسلحہ جلسوں اور تقریروں سے روکا گیا۔ آپ کے جلسوں پر فائیرنگ کی گئی۔ ۲۹ نومبر ۱۹۸۸ء وہ تاریک دن تھا جب ملیر کے آر، سی، ڈی گراؤنڈ میں آپ کے جلسے میں لسانی سیاست کے علمبرداروں نے حملہ کر دیا تو چاروں طرف سے فائرنگ کی بوچھاڑ میں آپ تقریر کیلئے کھڑے ہوگئے، وہ اللہ کا شیر اور محمد عربی کا غلام اس مشکل گھڑی میں ذرا بھی نہ گھبرایا، دریوں کو آگ لگادی گئی، لوگ اپنی جانیں بچانے کے لیے بھاگ کھڑے ہوئے مگر آپ کوہِ استقامت کی طرح اپنی جگہ پر کھڑے رہے اور اس وقت کہ جب آپ پر چاروں طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ ہورہی تھی آپ نے اپنے آقائے نامدار کی بارگاہِ بے کس پناہ میں صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کیا، کیا خوبصورت منظر ہوگا؟ کیا دلکش نظارہ ہوگا جب آقائے رسالت کی بارگاہ میں آپ یہ صلوٰۃ وسلام فرشتے پیش کررہے ہونگے اور آقائے نامدار اپنے اس غلام کی جرات وبہادری پر اسکو تحسین وداد دے رہے ہونگے اور اپنے اس بے دام بندے کے اس تحفے پر ملائکہ کے سامنے فخر کررہے ہوں گے۔

آپ پر لسانی دہشت گردوں نے صرف ایک مرتبہ ہی نہیں بلکہ آپ کے گھر پر آپ کی

Marfat.com

محفل شبینہ پر، آپ کے خطاب جمعہ کے دوران غرضیکہ جہاں انکو موقع ملتا گیا آپ کو نشانہ بنانے کی کوششیں کیں مگر آپ نے اس پر آشوب اور کٹھن دور میں بھی صبر و استقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا آپ نے اس صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ گالیاں اور گولیاں ہماری نظام مصطفیٰ ﷺ کی جدوجہد کو ختم نہیں کرسکتیں آپ نے اہل کراچی کو جینے کا ڈھنگ سکھایا اور زندگی گزانے کے عملی طریقے سے آگاہ کیا آپ پر جب یہ دباؤ ڈالا گیا کہ اگر آپ کراچی میں رہنا چاہتے ہیں تو آپ کو دہشت گردی کی حمایت کرنا ہوگی ورنہ یا تو کراچی چھوڑ دیں یا حالات سے نمٹنے کیلئے تیار رہیں تو آپ نے دہشت گردوں کی پیشکش کو ٹھکراتے ہوئے حالات کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی۔ اس موقع پر مشہور عوامی شاعر محسن بھوپالی مرحوم نے آپ کی شان میں ایک نظم لکھی جس میں ان تمام حالات پر آپ کی ثابت قدمی کو زبردست خراج تحسین پیش کیا کہ:

تذلیل کے حربوں سے رنجور نہیں ہوتا　　تحسین کے جملوں سے مغرور نہیں ہوتا
جو کچھ بھی کہا اس سے انکار نہیں ہوتا　　اور خوف حراست سے مستور نہیں ہوتا
حق بات بھی کہتا ہے پھر ظلم بھی سہتا ہے　　اور ملک میں رہتا ہے مفرور نہیں ہوتا

وہ وقت کہ جب کراچی کہ تمام سیاست دان دہشت گردوں کے مرکز کا طواف کیا کرتے انکی خوشنودی اور رضا چاہتے اور اپنی جان کی امان چاہتے تھے تو اس وقت بھی قائد اہلسنت علیہ الرحمہ اپنے اصولوں پر کاربند تھے اور لسانی دہشت گردوں کے خلاف عملی طور پر جہاد فرما رہے تھے۔ آپ وہ واحد شخصیت تھے جو برملا اور کھلم کھلا اس دہشت گرد ٹولے اور اس کے سرپرستوں کو بھرپور تنقید کا نشانہ بناتے۔ آپ ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین کو لارنس آف لندن کے نام سے یاد کرتے اور اس کی سرگرمیوں کو اسلام دشمن عناصر کا تسلسل قرار دیتے تھے آپ یہ فرماتے تھے کہ الطاف حسین یہود و ہنود کا ایک مہرہ ہے جس کو یہ ٹارگٹ دیا گیا ہے کہ وہ نفرت کی بنیاد پر اس ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کرے۔ لسانیت اور علاقائیت کے نام پر اسلام کے اس قلعے کو مسمار کردے تاکہ اسلام دشمن عناصر چین کی نیند سو سکیں۔

آپ اس میدان عمل میں یکتا تھے۔ کوئی سیاستدان کوئی مذہبی رہنما آپ کی طرح حالات کا مقابلہ نہ کرسکا۔ حتی کہ منظم ترین کہلانے والی جماعت، جماعت اسلامی بھی اس وقت حالات کی رو میں بہہ گئی اور اس کے رہنما نائن زیرو کی یاترا کیلئے تشریف لے جانے لگے مگر یہ

Marfat.com

صرف آپ کی ذات تھی جس نے کبھی بھی نائن زیرو پر حاضری نہ دی جس نے کبھی حالات پر سمجھوتہ نہ کیا کبھی مالی اور ذاتی مفادات حاصل نہ کیے حتیٰ کہ ۱۹۸۸ء کے انتخابات میں M.Q.M کی طرف سے آپ کو یہ پیش کش کی گئی کہ اگر آپ ایم کیو ایم کے خلاف کچھ نہ کہیں اور ان کی پالیسیوں پر تنقید نہ کریں تو انتخابات میں آپ کے مقابلے میں ہم کسی کو کھڑا نہیں کریں گے بلکہ ہر حوالے سے آپ کی مدد کریں گے مگر آپ کی منزل اسمبلی کی ایک سیٹ نہیں، کسی قسم کا مفاد حاصل کرنا نہیں بلکہ نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی کوشش کرنا تھا۔ ایم کیو ایم سے مدد حاصل کرنا اور ان کے خلاف زبان بندی کرنا آپ کے نزدیک اس عظیم مقصد سے انحراف تھا جو آپ کو کسی طور پر بھی قابل قبول نہ تھا اس لئے آپ نے اس پیشکش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ بقول اقبال:

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے   خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ پر جس قدر ظلم وستم ڈھایا گیا، جس قدر آپ کو لالچ دیا گیا اور آپ ان تمام کے باوجود جس طرح اپنے موقف پر ڈٹے رہے، جس طرح آپ نے اصولوں کی پاسداری کی تاریخ میں اسکی نظیر ملنا ناممکن ہے۔

آپ نے اپنے عمل و کردار سے دور جدید کے متعلق اس قاعدہ کلیہ کی یکسر نفی کر دی تھی جس کو ایک شاعر نے ان الفاظ کے سانچے میں ڈھالا کہ:

دور جدید میں جسے چاہو خرید لو   انسان نے اپنے آپ کو اتنا گرا دیا

آپ نے دنیاوی مفادات کو عزیز نہیں جانا کبھی اپنے کردار کی سفید چادر پر ذاتی مفادات کا دھبہ نہیں لگنے دیا بلکہ آپ نے دور جدید میں قرون اولیٰ کی یاد تازہ کر دی اور اسوۂ شبیری پر عمل کرتے ہوئے کہ:

؎ یہ گردن کٹ تو سکتی ہے مگر جھک سکتی نہیں

کسی ظالم کے ظلم، کسی طالع آزما کے تیر و تفنگ کو خاطر میں نہ لائے اور یہی آپ کی عظمت کی بڑائی، آپ کے کردار کی خوبی اور بلندی تھی جس کی پوری دنیا معترف ہے آپ کے مخالفین نے بھی اس بات کو تسلیم کیا اور آپ کے کردار کو خراج تحسین پیش کرنے پر مجبور ہوئے۔

ان خصوصیات کا حامل وہی شخص ہو سکتا ہے کہ جس پر خدا کی خاص عطا اور اس کے رسول رحمت ﷺ کی خصوصی عنایت ہو جس کو اپنی زندگی کسی مقصد کے تحت گزارنی ہو جس کی

Marfat.com

سیاست ذاتی مفادات کیلئے نہیں بلکہ ایک عظیم مشن کیلئے ہو۔ قائد اہلسنت علیہ الرحمہ کی زندگی کا مقصد دنیا میں اشاعت اسلام اور پاکستان میں نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ تھا۔ جس کے لئے آپ نے بھرپور جدوجہد کی اور آخری دم تک آپ اسی کوشش میں مصروف عمل رہے آپ نے اس مقصد کے حصول کے درمیان آنے والی تمام رکاوٹوں کو توڑا کسی لومۃ لائم کی پروا نہ کی اور نہ کسی سے اس کا صلہ مانگا کہ آپ تو یہ تمام کام، یہ ساری جدوجہد خدا اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کیلئے کرتے تھے کسی کی ذات سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا، حتیٰ کہ اپنی ذات بھی آپ نے اس مقصد میں گم کردی تھی۔ اس جذبہ کی سچائی کی وجہ سے آپ میں حق گوئی اور بے باکی جیسی نادر صفات نمایاں ہوگئی تھیں۔

تحریک پاکستان:

قائد اہلسنّت علیہ الرحمہ فراغت تعلیم کے بعد ہی سے اپنے والد کی طرح تبلیغ اور ملکی سیاست میں سرگرم ہوگئے اس زمانے میں تحریک پاکستان اپنے عروج پر تھی چنانچہ آپ نے میرٹھ میں نوجوانوں کی ایک تنظیم نیشنل گارڈ کے نام سے بنائی جو علاقے میں ہندوؤں سے مقابلہ کرنے مسلم لیگ اور سنی کانفرنس کے جلسوں کا انتظام سنبھالنے پر مامور تھی اسی دوران آپ ہندوستان کے سنیوں کی نمائندہ تنظیم آل انڈیا سنی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے عملی طور پر تحریک پاکستان میں شامل ہوئے چنانچہ آل انڈیا سنی کانفرنس نے ضلع مین پوری میں ۲۱ تا ۲۵ نومبر ۱۹۴۵ء کو خانقاہ رشیدیہ میں سنی کانفرنس کا انعقاد کیا جس میں آپ نے شرکت کی اور اخبارات نے آپ کا نام واضح طور پر شائع کیا۔

اس کانفرنس میں صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی، نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا ابراہیم رضا خان بریلوی، مولانا عارف اللہ شاہ قادری میرٹھی، مفتی احمد یار خان نعیمی، مولانا مصباح الحق پھپھوندوی، مفتی آگرہ مفتی عبدالحفیظ حقانی (والد ماجد استاد محترم علامہ محمد حسن حقانی) جیسے اکابرین شریک تھے۔

اسی طرح گورنمنٹ نے مسلمانوں کیلئے ایک زکوٰۃ بل نافذ کیا جس کی رو سے مسلمانوں سے جبراً زکوٰۃ وصول کی جائے اور اپنی مرضی سے خرچ کی جائے جس پر علماء اہلسنت

Marfat.com

نے ہندوستان بھر میں بھرپور احتجاج کیا اسی سلسلہ میں قائد اہلسنت نے مدرسہ مسکینیہ دھوراجی کاٹھیاوارڑ میں ۱۳ نومبر ۱۹۴۶ء کو خصوصی شرکت کی اور اپنی تقریر میں اس بل کو مداخلت فی الدین قرار دیا اور اسے واپس لینے کا بھرپور مطالبہ کیا۔ مولانا نورانی نے ۴۶ء کے عام انتخابات میں، جب پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان میرٹھ ڈویژن میں ضلع مظفرنگر کی نیابت کرتے ہوئے مرکزی اسمبلی کے امیدوار تھے تو ان کی انتخابی مہم میں نہایت سرگرمی سے حصہ لیا اور اپنے نیشنل گارڈ تنظیم کے رضا کاروں کے ساتھ گاؤں گاؤں، قریہ قریہ الیکشن مہم چلائی۔

محافظ ختم نبوت:

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحا کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

حضرت قائد اہلسنت نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مجاہدانہ کردار ادا کیا آپ کراچی میں مولانا عبدالحامد بدایونی علیہ الرحمہ اور دیگر علماء کے ساتھ پیش پیش تھے گرفتاری کیلئے رضا کاروں کی تیاری کے علاوہ دیگر ضروری انتظامات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ کراچی میں آل پاکستان مسلم پارٹیز کے پہلے اجلاس کے بعد جب دوسرے اجلاس کے انتظامات کیلئے گیارہ ممبران پر مشتمل ایک بورڈ بنایا گیا تو آپ اس بورڈ کے ممبر تھے آپکی سرگرمیوں کو اس وقت کی عدالتی تحقیقاتی رپورٹ جو جسٹس منیر انکوائری رپورٹ کے نام سے مشہور ہے میں ذکر کیا گیا۔

جب ۱۹۵۴ء میں قائد اہلسنت علیہ الرحمہ کے والد ماجد کا انتقال ہوا تو آپ نے اپنے والد ماجد کے مشن تبلیغ دین کا بیڑہ اٹھایا جس کی وجہ سے آپ اکثر و بیشتر مختلف ممالک کے تبلیغی دوروں پر ہوتے مگر آپ بیرون ممالک قادیانیوں کی سرگرمیوں پر پوری توجہ رکھتے اور مسلمانوں کو انکے خطرناک عزائم سے آگاہ کرتے رہے۔ ۱۹۶۸ء میں آپ نے اسلامک ریویو لندن کے قادیانی ایڈیٹر سے ٹرینی ڈاڈ میں ساڑھے پانچ گھنٹے کا طویل مناظرہ کیا جس میں قادیانی ایڈیٹر اپنی کتابیں چھوڑ کر بھاگ گیا اور اس میں فتنہ قادیانیت کو زبردست ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا کئی قادیانی مشرف باسلام ہوئے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے بعد سے ۱۹۶۹ء تک آپ غیر ملکی تبلیغی دوروں پر ہی

Marfat.com

رہے اور اس دوران آپ نے قادیانیت کی سرگرمیوں کو انتہائی باریک بینی سے دیکھا قادیانی اسرائیل گٹھ جوڑ اور مرزائی انگریز تعلقات کا جائزہ لیا۔ قادیانیوں کے خطرناک عزائم سے تفصیلی آگاہی کے بعد جب آپ ۱۹۶۹ء میں پاکستان تشریف لائے تو آپ نے سب سے پہلا بیان قادیانیوں ہی کے بارے میں جاری کیا تھا۔ جس میں آپ نے صدر جنرل یحییٰ خان کو مخاطب کرتے ہوئے صاف صاف کہا تھا کہ تمہارا قادیانی مشیر ایم، ایم احمد پاکستان کی معیشت کو تباہ کر رہا ہے جس کے نتیجے میں مشرقی پاکستان ہمارے ہاتھوں سے نکل سکتا ہے۔

اس کے بعد آپ مستقل طور پر عوام اور حکومت وقت کو فتنہ قادیانیت کی گھناؤنی سازشوں سے آگاہ کرتے رہے جب ۱۹۷۰ء کے الیکشن کا اعلان ہوا تو علماء و مشائخ نے یہ طے کیا کہ اب ہمیں عملی سیاست میں حصہ لینا چاہیئے۔ اور اسمبلی میں بیٹھ کر دشمنان اسلام کی سازشوں کو بے نقاب کرنا چاہیئے۔ تو اس فیصلہ کی رو سے آپ نے بھی الیکشن میں حصہ لیا اور سب سے پہلے لاہور کے موچی دروازہ پر جلسۂ عام سے خطاب کیا جس میں آپ نے ان تمام اسباب کی وضاحت کی جس کی وجہ سے جمعیت علماء پاکستان کو انتخابی سیاست میں حصہ لینا پڑا ان وجوہات میں ایک اہم وجہ فتنہ قادیانیت کا سد باب کرنے کیلئے آئینی جدوجہد کی ضرورت بھی بتائی۔

۱۹۷۰ء کے الیکشن ہوئے تو قائد اہلسنت علیہ الرحمہ بھی قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اس دوران مجیب الرحمان اور بھٹو صاحب کے درمیان اختلافات میں شدت پیدا ہوگئی اور اسمبلی کے اجلاس کے التوا کی بازگشت سنائی دینے لگی تو اس وقت صدر جنرل یحییٰ خان نے تمام سیاسی لیڈروں کو الگ الگ ملاقات کیلئے بلایا آپ نے بھی اس کی دعوت پر، ۲۲ فروری ۱۹۷۱ء کو راولپنڈی میں یحییٰ خان سے ملاقات کی جس میں آپ نے اس کو مشرقی پاکستان کے حالات کی تمام تر صورت حال سے آگاہ کیا اور اس صورت حال کے حقیقی اسباب بتائے اس میں آپ نے مشرقی پاکستان والوں کا پاکستان سے نفرت کا جو سب سے اہم سبب بتایا وہ قادیانیوں کی سازش کو قرار دیا چنانچہ آپ نے فرمایا!

مسٹر پریزیڈنٹ! کیا آپ کے علم میں ہے کہ ہمارے عوام خواہ وہ مشرقی پاکستان کے ہوں یا مغربی پاکستان کے، وہ مسٹر ایم ایم احمد سے نفرت کرتے ہیں۔ یحییٰ خان نے جواب دیا ہاں مجھے معلوم ہے کہ مشرقی پاکستان کے عوام مسٹر احمد سے نفرت کرتے ہیں لیکن مغربی پاکستان

Marfat.com

کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا آخر پاکستان کے عوام کی نفرت کے کیا اسباب ہو سکتے ہیں۔

نورانی: ان کی غلط اقتصادی منصوبہ بندی کی بناء پر ملک کے مسلسل مقروض ہونے کے علاوہ آپ نے بہت سے دلائل زبانی پیش کیے۔

یحییٰ: مولانا صاحب مجھے یہ باتیں معلوم نہیں تھیں، اب میں حالات سمجھ گیا ہوں میں ضرور غور کروں گا۔

اسی دوران آپ نے مجیب الرحمٰن سے ملاقات کی جس میں آپ کے ساتھ پیر کرم شاہ علیہ الرحمہ ظہور الحسن بھوپالی مرحوم بھی شامل تھے جس میں ان تمام امور پر تفصیلی گفتگو ہوئی جو کہ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے درمیان متنازع تھے جس میں ایک بڑا تنازع قادیانی مشیر ایم ایم احمد کے حوالے سے بھی تھا دوران گفتگو مجیب الرحمٰن نے قائد اہلسنت سے کہا کہ یہ قادیانیت اور مرزائیت مغربی پاکستان کیلئے ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اور میں یہ شکر ادا کرتا ہوں کہ مشرقی پاکستان میں یہ جانور نہیں ملتا۔

اس ملاقات کے بعد آپ اسی روز ڈھاکہ سے کراچی تشریف لائے اور نشتر پارک میں ایک عوامی جلسہ سے خطاب کیا آپ نے فرمایا کہ اگر حکومت نے اب بھی ہوش کے ناخن نہ لئے تو مشرقی پاکستان میں بغاوت ہو جائیگی اور خدانخواستہ ملک ٹوٹ جائیگا۔ قادیانیوں کو لگام دی جائے اور ایم ایم احمد کو حکومتی منصب سے فارغ کیا جائے کہ مشرقی پاکستان کی عوام اپنے خلاف ناروا سلوک کا ذمے دار ایم ایم احمد ہی کو قرار دیتی ہے۔

اسی اثناء میں قادیانیوں کے مشیر ایم ایم احمد پر ایک عاشق رسول ﷺ اسلم قریشی نے قاتلانہ حملہ کیا جسمیں وہ بال بال بچ گیا اور اس عاشق رسول کو گرفتار کر لیا گیا اور یہ معاملہ قادیانیوں کی خواہش کے مطابق خصوصی عدالت کے سپرد کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔

جس پر آپ نے ایک بیان دیا کہ ایک مسلمان کی طرف سے ایم ایم احمد پر حملہ پاکستانی مسلمانوں کی مرزائیوں اور قادیانیوں سے نفرت کا آئینہ دار ہے اس لئے ایم ایم احمد کو ملکی اقتصادی منصوبہ بندی جیسے اہم عہدے سے فوراً برطرف کیا جائے اور اسلم قریشی پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے۔ آپ کا یہ بیان گویا کہ رکے ہوئے پانی میں پہلا پتھر ثابت ہوا اور تمام مکاتب فکر کے علماء اور قومی راہنماؤں نے قائد اہلسنت کے اس مطالبے کی بھرپور تائید کی۔

Marfat.com

اقتصادی منصوبہ بندی جیسے اہم عہدے سے فوراً برطرف کیا جائے اور اسلم قریشی پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے۔ آپ کا یہ بیان گویا کہ رکے ہوئے پانی میں پہلا پتھر ثابت ہوا اور تمام مکاتب فکر کے علماء اور قومی راہنماؤں نے قائد اہلسنت کے اس مطالبے کی بھرپور تائید کی۔ اخبارات میں بیانات اور قائد اہلسنت علیہ الرحمہ کی خدمات میں خطوط روانہ کر کے اپنی حمایت کا یقین دلایا۔

چنانچہ جمعیت علماء اسلام کے راہنماؤں مولانا عبید اللہ انور، مولانا ضیاء القاسمی اور مولانا زاہد الراشدی کا ایک بیان بطور نمونہ مذکور ہے کہ انہوں نے ایک مشترکہ بیان میں جمعیت علماء پاکستان کی پارلیمانی پارٹی کے قائد مولانا شاہ احمد نورانی کے اس موقف کی تائید وحمایت کی ہے جس میں انہوں نے ایم ایم احمد قادیانی کو برطرف کرنے اور اس پر حملہ کرنے والے محترم اسلم قریشی پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلانے کا مطالبہ کیا ہے۔

جمعیت کے دونوں راہنماؤں کی جانب سے مولانا زاہد الراشدی نے ہفت روزہ المدینہ کے نام ایک مکتوب میں لکھا ہے کہ ایم ایم احمد کو برطرف کرنے کے اہم مسئلہ پر مولانا نورانی نے آواز اٹھا کر ملک کے تمام دینی مکاتب فکر اور کروڑوں اسلامیان پاکستان کی بجا طور پر ترجمانی ہے۔ مکتوب میں مولانا نورانی کو ان کے جرأت مندانہ بیان اور المدینہ کو اس مہم میں حصہ لینے پر ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے اس کو مقدس مشن قرار دیا اور اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا۔ (ہفت روزہ المدینہ کراچی ۱۲ نومبر ۱۹۷۱ء)

مگر افسوس کہ اس وقت کے فوجی آمر نے ایک مرد درویش کی پیشن گوئی پر توجہ نہ دی اور قائد اہلسنت علیہ الرحمہ کے مشورے کے برخلاف فوجی آپریشن شروع کر دیا۔ اور قادیانیوں کو کھل کر کھیلنے کا موقع دیا جس کی وجہ سے مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا اور ملک تقسیم ہو گیا۔

اس حوالے سے آپ نے ایک تفصیلی انٹرویو ماہنامہ ترجمان اہلسنت کو دیا جو کہ اگست ۱۹۷۲ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔ وہ انٹرویو ایک تاریخی دستاویز بھی ہے اور قائد اہلسنت علیہ الرحمہ کی دور اندیش نظروں کی ہلکی سی جھلک بھی اور آپ کی قادیانیوں کے خلاف جدوجہد کی داستان کا ایک حصہ بھی اسی اہمیت کی وجہ سے انٹرویو پیش کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

انٹرویو:

سوال:۔ سقوط مشرقی پاکستان میں آپ قادیانیوں کو کس حد تک ذمہ دار ٹھہراتے ہیں؟

جواب:۔ سقوط مشرقی پاکستان کا جہاں تک تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کے ذمہ دار سو فیصد قادیانی ہیں اس کے دلائل یہ ہیں کہ پاکستان کا جو بجٹ بھی تیار کیا جاتا ہے اور جو بھی پلاننگ ہوتی رہتی ہے اس کے چیئر مین ہمیشہ ایم ایم احمد رہے اور مشرقی پاکستان کو ہمیشہ شکایت رہی کہ بجٹ میں ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا۔ مرزائی جان بوجھ کر یہ کوشش کرتے رہے کہ جس قدر غلط فہمیاں مسلسل بڑھتی چلی جائیں اور جتنی غلط فہمیاں بڑھیں گی اتنی ہی دوریاں بڑھیں گی اس سلسلے میں مرزا ایم ایم احمد کا کردار بہت گھناؤنا ہے۔ اس شخص نے انتہائی باغیانہ کردار ادا کیا۔ ڈھاکہ جانے کے بعد مزید اندازہ ہوا کہ قادیانی واقعی بڑا گھناؤنا کردار ادا کر رہے ہیں مثلاً ڈھاکہ میں کسی بھی سمجھدار شخص سے بات کی جائے تو وہ ایم ایم احمد کی شکایت کرتا تھا۔

جن دنوں ۲۳ مارچ کو صدر یحییٰ ڈھاکہ میں موجود تھے اس زمانے میں ایم ایم احمد بھی وہاں موجود تھا چنانچہ تمام اخبارات نے اس بات پر احتجاج کیا کہ اقتصادی مشیر کا اس موقع پر کیا کام ہے۔ مشرقی پاکستان میں ۱۹۷۰ء کے سیلاب میں بہت زبردست نقصان ہوا۔ اپیل پر دنیا بھر کے ممالک سے امداد آنا شروع ہوئی۔ پوری امداد کے خرچ کرنے کا انتظام ایم ایم احمد کے سپرد کیا گیا۔ اس سے مشرقی پاکستان کے لوگوں کو بہت نفرت ہوئی۔ اور انہیں اس بات سے سخت افسوس ہوا کہ ایسے شخص کے سپرد امداد کا کام سونپا گیا ہے جو ہمیشہ ان کے ساتھ ناانصافیاں کرتا رہا ہے بہت سارا امدادی سامان مستحقین کو پہنچ نہیں پاتا۔

ایم ایم احمد صاحب اس بات کے بہت ماہر ہیں کہ دنیا بھر سے بھیک مانگتے رہے ملک قرضوں کے نیچے دبا رہے اور قرضہ استعمال بھی نہ ہو۔ پیپلز پارٹی کے مرکزی وزیر خزانہ ڈاکٹر مبشر حسن کا بیان اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ماضی میں اقتصادی منصوبہ بندی بہت غلط بنتی رہی۔ چودہ سال سے ایم ایم احمد پاکستانی اقتصادیات پر بھی قابض ہیں اور اس کی غلط منصوبہ بندی کو تسلیم بھی کر لیا گیا ہے پھر بھی وہ اپنی جگہ برقرار ہیں ملک تباہ ہوتا ہے ہوتا رہے لیکن ان کو کوئی آنچ نہیں آتی اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کی جڑیں بہت مضبوط ہیں، در یہ اس قسم کا گھناؤنا کردار ادا کر رہے ہیں جو امریکہ میں بیٹھ کر یہودی کرتے ہیں۔

انہوں نے بڑی منظم سازش کے ذریعے پاکستان کے اہم عہدوں پر قبضہ کیا۔ جس سے انکا مقصد واضح تھا کہ اس اسلامی مملکت کے ٹکڑے کر دیئے جائیں کیونکہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کسی بھی طرح اس ملک کے حکمران تو نہیں بن سکتے یہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اور مسلمان ہرگز

Marfat.com

ہمیں برداشت نہیں کریں گے چنانچہ انہوں نے ملک کا ایک حصہ تو تباہ کر دیا۔ اگر وہ اس میں پروان چڑھتے رہے تو وہ اس کے بھی ٹکڑے کر دیں گے۔

سوال:۔ کیا مشرقی پاکستان کو علیحدہ کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جمہوری حکومت کے قیام کے بعد پاکستانیوں میں قادیانیوں کا رہنا مشکل ہو جاتا۔

جواب:۔ مشرقی پاکستان کو علیحدہ کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ مشرقی پاکستان میں ان کے لیے پھلنے اور پھولنے کا موقع میسر نہیں ہے جیسے کہ مغربی پاکستان میں میسر ہے مشرقی پاکستان کے عوام قادیانیوں کے سلسلے میں حد درجہ جذباتی اور ان سے متنفر ہیں جیسا کہ مسلمانوں کو ہونا چاہیے۔ مشرقی پاکستان کے عوام کسی طرح مرزائیوں کو قبول نہیں کر سکتے۔ اور سب سے بڑا مقصد تو یہ تھا کہ سب سے بڑی اسلامی مملکت کے ٹکڑے کر دیے جاتے۔ اور مسلمانوں کا شیرازہ بکھیر دیا جاتا۔ اور خاص طور سے اس خطے میں سو فیصد مسلمان صحیح العقیدہ یعنی اہلسنت وجماعت حنفی مسلمان ہیں۔

سوال:۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ مشرقی پاکستان کی اکثریت سے متاثر ہوں؟

جواب:۔ چونکہ مشرقی پاکستان اکثریت میں تھا اور اگر وہ آ جاتے تو ان کو سب سے بڑا خطرہ یہ تھا کہ مغربی پاکستان کے مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ سخت رویہ اختیار کرتے۔ اسکے مشاہدے کا موقع مجھے مجیب الرحمٰن سے ملاقات میں ہوا۔ دوران گفتگو مجیب الرحمٰن نے مجھ سے کہا کہ دیکھئے کہ ایم ایم احمد ڈھاکہ میں مارا مارا پھرتا ہے یہاں پر اس کا کوئی کام نہیں اور کوئی مقصد نہیں وہ مجھ سے ملنا چاہتا تھا مگر میں نے انکار کر دیا۔ لیکن بعد میں اسکی درخواستوں پر ملاقات ہوگئی۔ ساتھ ہی مجیب نے کہا کہ یہ قادیانیت اور مرزائیت مغربی پاکستان کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مشرقی پاکستان میں یہ جانور نہیں ملتا۔

سوال:۔ بعض حلقے یہ تاثر دے رہے ہیں کہ ایم ایم احمد بہت ہوشیار ہے اور اسکے بغیر بیرونی ممالک میں تعلقات میں مشکل ہوگی۔

جواب:۔ اس کے متعلق میں یہی کہوں گا کہ وہ ایک معمولی سی ایس پی افسر ہے اور یہ ان سی ایس پی افسروں سے ہے جس نے اعلیٰ نمبروں سے سی ایس پی کا امتحان بھی پاس نہیں کیا اور نہ کبھی

Marfat.com

اقتصادیات سے اس کا تعلق رہا ہے۔ بہرحال کیوں کہ وہ ایک عرصے سے اس عہدے سے چپکے چلے آ رہے ہیں۔ اس لیے شاید لوگ سمجھنے لگے ہوں کہ وہ اس میں خاصی مہارت رکھتا ہے۔ حالانکہ اقتصادیات کا ماہر ہونا اور بات ہے اور چندے اور بھیک مانگنا اور بات ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ اقتصادیات کا ماہر تو نہیں بھیک مانگنے کا ماہر ضرور ہے اور اس نے قوم کے ساتھ سب سے بڑا یہ ظلم کیا کہ اس نے قوم پر تقریباً دو ارب روپے کے قرضوں کا بوجھ ڈال دیا اور اسے مقروض بنا دیا۔ میرے خیال سے نسلیں گزرتیں چلی جائیں گی اور اسکا سود تک ادا نہ ہو سکے گا۔

جہاں تک اقتصادیات کا تعلق ہے مسٹر ایم ایم احمد نے پوری منصوبہ بندی سے مرزائیت کو مضبوط کیا ہے جس طرح امریکہ میں یہودیوں نے اپنے آپ کو مضبوط کیا ہے امریکہ میں یہودی اس قدر اثر انداز ہیں کہ تمام بنکوں انشورنس کمپنیوں پر ان کا قبضہ ہے اور امریکہ کا کوئی صدر ان کی حمایت کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اور یہ صرف اقتصادی وجہ سے ہے۔ امریکہ کے سب سے بڑے تجارتی مرکز وال اسٹریٹ میں تقریباً ۷۵ فیصد یہودیوں کا قبضہ ہے امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں، فیکٹریوں، جہاز سازی کے کارخانوں، غرض یہ کہ ہر بڑے سرمایہ کاری کے اڈے پر یہودیوں کا قبضہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ امریکہ کی سینٹ اور صدر ان کی حمایت کے بغیر منتخب نہیں ہو سکتے یہی طریقہ مرزا ایم ایم احمد نے اختیار کیا ہے اور وہی پوزیشن حاصل کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے اور چودھری ظفر اللہ نے یہاں آ کر با قاعدہ مرزائیوں کو لائسنس سے نوازا، کارخانوں کے پرمٹ دیئے اور اس کی ابتدا شاہنواز لمیٹڈ سے ہوئی ظفر اللہ خان کی حمایت سے قادیانیوں کا بڑا گروہ حکومت میں داخل ہو گیا تھا ان میں ظفر اللہ سربراہ تھے جو وزیر خارجہ تھے۔

ایم اے فاروقی جو ایوب خان کے زمانہ میں سب کچھ تھے اور ایم ایم احمد چنانچہ جتنی اہم انڈسٹریز تھیں۔ انہوں نے ان کے لائسنس قادیانیوں کو دیئے۔ ورنہ قادیانی کبھی اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل نہ تھے۔ پنجاب میں نصیر اے شیخ، فاروق اے شیخ، شاہنواز لمیٹڈ وغیرہ نے زیادہ منافع والی تجارت کے حقوق حاصل کر لیے تا کہ مرزائی قادیانی اقتصادی طور پر مضبوط ہو جائیں۔

اس سلسلے میں ایک یہ بات بھی عرض کر دوں کہ جہاں انہوں نے پنجاب میں شوگر

Marfat.com

انڈسٹریز، ٹیکسٹائل ملز وغیرہ قائم کیے وہاں سندھ وغیرہ میں بھی اسی کے ساتھ ساتھ انہوں نے ان سے جتنے بھی فوائد حاصل ہو سکتے تھے وہ حاصل کیے یہاں تک کہ ۱۹۷۱ء میں نوٹوں کی واپسی کا جب اعلان ہوا تو لوگوں کو یہ جان کر شاید حیرت ہوگی لیکن اسے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ واپسی کی تاریخ پر ربوہ سے کوئی شخص بھی نوٹ جمع کرانے نہیں آیا۔ کیونکہ انہیں ایم ایم احمد کے ذریعے تین دن پہلے ہی یہ معلوم ہوگیا تھا کہ نوٹ واپس ہورہے ہیں چنانچہ کوئی بھی قادیانی خسارے میں نہیں رہا۔

اب وہ حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر رہ کر بڑے عظیم اقتصادی اور سیاسی فوائد حاصل کررہے ہیں اور پوزیشن یہ ہے کہ وہ اقلیت میں ہیں اور اپنی وہی پوزیشن بنانا چاہتے ہیں جو امریکہ میں یہودیوں نے بنالی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ فتنہ اسی طرح پروان چڑھتا رہا تو آئندہ چل کر یہی ہوگا کہ اس ملک پر مکمل طور پر ان کا قبضہ ہوگا اور ان کی مرضی کے بغیر کوئی حکومت نہیں کرسکے گا۔

اسکا ثبوت ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں مل گیا کہ قادیانیوں نے کھل کر پیپلز پارٹی کی حمایت کی مرزا ناصرالدین محمود نے ربوہ میں اپنے خطبہ میں باقاعدہ اعلان کیا کہ مرزائی پیپلز پارٹی کی حمایت کریں چنانچہ پیپلز پارٹی کے لیے بچے بچے نے انتخاب میں کام کیا پیپلز پارٹی مرزائیوں کے کندھے پر سوار ہوکر ابھری ہے۔

سوال:۔ کیا یحییٰ خان کے دور میں آپ نے یحییٰ خان اور حکومت کو قادیانیوں کے عزائم سے مطلع کیا تھا؟

جواب:۔ سابق صدر یحییٰ خان سے فروری ۱۹۷۱ء میں میری ملاقات ہوئی تھی کراچی کے ایوان صدر میں عبدالمصطفیٰ ازہری اور جمیعت علماء پاکستان کے دیگر راہنما موجود تھے میں نے اس مسئلہ پر تفصیل سے یحییٰ خان کو ان کے ناپاک عزائم سے مطلع کیا مثلاً یہ کہ میں نے کہا قادیانی اسرائیل کے ایجنٹ اور یہودیوں کے دلال ہیں امریکی اور برطانوی سامراج کے پروردہ ہیں۔

اس وقت صدر یحییٰ نے کہا ثبوت کے طور پر کوئی بات کہیں۔ تو میں نے کہا کہ حکومت پاکستان کی طرف سے کسی بھی پاکستانی مسلمان کو پاکستانی پاسپورٹ پر اسرائیل جانے کی اجازت دی ہی نہیں جاتی اور پاسپورٹ پر لکھ دیا جاتا ہے کہ اسرائیل کے علاوہ تمام دنیا کے لیے کارآمد ہے

Marfat.com

ایک تو اسرائیل سے پاکستان نے کبھی کوئی تعلق قائم نہیں کیا اور نہ ہی انشاء اللہ آئندہ کبھی ہوگا لیکن وہاں قادیانیوں اور مرزائیوں کا باقاعدہ مشن کھلا ہوا ہے ربوہ سے ہر سال دوسرے سال مشنریز جاتے رہتے ہیں اور وہاں بیٹھے رہتے ہیں اور یہ بات حیرتناک ضرور ہے کہ پاکستانی پاسپورٹ پر اسرائیل چلے جاتے ہیں وہاں بیٹھ کر کام کرتے ہیں ان کا خرچ وہاں کیسے چلتا ہے اور وہاں کیا کر رہے ہیں اور وہ کس مقصد کے لیے وہاں جاتے ہیں۔

وہ اسرئیلی جو اسلام کا نام پسند نہیں کرتے مرزائیوں کو کیسے پروان چڑھنے دیتے ہیں یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مرزائیت یہودیت کی گود میں پروان چڑھ رہی ہے اور پاکستان میں تل ابیب کا ایجنٹ ربوہ ہے اس کی معرفت جو چاہتے ہیں کرواتے ہیں۔

سوال:۔ یہ بات آپ نے عوامی سطح پر بھی تو بتائی تھی؟

جواب:۔ میں نے یحییٰ خان سے اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہا کہ ان کے ناپاک عزائم اس حد تک ہیں کہ آپ پورے پاکستان کے صدر ہیں اور پورے ملک پر آپ کی حکومت ہے لیکن ربوہ پر نہیں۔ یہ پاکستان کے اندر ایک علیحدہ اسٹیٹ ہے انہوں نے کہا ''وہ کیسے'' میں نے جواب دیا کہ ربوہ مرزائیوں کا ایک علیحدہ مرکز ہے مرزا ناصر الدین کی وہاں حکومت ہے۔ انکی اپنی پولیس ہے جس کا نام الفرقان فورس ہے۔ ان کا اپنا نظام ہے ہر قسم کی وزارتیں قائم ہیں اور انکی حکومت چل رہی ہے۔ پاکستان کے ہر شہری کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی جگہ پاکستان میں جائداد خرید لیں لیکن حیرتناک بات یہ ہے کوئی پاکستانی ربوہ میں جائداد خریدنے کا حق نہیں رکھتا۔ صرف قادیانی ہی وہاں کی جائداد خرید سکتے ہیں۔ مرزا ناصر الدین اور مرزا بشیر الدین وغیرہ اس جائداد کو فروخت کرتے ہیں۔ یہ اس بات کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ کہ وہ پاکستان کے باہر ہے اور ایک علیحدہ اسٹیٹ ہے۔

مارچ میں مرزائیت کے خطرناک عزائم سے باخبر ہو کر میں نے اللہ تعالیٰ کی مدد اور حمایت سے یہ خیال کیا کہ اس سازش سے پوری قوم کو باخبر کیا جائے۔ چنانچہ ۲۰ مارچ ۱۹۷۱ء کو جلسہ عام میں میں نے اعلان کیا کہ اس ملک کو ٹکڑے کرنے کی سازش ہو چکی ہے۔ مشرقی پاکستان کو علیحدہ کرنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں اور ایم ایم احمد باقاعدہ یہ اعلان کرتے ہیں کہ مشرقی پاکستان ہمارے لیے بوجھ ہے اسکا علیحدہ ہونا ہمارے لیے ترقی کا ذریعہ ہوگا۔ ورنہ ہم اسی طرح

Marfat.com

تباہ ہوتے رہیں گے اس قسم کے پروپیگنڈے ہو رہے تھے اور مرزائی یہ چاہتے تھے کہ ۷ کروڑ مسلمانوں کی وہ سرزمین جہاں مرزائیت کا کوئی وجود نہیں ہے وہ اس ملک سے علیحدہ ہو جائے تاکہ مرزائی آسانی سے یہاں اپنے آپ کو پروان چڑھا سکیں۔ اسرائیل اور واشنگٹن میں جس طرح یہودی مل کر سازش بروئے کار لا رہے ہیں۔ اس سے میں نے پوری قوم کو آگاہ کیا لیکن افسوس کہ ذمہ دار افراد نے اس پر توجہ نہ دی صدر صاحب نے بھی اس کا کوئی خیال نہیں کیا اور ملک کو ٹکڑے ہونا تھا وہ ہو گیا۔

سوال:۔ آپ کی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی تحریک سیاسی زیادہ ہے اور مذہبی برائے نام ہے؟

جواب:۔ مذہب کا تو ان لوگوں نے لبادہ اوڑھ لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک بہت بڑی خطرناک سیاسی تحریک ہے۔ اور یہ صیہونیت کی ایک ذیلی تنظیم ہے۔ جو مسلمانوں کے اندر رہ کر مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا سامان پیدا کر رہی ہے۔

سوال:۔ ان کا منتہا تو قادیانی اسٹیٹ کی تعمیر ہی سمجھا جا سکتا ہے؟

جواب:۔ یہ ڈبل گیم کھیل رہے ہیں، ان کا پہلا مقصد تو یہ ہے کہ حکومت مکمل طور پر ان کے قبضہ میں آجائے اگر حکومت قبضہ میں نہیں آتی تو یہ ملک ہی ختم ہو جائے۔ اس سلسلے میں ایک بات کی وضاحت کر دوں کہ ربوہ تو بہر حال ان کا مرکز ہے۔ لیکن یہ بات بڑی حیرت انگیز ہے اور شاید بعض لوگوں کے علم میں یہ بات نہ ہو کہ قادیان جو مرزائیوں کا اصل مرکز ہے۔ جہاں مرزا غلام احمد نے جھوٹی نبوت کا چرچا کیا تھا قادیان میں مرزا غلام احمد کی قبر بھی ہے، وہاں پر ۳۱۳ قادیانی بٹھا رکھے ہیں اور یہ قادیانی درویش کہلاتے ہیں، ان ۳۱۳ درویشوں کا خرچہ ربوہ سے جاتا ہے۔ اور جب وہاں آدمیوں کی کمی ہو جاتی ہے۔ تو ان کی کمی پوری کرنے کے لئے یہاں سے آدمیوں کو بھیج دیا جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مشرقی پنجاب میں تبادلہء آبادی ہو گیا۔ اور وہاں مسلمانوں کا وجود نہیں ہے۔ مگر قادیانیوں کو ہندوستان میں رہنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہندوستان سے بھی ان کا رابطہ ہے۔

ہر وہ طاقت جو اسلام کی دشمن ہے۔ اور اسلام کو نیست و نابود کرنا چاہتی ہے وہ

Marfat.com

مرزائیوں کی دوست ہے اور یہ اسکے ایجنٹ ہیں۔قادیان اور ربوہ کا براہ راست رابطہ ہے ظاہر ہے کہ یہ مسلمانوں کے لیے تباہ کن ہے۔

سوال:۔قادیان کے قادیانیوں نے تو شاید بنگلہ دیش تسلیم کرلیا ہے؟

جواب:۔اخبارات اس کے گواہ ہیں اور تفصیل کے ساتھ یہ واقعات اخبارات میں آئے ہیں کہ قادیان میں رہنے والے قادیانیوں نے باقاعدہ بنگلہ دیش تسلیم کرلیا ہے۔اورانہوں نے بنگلہ دیش کی حمایت کا بھی اعلان کردیا ہے۔مرزا ناصرالدین محمود نے باقاعدہ اس بات کا اعلان کیا تھا کہ ہندوستان اور پاکستان ایک ہوکر رہیں گے۔ان کے ساتھی اب بھی کوشش کرر ہے ہیں۔اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ مرکز ان کا قادیان رہے کیونکہ وہی ان کا قبلہ وکعبہ ہے اور وہ براہ راست اپنے مرکز سے رابطہ قائم رکھنا چاہتے ہیں۔

سوال:۔قادیانی حج کرتے ہیں؟

جواب:۔قادیانی حج کے لیے نہیں جاتے۔لیکن جب سے پاکستان بنا ہے یہ لوگ بھی جانے لگے اور چونکہ ان کے پاسپورٹ میں قادیانی نہیں لکھا ہوتا اسلئے سعودی حکومت انہیں نہیں روکتی۔وہاں پہنچ کر یہ لوگ سازشیں کرتے ہیں اور یہاں یہ کہتے ہیں کہ ہم تبلیغ کی غرض سے گئے تھے اور چونکہ وہاں ان کو تبلیغ کرنے کی اجازت نہیں ہے اس لیے وہ وہاں صرف جاسوسی کرتے ہیں اور یہودیوں کو وہاں کے حالات سے آگاہ کرتے ہیں۔

سوال:۔کیا سعودی عرب میں قادیانیت کی تشہیر وتبلیغ پر بالکل پابندی عائد ہے؟

جواب:۔جی ہاں وہاں مکمل پابندی ہے اور اگر حکومت کے علم میں یہ بات آجائے کی فلاں شخص قادیانی ہے تو اسے گرفتار کرلیا جاتا ہے اور وہاں سے بچ کرنہیں جاسکتا۔

سوال:۔اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں اسلام پسند جماعتیں خصوصا آپ کی جماعت مسلمانوں کی تعریف شامل کرنے اور سرکاری مذہب متعین کرنے پر زور دے رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:۔یہ عام فہم بات ہے کہ دستور میں جو بھی چیزیں رکھی جاتی ہیں ان کے قوانین بنتے ہیں اور ہر چیز کے لیے مکمل تعریف دی جاتی ہے۔جس میں بتایا جاتا ہے کہ اسمبلی کا کیا مطلب ہے آئین

Marfat.com

کا کیا مطلب ہے الیکشن کمیشن کا کیا مطلب ہے وغیرہ وغیرہ۔

ان وضاحتوں میں مسلمان کی تعریف نہ آئے تو یہ بڑی عجیب بات ہے جب صدر کی تعریف یہ ہے کہ وہ ملک کا دستوری و آئینی سربراہ ہوگا تمام اختیارات اس کی ذات میں مرکوز ہوں گے۔ وہ ہی پورے پاکستان کی افواج، انتظامیہ کا پوری طرح ذمہ دار ہوگا اس کے ساتھ ساتھ جب یہ آتا ہے کہ وہ مسلمان ہوگا تو پوری مسلمان کی تعریف بھی آنی چاہیے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان کی تعریف جب آئے تو اس سے یہ بات واضح ہو جانی چاہیے کہ ملک کا سربراہ مسلمان ہوگا اور برائے نام مسلمان کہلا کر ختم نبوت کا انکار کرنے بھی اپنے آپ کو مسلمان کہلا کر ملک کا سربراہ بن کر کوئی بھی برسر اقتدار نہ آسکے اور منکرین ختم نبوت بڑے عہدوں پر فائز نہ ہو سکیں۔

سوال:۔ بیرونی ممالک میں کبھی قادیانیوں سے آپکا واسطہ پڑا ہے؟

جواب:۔ بیرونی ممالک میں متعدد بار قادیانیوں سے واسطہ پڑا ہے نیروبی، دارالسلام، ماریشس، اور لاطینی امریکہ میں سرینام، برٹش گیانا، اور ٹرینی ڈاڈ کے مقامات پر بھی سابقہ پڑا اور مناظرے بھی ہوئے۔

الحمدللہ!! ان مناظروں میں جو پانچ پانچ چھ چھ گھنٹے جاری رہتے تھے مجمع عام میں قادیانیوں کو مکمل شکست دی قادیانیوں کا لندن سے رسالہ نکلتا ہے،، اسلامک ریویو،، اس کے ایڈیٹر سے ۱۹۶۸ء میں ٹرینی ڈاڈ میں مناظرہ ہوا جو ساڑھے پانچ گھنٹے چلتا رہا اور بالآخر وہ کتابیں چھوڑ کر بھاگ گئے دوسرا مناظرہ جنوبی امریکہ میں سرینام کے مقام پر ہوا۔

قادیانیوں کے مشہور مناظر موجود تھے اور انہوں نے راہ فرار اختیار کی نیروبی میں مرزائی مناظر مبارک احمد کے نام سے تھا مناظرہ کی تاریخ مقرر ہوئی، لیکن وہ فرار ہو گیا اور اس طرح بے شمار مناظرے ہوتے رہے اور یہ لوگ میدان چھوڑ کر بھاگتے رہے۔ اس طرح میں نے عقیدہ ختم نبوت کو ثابت کیا اور ان کے عقیدہ کو باطل کیا۔

سوال:۔ اسکے نتیجے میں کچھ لوگوں نے توبہ کی یا ان پر کوئی اثر نہ ہوا؟

جواب:۔ الحمدللہ، اس کے نتیجہ میں اب تک ۶۰۰ قادیانیوں نے توبہ کی ہے اور یہ ان مناظروں

Marfat.com

اوران کے راہ فرار اختیار کرنے کے بعد ہوا اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ جھوٹے اور فریبی ہیں۔

سوال:۔ تحریری طور پر اس سلسلے میں آپ نے کیا کچھ کام کیا ہے؟

جواب: افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کے جذبہ دینی میں کوئی شبہ نہیں لیکن اس کا عملی مظاہرہ کچھ دیر سے ہوتا ہے تحریری طور پر ختم نبوت پر انگریزی زبان میں میرے پاس ایک کتاب ہے جس میں میں نے ایک سو سے زائد آیات اور تین سو سے زائد احادیث نبوی سے صراحتاً حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت کو ثابت کیا ہے لیکن وہ کتاب طبع نہیں ہو سکی اور نہ ابھی اس کے طبع ہونے کی امید ہے اس لیے کہ وہ ضخیم بھی ہے اور اس کی طباعت کے اخراجات بڑھتے جا رہے ہیں پہلے اس کی طباعت پر ۲۵ ہزار کے خرچ کا اندازہ تھا اب کاغذ کی گرانی کے سبب اسکے اخراجات میں مزید اضافہ ہو گیا ہے اس لیے فی الحال اس کی طباعت ممکن نہیں۔

دوسری کتاب میں نے اس سلسلے میں لکھی تھی جس کو مرزائی اپنے عقیدے کی بنیاد بتاتے ہیں ''حیات مسیح علیہ السلام'' اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کو ثابت کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ مرزا غلام احمد کا دعویٰ کہ میں مسیح ہوں جھوٹ پر مبنی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ابھی نہیں ہوا ہے باہر کی دنیا چونکہ مرزائیوں کے حالات سے بہت ہی کم باخبر ہیں اور ان کو دھوکہ دینے کا موقع بآسانی مل جاتا ہے اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ انگریزی اور فرانسیسی میں لٹریچر زیادہ سے زیادہ شائع کیا جائے اور تقسیم کیا جائے اگر صاحب خیر مسلمان اس طرف توجہ فرمائیں اور ان کی طباعت کا انتظام کروا دیں اور انہیں مفت تقسیم کروا دیں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ ان کا معاوضہ لوں کوئی بھی انہیں شائع کرا کے کسی بھی قیمت پر فروخت کر سکتا ہے میرا مقصد مسلمانوں کو قادیانیوں اور مرزائیوں کے خطرناک عزائم سے آگاہ کرنا ہے۔

فرانسیسی اور انگریزی تذکرے پر مجھے ایک بات یاد آئی جو میں بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ مرزا غلام احمد انگریزوں کا پروردہ ہے اور یہ بات انگریزوں نے بھی تسلیم کی ہے کیونکہ انگریز چاہتے تھے کہ مرزا غلام احمد کو مسلمانوں کا مرکز عقیدت بنا دیا جائے ہندوستان کے مسلمانوں کا مرکز مدینہ منورہ ہے اس کی طرف سے یہ لوگ ہٹ جائیں اور ہندوستان کی طرف متوجہ ہو جائیں بہرحال کیونکہ یہ انگریز کے پروردہ ہیں اس لیے جہاں جہاں انگریز بستے ہیں دنیا کا کوئی کونہ ہو وہاں بڑی آسانی سے انگریزوں نے ان کے دفاتر قائم کرائے اور ان کو امداد دی۔

Marfat.com

یہ بھی حیرتناک بات ہے کہ اس افریقی سرزمین پر فرانسیسی نوآبادیاں تھیں جہاں جہاں فرانسیسی نوآبادیاں تھیں وہاں فرانس نے مرزائیوں کو داخل نہیں ہونے دیا چنانچہ آج بھی وہاں مرزائیوں کا وجود نہیں ہے حالانکہ اب وہ نوآبادیاں آزاد ہو چکی ہیں۔ انگریزوں کی آبادیوں میں ان کے مراکز موجود ہیں اور فرانسیسی سمجھتے ہیں کہ یہ انگریزوں کے جاسوس ہیں اس لیے وہ انہیں کبھی بھی اپنی نوآبادیوں میں داخل ہونے اجازت نہیں دیتے۔

سوال:۔ قیام پاکستان سے لے کر ۷۲-۱۹۷۱ء کے مالی سال تک بیرونی ممالک کے تبلیغی اداروں پر جو رقم خرچ کی گئی اس میں قادیانیوں کا حصہ تھا یا نہیں؟

جواب:۔ حکومت تبلیغی مقاصد کے لیے جو بھی رقم خرچ کرتی رہی ہے وہ اس سلسلے میں بڑی فراخدلی سے غیر ملکی زرمبادلہ مرزا ایم ایم احمد کی معرفت تقسیم کراتی تھی ہر مرزائی مبلغ براہ راست ایم ایم احمد کی اجازت سے اسٹیٹ بینک پہنچتا تھا اور بڑی آسانی سے غیر ملکی زرمبادلہ حاصل کر لیا تھا اور اس کے اعداد و شمار اسٹیٹ بینک سے حاصل کیے جاسکتے ہیں اور اس کے ساتھ ۱۹۵۴ء سے لے کر ۱۹۶۸ء تک میں نے تبلیغی دورے کیے ایک ایک سال باہر رہا لیکن جب بھی اسٹیٹ بینک سے غیر ملکی زرمبادلہ کا مطالبہ کیا تو مجھے انکار کر دیا گیا اور کوئی زرمبادلہ نہیں دیا گیا میرا پاسپورٹ اس چیز کی وضاحت کرتا ہے۔

سوال:۔ ایم ایم احمد کے بارے میں شدید جذبات جو مشرقی پاکستانی رکھتے تھے ان سے آپ نے کبھی حکومت کو آگاہ کیا تھا؟

جواب:۔ ۲۸ فروری کو یحییٰ خان سے ملاقات میں میں نے کہا تھا کہ یہ آپ کے علم میں ہے کہ مغربی پاکستان کے لوگ ایم ایم احمد کو اچھا نہیں سمجھتے مشرقی پاکستان میں تو یہ عالم ہے کہ اگر انہیں ایم ایم احمد مل جائے تو اسے جلا کر اس کی خاک بھی خلیج بنگال میں ڈال دیں اس پر یحییٰ خان نے کہا کہ مجھے مشرقی پاکستان کے لوگوں کے جذبات کا پہلے ہی علم تھا لیکن مغربی پاکستان کے لوگوں کے جذبات مجھے معلوم نہیں تھے میں نے انہیں بتایا کہ مغربی پاکستان کے لوگ بھی ان سے سخت نفرت کرتے ہیں۔

سوال:۔ اس کے باوجود بھی اسے چپکا رکھا؟

Marfat.com

جواب :۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جتنی بھی حکومتیں برسر اقتدار رہیں وہ ہمیشہ امریکہ کے رحم وکرم پر چلتی رہیں امریکہ اور یہودیوں کا سب بڑا مفاد اس میں ہے کہ ان کا ایجنٹ حکومت میں موجود رہنا چاہیے اس لیے کوئی بھی حکومت اس بات کی جرأت نہ کر سکی کہ وہ ان لوگوں کی نگرانی کر سکے اور ان کا قلع قمع کر سکے۔

سوال :۔ ۱۹۵۳ء میں پاکستان میں جو تحریک چلی تھی ان دنوں آپ پاکستان میں تھے یا نہیں؟

جواب :۔ اس زمانے میں میں پاکستان میں تھا اور کراچی میں اس تحریک میں مولانا عبدالحامد بدایونی مرحوم اور دیگر علماء کے ساتھ شریک تھا۔ آرام باغ میں جمعہ کے دن اس مہم کا آغاز کیا گیا اور میں اس میں پیش پیش تھا رضا کاروں کو گرفتاری کے لیے تیار کیا گیا اور دیگر اہم انتظام کیے گئے۔

سوال :۔ کیا آپ کے والد ماجد اس زمانے میں تبلیغی دورے پر تھے؟

جواب :۔ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ اس زمانے میں تبلیغی دورے پر تھے۔

سوال :۔ کیا آپ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیت کی بیخ کنی کے لیے مناظرے کیے اور تحریری طور پر کوئی کام کیا ہے؟

جواب :۔ میرے والد رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدا سے آخر تک افریقہ، ملیشیا، سیلون، یورپ اور امریکہ کی سرزمین پر ہمیشہ لوگوں کو اس فتنہ سے آگاہ کیا والد ماجد کی انگریزی زبان میں تصنیف THE MIRROR کے نام سے موجود ہے جو ملی پبلیکیشنز نے شائع کی ہے اور اردو زبان میں "مرزائی حقیقت کا اظہار" تصنیف موجود ہے۔ عربی زبان میں مصر کی چھپی ہوئی "المرآت" انڈونیشی زبان میں بھی "مرزائی حقیقت کا اظہار" کتاب کا ترجمہ ہوا اور اس کی اشاعت کے بعد ملائیشیا میں بہت زبردست تحریک اٹھی یہاں تک کہ ملائیشیا میں مرزائیوں کا داخلہ ممنوع ہو گیا تھا۔

۱۹۷۱ء کو مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے جانکاہ حادثہ کے بعد ذوالفقار علی بھٹو نے ملک کی باگ ڈور سنبھالی اور انہوں نے آئین ساز اسمبلی کے افتتاحی اجلاس سے قبل ایک عبوری آئین نافذ کیا اور نئے آئین کے وضع کیے جانے تک عبوری آئین کو نافذ کرنے کے احکامات جاری کیے اور ۱۵ اپریل ۱۹۷۲ء کو قومی اسمبلی کا اجلاس بلانے کا اعلان کیا۔

Marfat.com

اجلاس کے پہلے ہی دن جمعیت علماء پاکستان کے پارلیمانی لیڈر کی حیثیت سے قائد اہلسنت علیہ الرحمہ نے قومی اسمبلی میں پہلا اور تاریخی خطاب فرمایا جس میں آپ نے نہایت ہی خوبصورت اور پارلیمانی روایات کے مطابق عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جو آئین ہمارے سامنے عمدہ فریم میں سجا کر پیش کر دیا گیا ہے اس میں اسلام کو قطعاً کوئی تحفظ فراہم نہیں کیا گیا اس میں کوئی اسلامی روح کارفرما نہیں ہے حکومت کی تمام نیک نیتی کے باوجود اس عبوری آئین سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا چونکہ اس میں وہ تاریخ متعین نہیں کی گئی جس تاریخ کو بینکوں کے سود، شراب، نائٹ کلب اس قسم کی دوسری چیزوں سے قوم کو نجات ملے گی۔

ستم ظریفی یہ ہے کہ دوسری اصلاحات تو حکومت نہایت ہی عجلت میں نافذ کرتی جا رہی ہے لیکن جو برائیاں معاشرے کو گھن کی طرح چاٹ رہی ہیں ان کو دور کرنے کا کوئی وقت متعین نہیں کیا گیا۔ آپ نے دستور کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اس میں لکھا ہے کہ پاکستان کا صدر مسلمان ہوگا مگر مسلمان کی تعریف کوئی نہیں جانتا کہ کیا ہے؟ یہاں ہر شخص مسلمان بننے کی کوشش کرتا ہے، اس ملک میں اسلام کے بدترین دشمن موجود ہیں جو مسلمان بن کر یہاں حکمران بن سکتے ہیں اور چور دروازے سے حکومت کرنے کیلئے وہ یہاں آسکتے ہیں اسلئے میں مسلمان کی تعریف کروں گا کہ ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین رکھتا ہو اور حضور پرنور ﷺ کے آخری نبی ہونے پر یقین رکھتا ہو وہ مسلمان ہوگا'' اور یہ تعریف آئین میں درج ہونا ضروری ہے تاکہ غیر مسلموں کے حکمران بننے کا سدباب کیا جا سکے۔

آپ کے اس خطاب پر ہفت روزہ ایشیاء لاہور ۲۳ مارچ ۱۹۷۲ء کی اشاعت میں بیان دینے کے بعد تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ جب مولانا نورانی علیہ الرحمہ مسلمان کی وضاحت فرما رہے تھے تو پیپلز پارٹی کی صفوں میں بے چینی پھیلی ہوئی تھی جس سے صاف محسوس ہوا کہ تیر نشانے پر بیٹھا ہے۔

اسی اثناء میں پاکستان کی تاریخ کا وہ اہم دن آ گیا جب دوبارہ ختم نبوت کی تحریک اپنے انجام کو پہنچنے کیلئے شروع ہوگئی۔ ۲۲ مئی ۱۹۷۴ء کو جب نشتر کالج کے طلباء دورے پر جا رہے تھے اور ربوہ پہنچے تو ریلوے اسٹیشن پر قادیانیوں نے انہیں قادیانیت کی دعوت دی جس پر طلباء قادیانیت مردہ باد، ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگاتے رہے اور قادیانیوں کے سینے پر مونگ

Marfat.com

دلتے رہے۔ ۲۹ مئی کو جب یہ طلباء واپس آرہے تھے تو قادیانیوں نے اپنی شکست کا بدلہ لینے کیلئے ان طلباء پر ربوہ ہی میں حملے کا منظم پروگرام بنایا اور گاڑی جیسے ہی ربوہ پہنچی قادیانیوں کے مسلح افراد نے طلباء پر حملہ کر دیا جس کی وجہ سے طلباء شدید زخمی ہو گئے۔ ٹرین باضابطہ طور پر روک دی گئی اور قادیانیوں نے جب تک حکم جاری نہیں کیا ٹرین نہیں چلائی گئی۔

یہ خبر جیسے ہی اخبارات کے ذریعہ منظر عام پر آئی عوام کے دلوں میں وہ لاوا جو ۱۹۵۳ء سے پک رہا تھا، پھوٹ پڑا۔ پورے ملک میں آگ سی لگ گئی، نوجوان، طلباء، مزدور، جوان، بوڑھے، بچے سب ہی میدان عمل میں اتر آئے اور قادیانیوں کے گھروں، محلوں پر حملے شروع ہو گئے۔ ایک خانہ جنگی کی سی کیفیت ہو گئی اور انتظامیہ بے بس تماشائی کا کردار دیکھنے پر مجبور ہو گئی کہ جہاں اس نے مظاہرین کو روکا وہاں مظاہرین انہی پر پل پڑے۔

اسی دوران پارلیمنٹ میں بجٹ اجلاس جاری تھا جس میں قواعد کی رو سے کوئی دوسری بحث یا قرارداد پیش نہیں ہو سکتی تھی مگر قائد اہلسنّت نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر ایک قرارداد کا مسودہ تیار کیا اور حزب اختلاف کے اراکین سے اس پر دستخط کرانے کی مہم شروع کر دی اس وقت اراکین میں ایسے ارکان بھی تھے جو کہ مذہب کو ایک ذاتی مسئلہ سمجھتے تھے اور کسی کے مذہب میں دخل اندازی کو جائز نہیں جانتے تھے چنانچہ ان افراد سے قرارداد پر دستخط کرانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ مگر یہ قائد اہلسنّت کی ذہانت اور آپ پر اراکین کا اعتماد تھا کہ بغیر کسی تردد کے دستخط کر دیئے۔ چنانچہ متحدہ اپوزیشن کے صدر خان عبدالولی خان سے آپ نے فرمایا کہ خان صاحب آج شام کو میں آرہا ہوں۔ قرارداد کا مسودہ میں نے تیار کر لیا ہے آپ کے دستخط کروانے ہیں آپ جب ان کے کمرے میں تشریف لے گئے تو انہوں نے پوچھا کہ مولانا فرمایئے کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ یہ مسودہ ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ اس پر میرے دستخط چاہئے؟ آپ نے فرمایا کہ آپ کے دستخط سب سے پہلے ہوں گے۔ آپ مسودہ ایک نظر دیکھ لیں ولی خان نے جواب دیا کوئی ضرورت نہیں اور بلا کسی تردد کے قرارداد کے مسودے پر دستخط کر دیئے۔ اسی طرح غوث بخش بزنجو، سردار شیر باز مزاری، عبدالحمید جتوئی (والد لیاقت علی جتوئی)، مولا بخش سومرو، (والد الٰہی بخش سومرو)، رئیس عطا محمد مری، علی احمد تالپور، مفتی محمود، پروفیسر غفور احمد سمیت ۳۷ اراکین پارلیمنٹ نے دستخط کیئے۔ صرف دو دیوبندی مولوی غلام غوث ہزاروی اور مولوی عبدالحکیم نے اس

Marfat.com

پر دستخط نہیں کیے۔

بجٹ اجلاس کے بعد آپ نے فوراً ۳۰ جون کو قومی اسمبلی میں قادیانیوں کے خلاف قرارداد پیش کر دی آپ نے اسپیکر کو قرارداد دینے کیساتھ اسی قرارداد کا مسودہ فوری طور پر پریس کو بھیج دیا جس کی وجہ سے دوسرے دن ہی تمام اخبارات نے اس کو نمایاں طور پر اخبارات میں شائع کیا۔

مسودۂ قرارداد ختم نبوت ﷺ

جناب اسپیکر (قومی اسمبلی پاکستان)

ہم حسب ذیل تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں۔

ہرگاہ کہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قادیان کے مرزا غلام احمد نے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کیا، نیز ہرگاہ کہ نبی ہونے کا اس کا جھوٹا اعلان، بہت سی قرآنی آیات کو جھٹلانے اور جہاد کو ختم کرنے کی اس کی کوششیں اسلام کے بڑے بڑے احکام کے خلاف غداری تھیں نیز ہرگاہ کہ وہ سامراج کی پیداوار تھا اور اس کا واحد مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کرنا اور اسلام کو جھٹلانا تھا۔

نیز ہرگاہ کہ پوری امت مسلمہ کو اس بات پر اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار، چاہے وہ مرزا غلام احمد مذکور کی نبوت کا یقین رکھتے ہوں یا اسے اپنا مصلح یا مذہبی رہنما کسی بھی صورت میں گردانتے ہوں، دائرہ اسلام سے خارج ہیں نیز ہرگاہ کہ ان کے پیروکار چاہے انہیں کوئی بھی نام دیا جائے مسلمانوں کے ساتھ گھل مل کر اور اسلام کا ایک فرقہ ہونے کا بہانہ کر کے اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

نیز ہرگاہ کہ عالمی تنظیموں کی ایک کانفرنس میں جو مکہ مکرمہ کے مقدس شہر میں رابطہ عالم اسلامی کے زیر انتظام ۶ اور ۱۰ اپریل ۱۹۷۴ء کے درمیان منعقد ہوئی اور جس میں دنیا بھر کے تمام حصوں سے ۱۴۰ مسلمان تنظیموں اور اداروں کے وفود نے شرکت کی، متفقہ طور پر رائے ظاہر کی گئی کہ قادنیت اسلام اور عالم اسلام کے خلاف ایک تخریبی تحریک ہے جو ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔ اب یہ اعلان کرنے کی کاروائی کرنی چاہیئے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار انہیں چاہے کوئی بھی نام دیا جائے، مسلمان نہیں اور یہ کہ قومی اسمبلی میں ایک سرکاری بل پیش کیا جائے

Marfat.com

تاکہ اس اعلان کو مؤثر بنانے کیلئے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر ان کے جائز حقوق و مفادات کے تحفظ کیلئے احکام وضع کرنے کی خاطر آئین میں مناسب اور ضروری ترمیمات کی جائیں۔

قرارداد کا پیش ہونا تھا کہ حکومت اور قادیانیت کے ایوان میں ہنگامہ مچ گیا۔ ذوالفقار علی بھٹو قائد اہلسنت علیہ الرحمہ سے اسپیکر صاحبزادہ فاروق علی خان کے چیمبر میں ملے اور کہا آپ نے میرے لئے خواہ مخواہ ایک مسئلہ کھڑا کر دیا، ایک مصیبت کھڑی کر دی ہے۔ آپ نے اسے اخبارات میں بھیج دیا ہے جسے اخبارات نے شہ سرخی کیساتھ لگایا ہے۔ اب مرزا ناصر کا بیان بھی آیا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ مولانا نورانی کی قرارداد یک طرفہ ہے اور انہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ اگر مولانا نورانی اس قرارداد کو پیش کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی اس بات کا حق دیا جائے کہ ہم بھی قومی اسمبلی میں اپنے موقف کی وضاحت کر سکیں۔

بھٹو نے مزید کہا: دیکھئے مولانا! قومی اسمبلی کو قومی اسمبلی ہی رہنے دیجئے۔ کیا اب اسمبلی میں مجلس مناظرہ منعقد ہوگی۔ آپ لوگ قادیانیوں کو خارج اسلام قرار دیتے ہیں تو ٹھیک ہے ہم نے اس سے تو انکار نہیں کیا تو اس کو اسمبلی میں لانے کی کیا ضرورت تھی؟ آپ کیا مذہبی جنون میں مبتلا ہیں؟ جس پر قائد اہلسنّت نے فرمایا کہ یہ محض مذہبی مسئلہ نہیں پاکستان کے اندر بہت حد تک سیاسی مسئلہ بن چکا ہے اور مرزا ناصر نے جو بیان دیا ہے تو آپ اس کو پارلیمنٹ کے کیمرے میں بلالیں، ان کی بھی سنیں، ہمارے اعتراض بھی ہونگے اور ارکان اسمبلی جو کاروئی کرنا چاہیں تو کریں۔ قرارداد اسمبلی میں غور کرنے کیلئے پیش ہونے کے بعد پوری اسمبلی کو ایک خصوصی کمیٹی میں تبدیل کر دیا گیا، ایک دوسری کمیٹی بھی بنا دی گئی، جس میں قائد اہلسنّت مولانا نورانی، مفتی محمود، پروفیسر غفور احمد اور حکومت کی طرف سے عبدالحفیظ پیرزادہ، کوثر نیازی اور اٹارنی جنرل یحیٰی بختیار شامل تھے اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا اور مسلسل چلتا رہا۔

اسی دوران قادیانی گروپ کے سربراہ مرزا ناصر احمد اور لاہوری گروپ کے سربراہ صدرالدین نے اپنے عقائد کی وضاحت اور اپنی صفائی پیش کرنے کی اجازت مانگی۔ کمیٹی نے اجازت دی مرزا ناصر ایک محضر نامہ لیکر حاضر ہوا جو کہ ۱۸۰ صفحات پر مشتمل تھا۔

اسی دوران ایک ایسا انوکھا واقعہ ہوا کہ آج تک اسمبلی کی تاریخ میں نہ ہوسکا۔ یہ خدا کی

Marfat.com

قدرت تھی یا حضور ختم المرتبت کا معجزہ کہ جب اس نے محضر نامہ پڑھنا شروع کیا تو اس بند ائیر کنڈیشن کمرے میں اوپر سے ایک پرندہ کا غلاظت بھرا پر آیا اور سیدھا اس کے محضر نامہ پر گرا جس سے اس کا محضر نامہ گندگی سے آلودہ ہو گیا اور وہ چونک پڑا جبکہ سارے اراکین اسمبلی یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔ اس طرح اس نے محضر نامہ پڑھا جس پر اراکین اسمبلی نے سوالات مرتب کیے، سوالات کی تعداد ۵۷ تھی، جس میں ۵۷ سوالات جمعیت علماء پاکستان کے اراکین اسمبلی قائد اہلسنّت علیہ الرحمہ، علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، مولانا سید محمد علی رضوی اور مولانا محمد ذاکر کی طرف سے پیش کیے گئے۔

سوالات اسمبلی کے سیکریٹری کو پیش کیے گئے اور سوالات پوچھنے کی ذمہ داری اٹارنی جنرل یحییٰ خان کے سپرد کی گئی۔ مسلسل گیارہ روز تک مرزا ناصر سے جرح ہوتی رہی، سوال و جواب ہوتے رہے، مرزا ناصر صفائی پیش کرتے کرتے تنگ آ گیا، ایئر کنڈیشن کمرے میں بیٹھ کر وہ ہر روز پچاس سے زائد گلاس پانی پیتا اسی طرح دو دن تک لاہوری گروپ کے صدرالدین سے جرح کی گئی۔ بھٹو صاحب آخر تک راضی نہ ہوئے کبھی یہ اعتراض کہ لفظ قادیانی اور لاہوری نہ آئے، کبھی غلام احمد کے نام پر اعتراض۔

۵ ستمبر کو بھٹو صاحب کے ساتھ پھر کمیٹی کا اجلاس ہوا جس میں قائد اہلسنّت، پروفیسر غفور احمد، مفتی محمود، مولا بخش سومرو، عبدالحفیظ پیرزادہ، کوثر نیازی اور چوہدری ظہور الٰہی نے شرکت کی کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ ۶ ستمبر کو رات دو بجے بھٹو صاحب کی سرکاری رہائش گاہ پر میٹنگ ہوئی بھٹو صاحب کا اعتراض تھا کہ اگر یہ قرارداد منظور ہو گئی تو پیپلز پارٹی کی بڑی بدنامی ہو گی لوگ تو اسے سیکولر پارٹی سمجھتے ہیں، جس پر قائد اہلسنّت نے فرمایا کہ لوگوں کے سمجھنے سے کیا ہوتا ہے آپ کے منشور میں لکھا ہوا ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے اور یہ اسلامی معاملہ ہے، جس پر بھٹو صاحب قائل ہوئے اور یوں ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو شام ۴ بجے قومی اسمبلی نے آئین میں فوری ترمیم کی اور اسی دن شام ۷ بجے سینیٹ نے اس کی توثیق کر دی۔

تاریخی ترمیم:۔

قومی اسمبلی کے کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی متفقہ طور پر طے کرتی ہے کہ حسب ذیل

Marfat.com

سفارشات قومی اسمبلی کو غور اور منظوری کیلئے بھیجی جائیں۔ کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی اپنی رہنما کمیٹی اور ذیلی کمیٹی کی طرف سے اس کے سامنے پیش یا قومی اسمبلی کی طرف سے اس کو بھیجی گئی قراردادوں پر غور کرنے اور دستاویزات کا مطالعہ کرنے اور گواہوں بشمول سربراہان انجمن احمدیہ ربوہ اور انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کی شہادتوں اور جرح پر غور کرنے کے بعد متفقہ طور پر قومی اسمبلی کو حسب ذیل سفارشات پیش کرتی ہے۔

(الف) پاکستان کے آئین میں حسب ذیل ترمیم کی جائے۔

(اول) دفعہ ۱۰۶ (۳) میں قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) کا ذکر کیا جائے۔

(دوم) دفعہ ۲۶۰ میں ایک نئی شق کے ذریعہ غیر مسلم کی تعریف درج کی جائے۔ مذکورہ بالا سفارشات کے نفاذ کیلئے خصوصی کمیٹی کی طرف سے متفقہ طور پر منظور شدہ مسودہ قانون منسلک ہے۔

(ب) مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ الف میں حسب ذیل تشریح درج کی جائے۔

تشریح: کوئی مسلمان جو آئین کی دفعہ ۲۶۰ کی شق (۳) کی تصریحات کے مطابق محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے تصور کے خلاف عقیدہ رکھے یا عمل یا تبلیغ کرے وہ دفعہ ھذا کے تحت مستوجب سزا ہوگا۔

(ج) متعلقہ قوانین مثلاً قومی رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۳ء اور انتخابی فہرستوں کے قواعد ۱۹۷۴ء میں منتجہ قانونی اور ضابطہ کی ترمیمات کی جائیں۔

(د) پاکستان کے تمام شہریوں، خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں، کے جان و مال، آزادی، عزت اور بنیادی حقوق کا پوری طرح تحفظ اور دفاع کیا جائے گا۔

آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مزید ترمیم کرنے کیلئے ایک بل:

ہرگاہ یہ قرین مصلحت ہے کہ بعد ازاں درج اغراض کیلئے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم کی جائے۔

لہٰذا بذریعہ ھذا حسب ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے۔

(۱) مختلف عنوان اور آغاز نفاذ۔ (۱) یہ ایکٹ آئین (ترمیم دوم) ایکٹ ۱۹۷۳ء کہلائے گا۔

Marfat.com

(۲) یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

(۲) آئین کی دفعہ ۱۰۶ کی شق (۳) میں لفظ فرقوں کے بعد الفاظ اور قوسین ''اور قادیانی جماعت یالاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں)'' درج کیے جائیں گے۔

(۳) آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں ترمیم، آئین کی دفعات میں شق (۲) کے بعد حسب ذیل نئی شق درج کی جائے گی یعنی'' جو شخص محمد ﷺ کے خاتم النبین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو محمد ﷺ کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا نبی مصلح تسلیم کرتا ہے وہ آئین یا قانون کی اغراض کیلئے مسلمان نہیں ہے۔''

قائد اہلسنّت اس دوران اسمبلی کے اجلاسوں میں شرکت کرتے، اراکین اسمبلی کو اعتماد میں لیتے، حکومتی اراکین کو ختم نبوت کی اہمیت اور قادیانیوں کی ریشہ دوانی سے آگاہ کرتے تو ساتھ ہی رات میں مختلف علاقوں کا دورہ کرتے اور جلسوں سے خطاب کرتے۔ چنانچہ آپ نے ان تین ماہ میں پنجاب کے علاقوں کے تقریباً چالیس ہزار میل کا دورہ کیا اور عوام کو ختم نبوت کی ضرورت و اہمیت سے آگاہ کیا۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں حضرت قائد اہلسنّت نے کس جانفشانی سے کام کیا اس کی ایک جھلک آپ کی اپنی زبانی ملاحظہ فرمائیں جو کہ آپ نے ایک انٹرویو میں تحدیث نعمت کے طور پر بیان فرمائی۔

آپ نے فرمایا کہ ہم نے تحریک کو دو محاذوں پر منظم کیا۔ ایک پارلیمنٹ کے اندر اور دوسرا پارلیمنٹ سے باہر۔ بیرونی محاذ پر کام کرنے کے لیے تمام مکاتب فکر کے اتفاق رائے اور اجماع سے مجلس تحفظ ختم نبوت تشکیل دی گئی۔ جس نے ملک بھر میں مسلمانوں کو منظم کیا اور ایسی فضاء پیدا ہوئی کہ حکومت کے لیے اس مسئلے کو نظر انداز کرنا ممکن نہ رہا۔ مولانا بنوری اس مجلس عمل کے صدر اور علامہ سید محمود احمد رضوی ناظم اعلیٰ تھے یوں جس طرح ۱۹۵۳ء کی تحریک میں اس خانوادے کا قائدانہ کردار تھا اسی طرح ۱۹۷۴ء کی تحریک میں انہوں نے اسی روایت کو قائم رکھا۔ علامہ سید ابوالحسنات قادری علامہ رضوی کے تایا تھے اور تحفظ ناموس ختم نبوت کی پاداش میں سزائے موت پانے والوں میں ایک ان کے تایازاد بھائی مولانا سید خلیل قادری تھے۔

پارلیمنٹ کے اندر ۱۹۷۴ء کے بجٹ اجلاس کے فوراً بعد میں نے قادیانیوں کو کافر

Marfat.com

ومرتد قرار دینے کے لئے قرارداد پیش کی۔ اسمبلی کے اندر جو دیگر علماء کرام تھے یعنی مفتی محمود صاحب اور پروفیسر عبدالغفور احمد صاحب وغیرہم اس کے مؤیدین میں سے تھے۔ لیکن دیوبندی مولوی غلام غوث ہزاروی اور مولوی عبدالحکیم اس قرارداد میں شریک نہیں ہوئے اور اپنے آپ کو اس سے الگ رکھا۔

اگرچہ پاکستان کی پچھلی اسمبلیوں میں علماء ارکان رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت مجھے نصیب فرمائی اور مجھے کامل یقین ہے کہ بارگاہ شفیع المذنبین میں میرے لئے یہی سب سے بڑا وسیلۂ شفاعت ونجات ہوگا۔ اس دوران متنبی قادیان کے خلیفہ نے پیش کش کی کہ وہ اسمبلی میں پیش ہو کر اپنا مؤقف پیش کرنا چاہتے ہیں ہم نے خوش آمدید کہا قادیانی اور لاہوری دونوں گروپوں کے سربراہان آئے پوری قومی اسمبلی کو ایک خصوصی کمیٹی کی شکل دے دی گئی اور اس کے in camera اجلاس شروع ہوئے جن میں صرف ارکان کو شرکت کی اجازت تھی۔ طریقۂ کار کے مطابق ہم یعنی تمام علماء کرام اپنے سوالات تحریری شکل میں جناب یحییٰ بختیار صاحب اٹارنی جنرل آف پاکستان کو دیتے تھے اور وہ قواعد وضوابط کے مطابق وہ سوالات کرتے ان کا اس مسئلہ میں کردار بلاشبہ بہت جاندار تھا انکے سوالات کے نتیجے میں مرزا غلام احمد قادیانی اور قادیانیت کا دجل وفریب کھل کر اراکین اسمبلی کے سامنے آگیا اور سب کی غیرت ایمانی جاگ اٹھی اور اب ان کے سامنے دو راستے تھے یا تو مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوے کو تسلیم کر کے خود کو اور پوری امت مسلمہ کو غیر مسلم تسلیم کریں اور یا انکار ختم نبوت اور جھوٹے ادعاء نبوت کے سبب مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کو نبی ماننے والے قادیانی گروپ اور مجدد ماننے والے لاہوری گروپ کو کافر و مرتد قرار دیں۔

اس طرح الحمدللہ! پاکستان میں یہ معجزہ خاتم الانبیاء ہم عاجز وناکارہ غلامان مصطفیٰ ﷺ کی مساعی اور پوری ملت اسلامیہ پاکستان کی تائید وحمایت اور پارلیمنٹ کے اندر اور باہر تمام مکاتب فکر کے علماء کی بھرپور جدوجہد کے نتیجے میں ظہور پزیر ہوا اور ۱۹۷۴ء کو کافر و مرتد قرار دینے کی قرارداد اتفاق رائے سے منظور کی گئی۔ اس مہم میں علماء واراکین کے علاوہ بعض دیگر ارکان مثلاً موجودہ معطل اسمبلی کے اسپیکر جناب الٰہی بخش سومرو صاحب کے والد حاجی مولا بخش سومرو کا کردار بڑا مؤثر اور مجاہدانہ تھا۔ (انٹرویو:۔ مفتی منیب الرحمٰن مئی ۲۰۰۰ء)

Marfat.com

اس مسئلہ کے حل کے بعد ترجمانِ اہلسنّت نے اکتوبر 1974 کی اشاعت میں اپنے اداریہ پر ایک مفصل نوٹ لکھا جس کو ترجمانِ اہلسنّت کے نگرانِ اعلیٰ مولانا سید سعادت علی قادری نے تحریر کیا تھا، جس کا عنوان یہ تھا۔

ایک مسئلہ جو حل ہو گیا !

احمدیوں کا مسئلہ ۲۷ سال سے پاکستان کیلئے ایک مستقل خطرہ بنا ہوا تھا۔ اس کو حل کرنے کیلئے ماضی میں کئی کوششیں کی گئیں لیکن کامیابی نہ ہو سکی۔ کئی مرتبہ یہ مسئلہ مسلمانوں میں خون خرابے کا سبب بنا۔ نہ جانے کتنے احمدی ہلاک ہوئے اور کتنے تحفظ ختم نبوت کے متوالے اور ختم النبین ﷺ کے پروانے شہید ہوئے لیکن شہیدوں کا خون رائیگاں نہیں جاتا۔ آخر کار خون شہداء رنگ لایا اور ۷ ستمبر کا سورج غروب ہوتے ہی خبر ملی کہ ''احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیدیا گیا''۔

اللہ کی طرف سے ہر کام کا وقت مقرر ہے انسان کوشش کرتا ہے لیکن اسے اپنی کامیابی کے وقت مقررہ کا کوئی علم نہیں ہوتا۔ شمع رسالت کے پاکستانی پروانے ختم نبوت کا قانونی تحفظ چاہتے تھے اس کیلئے انکا ایثار و قربانی جاری تھا۔ لیکن اپنے اس نیک مقصد میں کامیابی کے وقت کا انکو یقیناً پتہ نہ تھا۔ کئی مرتبہ انھیں محسوس ہوا کہ اب منزل قریب ہے لیکن اچانک انھوں نے اپنے آپ کو منزل سے دور پایا اور جب وقت آیا تو عجب انداز میں۔ ہوا یہ کہ ''۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو اچانک ربوہ اسٹیشن سے گذرنے والی (چناب ایکسپریس) پر احمدیوں نے حملہ کیا اور نشتر میڈیکل کالج کے مسافر طلبہ کو خوب اچھی طرح زدوکوب کیا''۔

یہ واقعہ کیوں رونما ہوا۔ اس پر اخبارات و رسائل نے بہت کچھ لکھا۔ اصل وجہ کا کوئی ثبوت نہ مل سکا۔ بہر حال اس واقعہ کا اثر یہ ہوا کہ یہ خبر پورے ملک میں آگ کی طرح پھیلی اور غلامان مصطفیٰ ﷺ میں ایک اضطراب پیدا ہو گیا اور اس مرتبہ علماء، عوام، مذہبی رجحان رکھنے والے لیڈروں سب نے یہ فیصلہ کر لیا کہ احمدیوں کو اس ملک میں ان کا صحیح مقام دیکر انکی حد مقرر کر دی جائے تاکہ ملک کی سالمیت کے خلاف وہ مزید اقدام نہ کر سکیں اور پاکستان ہمیشہ کیلئے انکی سازشوں سے محفوظ ہو جائے۔

Marfat.com

اس عزم کی تکمیل کیلئے جلسے ہوئے، جلوس نکلے، احتجاج کئے گئے، ہڑتالیں ہوئیں، احمدیوں کا زبردست سوشل بائیکاٹ شروع ہوا۔ ابتداء حکومت نے اسکو کچھ اہمیت نہ دی اور اپنی انتظامی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہوئے پولیس کے ذریعہ معاملہ ختم کرانے کی کوشش کی۔ گرفتاریاں ہوئیں، عوام کو ڈرایا گیا اور دھمکایا گیا۔ لیکن تحریک دن بدن تیز ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ وزیراعظم پاکستان نے اپنی جمہوری ذہنیت سے سوچا اور معاملہ کی نزاکت کو بھانپ لیا۔

اس سلسلے میں انھوں نے علماء اور عوامی نمائندوں سے مذاکرات کئے اور ۱۳ جون ۱۹۷۴ کو ایک اہم تقریر کی جو بیک وقت ریڈیو اور ٹیلی وژن سے نشر ہوئی۔ اس تقریر میں انھوں نے ملک کے پیچیدہ مسائل پر اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ حزب اختلاف پر خاصے برسے۔ علماء اور لیڈروں کو بہت کچھ سمجھایا اور قوم سے وعدہ کیا کہ ''احمدیوں کا مسئلہ بجٹ پر بحث کے بعد قومی اسمبلی میں پیش کیا جائے گا اور اسے مساویانہ، غیر جانبدارانہ اور اسلامی اصولوں کے مطابق حل کیا جائے گا اور پیپلز پارٹی کے اراکین قومی اسمبلی کو اس سلسلے میں پارٹی کے نظم وضبط کا پابند نہیں کیا جائے گا''۔

اس تقریر کا اثر صرف اتنا ہوا کہ عوام اسمبلی کے بجٹ سیشن ختم ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ لیکن تحریک پورے زور وشور کے ساتھ جاری رہی۔ وہی جلسے، وہی جلوس، وہی احتجاج۔ یہاں تک کہ ۳۰ جون ۱۹۷۴ کو قومی اسمبلی نے ایک قرارداد منظور کی جس کے تحت احمدیوں کے مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کیلئے پورے ایوان پر مشتمل ایک کمیٹی بنا دی گئی۔ اس فیصلے کا عوام پر خاصا اثر ہوا۔ لیکن چونکہ عوام نے اصل مسئلے کو حل کرانے کی ٹھان لی تھی۔ لہٰذا اسمبلی کا اپنا کام جاری رہا اور علماء اور عوام تحریک چلاتے رہے اور اسی دوران ایک ایسا وقت آ گیا جب مسلمانوں نے احمدیوں کا ایسا زبردست سوشل بائیکاٹ کیا کہ بعض مقامات پر کئی کئی دن تک ان کو ضروریات زندگی تک سے محروم رکھا گیا۔ تحریک کی اس کیفیت کا خاصا اثر رہا اور اب تقریباً اس بات کو سمجھا جا چکا تھا کہ ملک کی سالمیت کیلئے ختم نبوت کو قانونی اور واضح حیثیت دینا ناگزیر ہے۔ لہٰذا ۲۴ جون ۱۹۷۴ کو وزیراعظم نے اعلان کیا کہ قومی اسمبلی اس مسئلہ کا جو بھی جمہوری حل تلاش کرے گی وہ منظور ہوگا۔

کمیٹی اپنا کام تیزی سے کرتی رہی یہاں تک کہ اپنے مسلک کی وضاحت کیلئے جماعت احمدیہ ربوہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد اور جماعت احمدیہ لاہور کے سربراہ دونوں کو کمیٹی

Marfat.com

کے سامنے پیش ہونا پڑا۔ جماعت احمدیہ ربوہ کے سربراہ کا بیان گیارہ دن جاری رہا جس کا کل وقت ۴۱ گھنٹے ۵۰ منٹ تھا اور جماعت احمدیہ لاہور کا بیان دو دن تک ۸ گھنٹے ۲۰ منٹ جاری رہا۔

اگرچہ کمیٹی کی کاروائی جاری تھی لیکن عوام کا اضطراب بڑھ رہا تھا کیونکہ وہ اب بہت جلد اپنے مقصد کو حاصل کرنا یا اس مقدس مقصد پر اپنے آپ کو قربان کر دینا چاہتے تھے اس اضطرابی حالت کا اندازہ لگا کر ۳۰ جولائی ۱۹۷۴ کو وزیر اعظم نے کہا کہ ہم اس مسئلہ کو حل کرنے میں غیر ضروری تاخیر نہیں کریں گے۔

لیکن یہ اعلان مبہم تھا جس سے اضطرب میں کمی کی بجائے اضافہ ہوا اور عوام میں بدگمانیاں پیدا ہونے لگیں۔ لہٰذا ۱۴ اگست ۱۹۷۴ء کو وزیر اعظم کو اعلان کرنا پڑا کہ قومی اسمبلی اس مسئلے کو ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء سے قبل کر دیگی۔

اس اعلان کے بعد کچھ منزل قریب آئی اور اب ہر طرف یہ سوال ہوتا تھا کہ ۷ ستمبر کو کیا ہوگا؟ ۶ ستمبر پاکستان کی تاریخ کا اہم دن یوم دفاع ہے۔ لیکن اس مرتبہ لوگوں کی توجہ کا مرکز ۷ ستمبر تھا اور واقعی ۷ ستمبر پاکستان کی تاریخ نہیں بلکہ مسلمانان ہند کی سو سالہ تاریخ کا اہم دن قرار پایا۔

۷ ستمبر کا دن بھی بڑا عجیب تھا، خوف و ہراس کے بادل طاری تھے، ہر ایک کی زبان پر یہی تھا کہ اب کیا ہونے والا ہے، افواہیں پھیل رہی تھیں، جان نثاران ختم نبوت ﷺ اپنے مقدس مقصد کی تکمیل کے لئے خدا سے اپنی جانیں قربان کرنے کا عہد کر رہے تھے، انتظامی امور کی انجام دہی کے لئے پولیس اور فوج حرکت میں تھی، بہر حال ایسی خوفناک حالت تھی جسکو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں حتی کہ سورج غروب ہوا اور تحفظ ختم نبوت کی قانونی حیثیت کا اعلان ہوا۔ اور:

''احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیدیا گیا''۔

صبح اخبارت نے اس اہم ترین خبر کو الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ اس طرح شائع کیا۔

منکرین ختم نبوت کو دائیرہ اسلام سے خارج کر دیا گیا۔ (جنگ کراچی)

احمدیوں کو اقلیت قرار دیدیا گیا قانون میں ترمیم منظور۔ (حریت کراچی)

ان الباطل کان زھوقا۔ بے شک باطل فنا ہونے کے لئے ہے۔

پاکستان کے آئین میں ترمیم کردی گئی۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیدیا گیا۔

(نوائے وقت لاہور ۸ ستمبر)

Marfat.com

QADIANIS DECLARED MINORITY. PREACHING AGAINST FINALITY OF PROPHETHOOD BY A MUSLIM MADE PUNISHABLE. (ڈان کراچی ۸ ستمبر)

بہر حال خدا کا شکر ہے کہ مسئلہ حل ہو گیا اور اس ۹۰ سالہ پرانے مسئلہ کو حل کرنے کا شرف موجودہ اسمبلی اور وزیر اعظم پاکستان حاصل ہوا جنکو بجا طور پر ملک کے ہر طبقہ خیال کے علماء، لیڈروں اور عوام سے خراج تحسین حاصل ہوا جس کے وہ واقعی مستحق ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ انھوں نے نہ صرف دنیاوی طور پر خراج تحسین حاصل کیا بلکہ اللہ بھی انہیں اپنے محبوب کی ناموس کی حفاظت کا اجر ضرور عطا فرمائے گا۔ ہم وزیر اعظم پاکستان اور قومی اسمبلی کے معزز ارکان کو اس مسئلے کے حل پر مبارکباد پیش کرتے ہیں لیکن ان علمائے کرام اور مذہبی رجحان رکھنے والے لیڈروں، طلباء، سیاسی وسماجی کارکنوں اور عوام کو بھی خراج تحسین پیش کرتے ہیں جن کی مسلسل جدوجہد، ایثار وقربانی اس مسئلہ کے حل کا اصل سبب بنی اور ہم ان شہدائے ختم نبوت کو بھی خراج عقیدت پیش کرتے ہیں جنھوں نے اپنے خون سے ختم نبوت کی تحریک کو سینچا اور آج ان کی قربانی ہی کے باعث پوری قوم کا سر فخر سے اونچا ہے۔

مگر ساتھ ہی ہم ان چند لیڈروں کی بھی مذمت کرتے ہیں جنھوں نے نہ تو دوران تحریک اس مسئلہ میں واضح طور پر اپنی رائے کا اظہار کیا اور نہ ہی یہ مسئلہ حل ہو جانے کے بعد ہمیں ان کے خیال کا پتہ چل سکا۔ ہمارے نزدیک ایسے لیڈر نہ تو قابل معافی ہیں اور نہ ہی قابل اعتماد ،وہ قوم سے ہمدردی اور ملک کی وفاداری کے دعوے کرتے ہیں لیکن اس نازک مرحلے پر ان کا اصل روپ قوم کے سامنے آگیا ہے انھوں نے اس موقع پر جو راستہ اختیار کیا اس کے نتائج کا انھیں کسی مناسب موقع پر ضرور پتہ چلے گا۔

تحریک کی کامیابی کا سہرا کس کے سر ہے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب اگر جماعتی تعصب میں مبتلا ہو کر دیا جائے تو اس قومی اتحاد واتفاق کا شیرازہ بکھر کر رہ جائے گا جو اس کامیابی کا ذریعہ بنا۔ لہٰذا حق یہ ہے کہ گلستان ختم نبوت کے پھولوں کا یہ سہرا شمع رسالت کے تمام پروانوں کو نصیب ہوا۔ اس میں حکام بالا، معزز اراکین قومی اسمبلی، قائدین مجلس عمل تحفظ ختم نبوت، طلباء، سماجی وجماعتی کارکن، جلسوں میں شریک ہونے والے عوام، گھروں میں رو رو کر دعائیں کرنے والی

Marfat.com

مائیں بہنیں، ہڑتالوں میں ساتھ دیکر مالی ایثار کرنے والے اور فلک شگاف نعروں سے جذبات کو بیدار کردینے والے مجاھد۔ غرض جس نے بھی جس طرح تاج ختم نبوت کی حفاظت میں حصہ لیا وہ سب شامل ہیں۔

یہ حقیقت بھی قابل ذکر ہے کہ حسب سابق جمعیت علماء پاکستان کے قائدین، علماء، کارکن اور جمعیت سے متعلق عربی مدارس کے طلباء کا اس پوری تحریک میں نمایاں کردار رہا ہے۔ جس کے لیے بلا شبہ جمعیت کے صدر قائد اہلسنّت حضرت علامہ مولانا الشاہ احمد نورانی صدیقی قابل صد مبارکباد ہیں ہم یقین کرتے ہیں کہ موصوف کی باصلاحیت قیادت میں اب ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لیے جمعیت کی کوششیں پہلے سے زیادہ منظم اور تیز ہوجائیں گی اور وہ وقت دور نہیں جب ہمیں ہماری یہ منزل بھی مل جائے گی۔

انہی دنوں میں جب آپ اکبر عادل (سابق وفاقی سیکرٹری صنعت) کے گھر پر دعوت میں مدعو تھے وہیں پر سرکاری افسران کا ایک وفد قائد اہلسنّت سے ملاقات کے لئے آیا اور میزبان اکبر عادل سے درخواست کی کہ مولانا صاحب سے علیحدگی میں ملاقات کرائی جائے۔ اکبر عادل نے ملاقات کا اہتمام کرا دیا۔ وفد نے پوچھا کہ مولانا صاحب ہم نے سنا ہے کہ آپ نے اپنی پیش کردہ قرارداد میں لاہوری گروپ کو بھی غیر مسلم قرار دیا ہے جبکہ ہم لوگ تو مرزا کو نبی نہیں مانتے لہٰذا آپ اپنی قرارداد سے ہمارا نام نکا دیں اس کے عوض ہم آپ کو پچاس لاکھ روپے پیش کرتے ہیں۔ قائد اہلسنّت نے سخت لہجے میں جواب دیا کہ آپ کی پیشکش ہمارے جوتے کی نوک پر! مرزا مدعی نبوت ہے اور جو اسے مجدد، مصلح یا مسلمان بھی مانتا ہے وہ بھی کافر ہے۔ میری قرارداد سے ایک لفظ بھی حذف نہیں ہوگا اس سے قبل بھی کئی سرکاری افسران سفارش کرچکے ہیں لیکن ہمارا سودا بازار مصطفیٰ میں ہوچکا ہے اب ہمیں کوئی نہیں خرید سکتا۔ ہماری اصل دولت ایمان ہے اور سرمایہ آخرت ہے۔ جس پر وہ وفد اپنا سا منہ لیکر چلا گیا۔

آپ کی بارگاہ رسالت ﷺ میں کیا مقبولیت تھی اسکا اندازہ اس خواب سے لگایا جاسکتا ہے جو مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب نے اپنی کتاب شاہ احمد نورانی کے صفحہ نمبر ۱۵۱ پر تحریر کیا۔

ایک روح پرور نورانی خواب

Marfat.com

خوشا چشم کو بنگرد مصطفیٰ را
خوشا دل کہ دارد خیالِ محمد ﷺ

(از مولوی محمد یونس صاحب متعلم جامعہ حنفیہ رضویہ سراج العلوم گوجرانوالہ)

بتاریخ ۴ رجمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ بمطابق ۶ رجون ۱۹۷۳/ء بروز بدھ دوپہر کے وقت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کی تقریر سننے اور استقبال کرنے کے سلسلے میں دوسرے حضرات کے ساتھ میں بھی ریلوے اسٹیشن پر گیا اور وہاں پر امن ماحول میں پیپلز پارٹی کے ہنگامہ اور فائرنگ و پتھراؤ کا میرے دل میں گہرا اثر ہوا اس وقت سے رات کو سونے سے پہلے تک طبیعت سخت پریشان رہی مولانا شاہ احمد نورانی کا چہرہ بار بار میری نظروں میں گھومتا اور میرے دل کو زیادہ بے چین کرتا رہا۔

انہی خیالات میں محو ہو کر سو گیا۔ تقریباً سحری کا وقت ہو گا کہ میں نے یہ خواب دیکھا۔

خواب: میں ایک باغ کھڑا ہوں۔ باغ میں کچھ ایسا عجیب و غریب ہے کہ ظاہر میں کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ باغ میں انتہائی مخلوق جمع ہے، درختوں میں بے شمار پھل ہی پھل نظر آ رہے ہیں اور بہت نزدیک نزدیک مگر کسی توڑنے کی مجال نہیں۔ باغ کے اجتماع میں علماء میں سے مجھے حضرت مولانا محمد عمر صاحب اچھروی مولانا محمد عبد الغفور ہزاروی صاحب مولانا محمد شریف صاحب نوری قصوری، مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب۔ اور ان سب کے درمیان حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کھڑے نظر آئے۔

نزولِ تخت:۔ اچانک ایک منور درخشاں تخت آسمانوں سے اس باغ میں اترتا ہوا نظر آیا۔ تخت پر ایک نورانی بزرگ تشریف فرما ہیں اور ان کی دونوں جانب چار اور حضرات بھی ہیں، مجمع نے تخت آتا دیکھ کر یا محمد ﷺ یا محمد ﷺ پکارنا شروع کر دیا۔ میں نے ایک قریب کھڑے صاحب سے پوچھا یہ کون شخصیتیں ہیں تو اس نے بتایا نادان تجھے معلوم نہیں کہ غریبوں کے والی۔ یتیموں کے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ ہیں اور یہ دوسرے چار حضرات حضور کے چاروں یار و خلفاء اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ جب میں نے ایک گروہ بزرگان کی بابت استفسار کیا تو اس نے بتایا کہ یہ اولیاء اللہ اقطاب و ابدال حضرات کا اجتماع ہے اور درمیان میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تشریف فرما ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تشریف آوری کے بعد اس باغ میں

Marfat.com

ہر جانب ایسا نور ہی نور نظر آنے لگا۔ جس کے بیان کرنے سے میں عاجز ہوں۔ میں اس نور میں ایسے پرندے بھی دیکھے جو زمین و آسمان کے درمیان بغیر سہارا کے موجود ہیں اور حرکت بھی نہیں کررہے ہیں جملہ حاضرین بھی کھڑے ہیں۔ کوئی بھی بیٹھا ہوا نہیں ہے۔

استقبال و قدم بوسی:۔ حضور علیہ الصلوۃ والتسلیم کی تشریف آوری پر مولانا نورانی اور دیگر علماءِ کرام استقبال اور قدمبوسی کیلئے بڑھتے نظر آئے اس دوران نورانی میاں کا عمامہ سر سے گر گیا تو حضور علیہ الصلوۃ والتسلیم نے اسے اٹھا کر دوبارہ ان کے سر پر رکھ دیا اور اپنے دستِ مبارک سے ان کو شاباش دی۔ اور علمائے سے فرمایا مجاہدو کھڑے ہو جاؤ۔ پھر مجمع کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ میری امت کے مجاہد ہیں جن کے متعلق میں نے فرمایا کہ وہ انبیاء بنی اسرائیل کی طرح ہیں۔

پھر آپ کے ارشاد پر حضرت نورانی صاحب نے اس اجتماع میں تقریر فرمائی دورانِ تقریر حضور علیہ الصلوۃ والتسلیم نے ''ٹھیک ہے'' ''ٹھیک ہے'' کے جملے بھی ارشاد فرمائے نورانی صاحب نے اپنی تقریر میں ایک جملہ یہ بھی کہا اے میرے آقا کیا آپ کی نبوت کے بعد کسی کو نبوت ملی ہے۔ اور کیا کوئی اور بھی نبی بن سکتا ہے؟ اس پر حضور علیہ الصلوۃ والتسلیم فداہُ ابی وامی نے ارشاد فرمایا۔

''نہیں جو میرے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر اور جھوٹا ہے''۔

نورانی صاحب نے عرض کیا ہم اسی لئے ایسے لوگوں کی علیحدگی و اقلیت قرار دینے کی جدوجہد کررہے ہیں۔ نورانی صاحب نے آخر میں کہا یہ میرے آقا ہیں کہ جب مدینہ منورہ جلوہ گر ہوئے تو اہلِ مدینہ نے اس طرح خیر مقدم کیا۔

طلع البدر علینا	من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا	ما دعیٰ للہ داع

مجدد مائۃ حاضرہ:۔ ان کی تقریر کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے ایک نحیف سے بدن مگر پیاری سی شکل کے ایک بزرگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا۔ یہ احمد رضا خان بریلوی ہیں جو چودھویں صدی میں میری امت کے مجدد ہیں اور انھوں نے ہماری شان میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ پھر حضور علیہ الصلوۃ والتسلیم کے ارشاد پر اعلحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے ایک عربی نعت شریف پڑھی۔

Marfat.com

بعدازیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشاد پر مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب نے یہ نعت شریف سنائی۔

گھٹاؤ اشک برساؤ مدینہ یاد آیا ہے
سماں ساون کا دکھلاؤ مدینہ یاد آیا ہے

اس کے بعد حضرت نورانی صاحب نے سلام پڑھا اور چند اشعار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے پڑھے۔ بعد میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اشارہ فرمانے پر مولانا شاہ احمد نورانی نے سرکار کے وسیلہ سے دعا کی اور سرکار دو عالم ﷺ تبسم فرماتے رہے۔ اس کے بعد وہ نورانی تخت اور نظارہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔

اور فوراً میری آنکھ کھل گئی تو میں نے اٹھ کر وضو کیا اور بارگاہِ الٰہی میں سجدۂ شکر ادا کرتے ہوئے آٹھ نوافل ادا کئے اور پھر بارگاہِ رسالت میں صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔ اور تھوڑی دیر بعد فجر کی اذانیں شروع ہو گئیں۔

میں نے اپنی پوری طرف سے اس منظر مبارک کو صحیح الفاظ کے ساتھ صحیح طور پر بیان کرنے کی پوری کوشش کی ہے اگر پھر بھی کوئی کوتاہی ہوگئی ہو تو مولیٰ تعالیٰ معاف فرمائے

فالحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آله وصحبه اجمعین

۱۹۷۷ء میں جب افواج پاکستان نے اس ملک کی باگ ڈور سنبھالی اور ملک کا آئین معطل کر دیا گیا جس کی وجہ سے آئین کی اسلامی دفعات اور امتناع قادیانیت کی دفعات بھی معطل ہو گئیں تو آپ نے بھرپور احتجاج کیا اور بالآخر جنرل ضیاء الحق کو ایک امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کرنا پڑا۔

اسی طرح اکتوبر ۱۹۹۹ء میں جب جنرل پرویز مشرف نے ملک کا نظم ونسق سنبھالا اور آئین کو معطل کر دیا اور اپنا ایک آئینی پی سی او جاری کیا جس میں اسلامی دفعات شامل نہ تھیں تو آپ نے سخت احتجاج کیا۔ تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں سے رابطے کئے اور انہیں اس کے سنگین نتائج سے آگاہ کیا آپ نے تحریک فدائیان ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے ہر ضلع میں ختم نبوت کانفرنس کرنیکا اعلان کیا آپ نے فرمایا کہ دینی جماعتیں، محب وطن عوام اور عاشقان رسول

Marfat.com

ناموس مصطفیٰ ﷺ پر حکومت سے کوئی سمجھوتہ نہیں کرینگے ۔ تل ابیب قادیانیوں کا ہیڈکوارٹر ہے جس کا ناقابل تردید ثبوت میں قومی اسمبلی میں ۱۹۷۴ء میں پیش کر چکا ہوں جس کا کوئی جواب اس وقت مرزا ناصر بھی نہیں دے سکا تھا قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ ایوان بالا اور زیریں نے متفقہ طور پر طویل بحث کے بعد دیا تھا اب کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اسمیں کوئی تبدیلی کر سکے۔

چنانچہ آپ نے تحفظ ناموس رسالت کیلئے ۱۹ مئی ۲۰۰۰ء کو ملک گیر ہڑتال کا اعلان کیا اور یہ ہڑتال انتہائی کامیاب ہوئی کہ اس دن پورے ملک میں ٹریفک بند رہا، تمام دکانیں اور کاروبار معطل رہا اسی سلسلہ میں آپ نے ۲۷ مئی کو نشتر پارک کراچی میں ختم نبوت کانفرنس منعقد کرنے کا اعلان کیا۔ اس دوران آپ نے تمام اخبارات و میڈیا کو اہل وطن کے نام ایک کھلا خط ارسال کیا، جس کو تمام اخبارات نے شائع کیا۔

صدر ورلڈ اسلامک مشن و چیئرمین ملی یکجہتی کونسل پاکستان
مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کا کھلا خط

عزیزان وطن! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج آزادی کے ساڑھے ۵۳ برس گزرنے کے باوجود ہم من حیث القوم ایک نازک موڑ پر کھڑے ہیں بلکہ بند گلی میں کھڑے ہیں۔ قوم پژمردگی واضمحلال اور یاس و حرمان کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ اللہ جل شانہ کی نگاہ کرم اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کے وسیلۂ رحمت کے سوا اس انبوہ مسائل سے سرخرو ہو کر نکلنے کے لیے ظاہری اسباب تقریباً معدوم ہیں۔ ہم اقوام عالم کے درمیان یکہ و تنہا کھڑے ہیں۔ ہمیں ایک ایک کر کے عالمی اداروں اور مختلف مقامات سے معطل کیا جا رہا ہے اور ایک بھی مؤثر و جاندار آواز ہمارے حق میں بلند ہوتی سنائی نہیں دیتی قوموں کی بربادی میں ایک ایک کر کے ہمدردوں، دوستوں اور بہی خواہوں کی حمایت سے محروم ہو جانا سفارتی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

برادران ملت! یہ کیفیت آناً فاناً یا اچانک کسی حادثہ اتفاقیہ کے نتیجہ میں رونما نہیں ہوئی بلکہ یہ ہماری ۵۳ سالہ غفلتوں، نادانیوں اور کوتاہیوں کا منطقی نتیجہ ہے یہ لمحہ فاجعہ دیوار پر لکھا ہو

Marfat.com

اٹھا۔ اہل نظر اسے پڑھ پڑھ کر کانپ اٹھتے تھے لیکن اقتدار کے نشہ میں سرمست و مدہوش ٹولہ داد عیش دے رہا تھا۔ ؎ بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

فدائیان ختم نبوت ﷺ! دستور کسی آزاد ملک کی اساس ہوتا ہے یہ قومی یکجہتی ملکی سالمیت، ملی وحدت اور جغرافیائی و نظریاتی سرحدوں کے تحفظ کی ضمانت ہوتا ہے۔ یہ کسی قوم کی یکجہتی و سالمیت کی مقدس دستاویز ہوتی ہے یہ پوری قوم کا میثاق اور پیمان وفا ہوتا ہے۔ پاکستان کی دستوری تاریخ نہایت تلخ ہے۔ ۱۹۵۶ میں جا کر مساوات کے اصول پر پہلا دستور بنا مگر قبل اس کے کہ اسکے تحت انتخابات ہوتے وہ منسوخ کر دیا گیا۔ اسکے بعد ایک آمر نے کتاب جمہوریت میں بعض نئی اصلاحات کا اضافہ کر کے دستور دیا لیکن وہ اپنے خالق کے اقتدار کے زوال کے ایک دن بعد تک بھی قائم نہ رہ سکا۔

آخر کار ۱۹۷۳ء میں جمہوری طریقہ پر منتخب اسمبلی نے ایک جامع متفقہ پارلیمانی جمہوریت پر مشتمل دستور تشکیل دیا اس منزل کو پانے میں قوم آدھے سے زیادہ ملک گنوا چکی تھی اس دستور پر قوم کے تمام منتخب ارکان پارلیمنٹ کے تائیدی و توثیقی دستخط ثبت تھے اور آج تک تمام تر دستوری تعطل دستور سے انحراف اور عارضی طور پر دستور کو ایک جانب رکھ دینے کے افسوس ناک اقدامات کے باوجود آج بھی ملک کی وحدت، بقاء، سلامتی اور بحیثیت ایک قوم اور ملک مل جل کر رہنے کی واحد آئینی و قانونی اساس یہی دستور ہے۔ خدانخواستہ اسے چھیڑا گیا اس کے حقیقی ڈھانچے کو بدل کر رکھ دیا گیا اس میں من مانی ترامیم کر کے اس کی روح کو مسخ کر دیا گیا اس دینی ملی قومی اور ملکی اساس کو پامال کر دیا گیا تو پھر خاکم بدھن شاید ہم ملکی وحدت و سالمیت اور قومی یکجہتی کا آخری موقع بھی گنوا بیٹھیں گے اور پھر قوم خواہ بنی اسرائیل کی طرح چالیس سال تک وادی تیہ میں بھٹکتی رہے گی یہ منزل آسانی سے ہاتھ نہیں آئے گی۔

لہٰذا ہم متنبہ کرنا اپنا دینی و ملی فریضہ سمجھتے ہیں کہ آئین کی مسلمہ اسلامی دفعات کو معطل رکھنے کے بجائے ہمہ وقت نافذ العمل اور ناقابل تنسیخ قرار دے کر PCO (عارضی آئین) کا لازمی حصہ بنایا جائے ابھی تک ہم ناصح اور مشفق کا رول ادا کر رہے ہیں ہم نے نرم سے نرم الفاظ میں حب الوطنی کے جذبے سے سرشار ہو کر اپنی آواز اہل اقتدار تک پہچانے کی کوشش کی ہے تا کہ مسلح افواج کا احترام بحیثیت ادارہ قائم رہے ان کا وقار مجروح نہ ہو یہ ہماری خواہش بھی ہے

Marfat.com

ضرورت بھی اور مجبوری بھی۔

کیونکہ ملک کسی انارکی، ہنگامہ آرائی اور شکست وریخت کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ سرحدوں پر حالات مخدوش ہیں داخلی طور پر اندرونی و بیرونی دہشت گردی کا نیٹ ورک قائم ہے اور چنگاری سلگنے کی دیر ہے ایسا نہ ہو کہ سب کچھ بھسم ہو کر رہ جائے ہماری جدوجہد آئین وقانون کے دائرے میں رہتے ہوئے نہایت پر امن و پر سکون ہے لیکن اگر امن پسندی کو کمزوری پر محمول کر کے نگاہ استحقار سے نظر انداز کر دیا گیا تو پھر معاملے کو آخری حد تک لے جانا ہمارا دینی ملی اور ایمانی فریضہ ہے ہم محتاط اس لئے ہیں کہ ہم نہیں چاہتے کہ مفاد پرست طبقات ہماری اجتماعی مہم کی لہروں میں گھس کر اپنے مذموم عزائم پورے کریں۔

عاشقان سید الابرار ﷺ! ہم ببانگ دہل اقتدار کو متنبہ کرتے ہیں کہ اگر انہوں نے آئین کی اسلامی دفعات کو PCO (عارضی آئین) کا موثر حصہ نہ بنایا قانون توہین رسالت ﷺ میں ترمیم کا فیصلہ واپس نہ لیا تو ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت ﷺ اور مجلس عمل تحفظ ختم بنوت کا احیاء بہت جلد عمل میں آئے گا اور کراچی سے خیبر تک اور واہگہ سے چمن تک پورا ملک متحد و منظم ہو کر سراپا احتجاج بنے گا اور اس سیلاب بلاخیز کے آگے سد راہ بننے والی ہر قوت خس وخاشاک کی طرح بہ جائے گی۔

حکومت کو چاہیئے کہ ہوش کے ناخن لے اور شمع رسالت ﷺ کے پروانوں کا تقابل حریصان اقتدار اور محرومین اقتدار کے ساتھ نہ کرے وہ دادعیش پانے کیلئے جیتے ہیں اور یہ خاتم النبین رحمتہ للعلمین ﷺ کے ناموس پر مر مٹنے کی خواہش میں زندہ ہیں ہم نہیں چاہتے کہ عوام اور افوج آمنے سامنے ہوں بلکہ ہماری تمنا ہے کہ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے تحفظ اور وطن کی بقاء و سالمیت اور دفاع کیلئے عوام اپنی مسلح افواج کے شانہ بشانہ کھڑے ہوں۔

ہم نے اسی لئے تشدد، دہشت گردی، اسلحہ بندی اور اسلحے کی نمائش سے پاک روح پرور ایمان افروز اور نورانیت سے معمور پر امن عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد کرنیکا اعلان کیا ہے اور ملت کے تمام طبقات، دینی تنظیمات، سیاسی عناصر، علماء، مشائخ، وکلاء ادباء، زعماء، طلباء، اساتذہ، تاجر صنعت کار، اہل صحافت، قومی اخبارات حتیٰ کہ ہر دردمند پاکستانی اور غیور وجسور غلام مصطفیٰ ﷺ سے دردمندانہ اور عاجزانہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ ہر قسم کے ذاتی، گروہی،

Marfat.com

جماعتی، تنظیماتی اور طبقاتی مفادات سے بالاتر ہو کر اس عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کو اپنا ایمانی تقاضا اور دینی وملی فریضہ سمجھیں کیونکہ

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

ہم چیف ایگزیکٹو سے بھی یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ غیر ملکی مالی امداد سے پلنے والے اور اپنے بیرونی آقاؤں کے مفادات کا پرچار کرنے والے این جی اوز (غیر حکومتی اداروں) پر اعتماد کرنے اور ان کو اپنا سیاسی اتالیق بنانے کے بجائے ان حساس دینی، ملی اور قومی مسائل میں راہنمائی حاصل کرنے اور پورے ملک کو فکری انتشار میں مبتلا کرنے اور مسلح افواج کی نظریاتی کمٹمنٹ (پابندی) کو موضوع بحث بنانے کے بجائے محب وطن دینی جماعتوں سے رابطہ کریں اور ان کا موقف سنیں۔

برادارن اسلام! آیئے اپنی قومی ملی اور دینی شناخت کیلئے ۲۷ مئی ۲۰۰۰ء کو نشتر پارک میں جمع ہو کر اپنے عقیدے اور ایمان کی پختگی کا ثبوت پیش کریں نیز صیہونی صلیبی اور استعماری ریشہ دوانیوں اور سازشوں کا پردہ چاک کریں اللہ تعالی ہمارا اور آپ سب کا محافظ ہو آمین ثم آمین

۲۷ مئی ۲۰۰۰ء کراچی کی تاریخ کا ایک اہم دن تھا کہ جس دن عاشقان رسول ﷺ نشتر پارک میں جمع ہونا شروع ہو گئے اور عوام اہلسنت نے اتنی کثیر تعداد میں شرکت کی کہ نشتر پارک میں جگہ کم پڑ گئی کانفرنس میں مقررین نے ختم نبوت کی اہمیت وضرورت کو واضح کیا اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ PCO میں اسلامی دفعات کو شامل کرے۔ آپ نے اس روح پرور اور تاریخی موقع پر خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ ہماری فوج کا موٹو جہاد فی سبیل اللہ ہے ہمارے فوجی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے جانشین ثابت ہوں۔ قوم پاکستان کی بہادر افواج سے ختم نبوت کے مسئلہ پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے مسلح افواج کے سربراہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسے کردار کی توقع کر رہی ہے۔ جنرل پرویز کے ہاتھوں دستور کی معطلی کے بعد قادیانی اپنے آپ کو مسلمان ہونے کا پروپیگنڈا کر کے ہمارے زخموں پر نمک پاشی کر رہے ہیں ہم عقیدۂ ختم نبوت کیلئے سر کٹا سکتے ہیں لیکن کوئی سمجھوتہ نہیں کر سکتے جس طرح فوجی اپنا جعلی سربراہ برداشت نہیں کر سکتے اسی طرح مسلمان قوم جعلی نبی کبھی برداشت نہیں کر سکتی۔

Marfat.com

اسی دن صبح آپ سے حکومت کے مذہبی امور کے وزیر عبدالمالک کانسی نے ملاقات کی، آپ نے ان کو بھی تمام عاشقان رسول ﷺ کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنے جذبات سے آگاہ کیا اور فرمایا کہ تحفظ ناموس رسالت کا قانون زمین سے نہیں بلکہ آسمان سے اتارا گیا اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہونی چاہیئے۔

چنانچہ حکومت پاکستان نے حالات کی سنگینی دیکھتے ہوئے ایک آرڈیننس جاری کر دیا جو کہ PCO کا حصہ بن گیا۔ جس میں آئین کی تمام اسلامی دفعات کو شامل کیا گیا تھا اس طرح پہلے مدعئ نبوت کو کیفرِ کردار تک پہنچانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد کے ایک فرد ہی کی یہ جرأت اور ہمت تھی کہ وہ سنت صدیقیت پر عمل کرتے ہوئے مدعیان نبوت کا قلع قمع کرے اور ان کی بیخ کنی میں کوئی دقیقہ کارنہ چھوڑے۔

داعئ اتحاد بین المسلمین:

اسلام امن و آشتی کا مذہب ہے اس کی بنیادی تعلیمات یہ ہیں کہ کسی مذہب و فرقے کے راہنماؤں پر تنقید کئے بغیر، کسی پر کیچڑ اچھالے بغیر اسلام و ایمان کی تبلیغ کی جائے کہ اگر کوئی مسلمان کسی کافر کے خدا کی توہین کرے گا تو وہ کافر بھی خدائے وحدہٗ لاشریک کی توہین و تنقیص کر سکتا ہے جو کہ ایک انتہائی قبیح اور قابل تعزیر فعل ہے مملکت خداداد پاکستان مسلمانوں نے بنایا۔ اور یہ معرض وجود میں ہی اسلیئے آیا کہ اس ملک میں اسلام کی بالادستی ہو اور اسلامی اصولوں کے اندر اقلیتوں کے حقوق کا مکمل طور پر خیال رکھا جائے۔

تاریخ اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ مسلمانوں نے ہمیشہ سے تعلیمات نبویہ کی پیروی کی اور اسی کو اپنا مشعل راہ بنایا اور باہمی اتحاد و اتفاق کا عملی مظاہرہ کیا مگر کچھ فتنہ پسند افراد نے مسلمانوں میں اختلافات کو ہوا دی اور مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا اور جو ملت ایک فرد واحد کی طرح قائم تھی اس کو کبھی فروعی اور کبھی اصولی اختلافات کے ذریعے تقسیم کر دیا مگر ہر دور میں اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق کی فضا پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ آپس کے اختلافات کی خلیج کو کم کرنے کی مشقت اٹھاتے رہے۔ اختلافی مسائل کو درمیان سے ہٹا کر متفقہ مسائل پر اشتراک کر کے ایک مشترکہ مقصد کیلئے جدوجہد کیلئے تیار کرتے

Marfat.com

رہے۔

چنانچہ برصغیر میں جب تحریک پاکستان شروع ہوئی تو اس وقت مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے علماء نے اس تحریک کی حمایت کی اس کے لئے جدوجہد کرنے والوں میں اہلسنت و جماعت کے علماء تھے تو کچھ دیوبند کے علماء بھی تھے، شیعہ تھے تو اہلحدیث بھی تھے اسی طرح قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۱ء میں مختلف مکاتب فکر کے ۳۱ علماء نے ۲۲ متفقہ نکات پر اتفاق رائے کرتے ہوئے ملک پاکستان کو فرقہ واریت کی جنگ میں دھکیلنے کی پہلی سازش کو ناکام بنانے میں بھرپور کردار ادا کیا۔

ایسے ہی ۱۹۵۳ء میں جب قادیانیوں کی سازشیں زیادہ بڑھنے لگیں اور وہ مذہب اسلام کے نام پر اپنی کافرانہ سرگرمیوں کو کھلم کھلا دنیا کے سامنے پیش کرنے لگے رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ پر بیہودہ یاوہ گوئی کرنے لگے اور اس کو مشتہر کرنے لگے تو اس وقت بھی تمام مکاتب فکر کے علماء نے اپنے باہمی اختلافات کو الگ رکھ کر ایک متفقہ مقصد یعنی قادیانیت کے خلاف جدوجہد میں مشترکہ حصہ لینے کا اعلان کیا اور باقاعدہ تحریک تحفظ ختم نبوت کے نام سے ایک جماعت کی تشکیل دی جس کا صدر خلیفہ اعلیٰ حضرت، مجاہد ملت حضرت علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری علیہ الرحمہ کو بنایا گیا جبکہ مشہور دیوبندی عطاء اللہ بخاری اس کے ناظم مقرر ہوئے جن کی قیادت میں پورے ملک میں تحریک ختم نبوت چلائی گئی جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء وعوام نے بھرپور طریقے سے شرکت کی، مشترکہ جلسوں کا اہتمام بھی ہوا، اجلاس بھی ہوئے، ایک دوسروں کی مساجد میں جا کر تقاریر بھی کی گئیں، ایک ساتھ گرفتاریاں بھی دیں مگر یہ تحریک حکومت وقت نے جبراً وقتی طور پر دبالی۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات کے بعد جب پاکستان تقسیم ہوگیا اور مغربی پاکستان پر بھٹو کی مضبوط حکومت قائم ہوئی تو حزب اختلاف نے ذوالفقار علی بھٹو کے مقابلہ میں مشترکہ اپوزیشن بنائی جس میں جماعت اسلامی کے اراکین اور جمیعت علماء اسلام کے ارکان کے ساتھ ساتھ سنی تنظیم جمیعت علماء پاکستان کے ارکان بھی شامل تھے۔

پھر جب ۱۹۷۴ء میں منکرین ختم نبوت قادیانیوں نے دوبارہ سر اٹھایا تو پھر تحریک تحفظ ختم نبوت مشترکہ طور پر چلائی گئی اور اس وقت دیوبندی مولوی بنوری کو اس تحریک کا صدر اور

Marfat.com

اہلسنت کے مولانا محمود احمد رضوی صاحب علیہ الرحمہ کو ناظم مقرر کیا گیا ان کی سربراہی میں بھرپور طریقے سے تحریک چلی۔ ایوان کے اندر قائد اہلسنت علیہ الرحمہ، علامہ ازہری، مفتی محمود، پروفیسر غفور احمد، مولانا عبدالحق (والد مولانا سمیع الحق) وغیرہم نے تحریک ختم نبوت چلائی اور مشترکہ طور پر جدوجہد کر کے اس فتنہ قادیانیت کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دلوا کر ۹۰ سالہ اس فتنہ کو دفن کیا

۱۹۷۷ء میں پیپلز پارٹی کی ظالمانہ اور غیر شرعی حکومت کے خلاف جب تمام مکاتب فکر کو دوبارہ متحد ہونے کی ضرورت محسوس ہوئی تو پھر تمام مکاتب فکر کے علماء اور سیاسی راہنما متحد ہوئے اور ایک اتحاد بنام P.N.A تشکیل پایا جس کا صدر مفتی محمود اور جنرل سیکرٹری پہلے J.U.P کے رفیق باجوہ اور پھر جماعت اسلامی کے پروفیسر غفور کو بنایا گیا یہ اتحاد انتخابی اتحاد بنا جسمیں تمام جماعتوں کے مشترکہ امیدوار کھڑے کیئے گیئے ہر حلقہ سے صرف ایک جماعت کا امیدوار کھڑا ہوا اور باقی تمام جماعتوں نے اسکی تائید و توثیق کی۔

اسی طرح ایک عالمی سازش کے ذریعے مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کا کام شروع کیا گیا ہر روز مساجد و امام بارگاہوں میں خون کی ہولی کھیلی جانے لگی۔ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کے افراد کو کافر و مرتد اور اسکے قتل کرنے کو جائز کہنے لگا۔ واجب القتل اور کافر کافر کے نعرے بلند ہونے لگے۔ سپاہ صحابہ اور سپاہ محمد کے نام سے اہل تشیع اور دیوبند ایک دوسرے کا گلا کاٹنے لگے اور پاکستان اور ایران میں غلط فہمیاں پیدا ہونے لگیں۔ سفارتی تعلقات میں ان واقعات کی وجہ سے سرمہری آنے لگی جگہ جگہ نفرتوں کے الاؤ جلنے لگے۔ لوگوں کو عبادت کرنے کے دوران سرعام قتل کیا جانے لگا اور بین الاقوامی سازشی ان تمام مناظر کو میڈیا کے سامنے پیش کرنے لگے اور اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کیا جانے لگا۔ لوگوں کو یہ باور کرایا جانے لگا کہ اسلام تو دہشت گردی اور قتل و غارت گری کا مذہب ہے جہاں ایک دوسرے کو قتل کرنا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے یورپ میں اسلام قبول کرنے والوں کے اذہان کو بدلا جانے لگا اور لوگوں کو اس منفی پروپیگنڈے سے اسلام سے دور رکھا جانے لگا تو اس کڑے وقت میں دوبارہ اس بات کی شدت کیساتھ ضرورت پڑی کہ ایک ایسی ہستی ہو، ایک ایسی شخصیت ہو، ایک ایسا قائد ہو جو تمام مکاتب فکر کو ایک میز پر لا کر ان کے متفقات کی روشنی میں ان میں اتحاد کروا سکے، ان ناعاقبت اندیشوں کو بین الاقوامی سازشوں سے آگاہ کر سکے اسلام مخالف اور سیکولر جماعتوں کی طعن و تشنیع سے اسلام اور مذہب کو بچا سکے۔

Marfat.com

چنانچہ ایسے وقت میں ملک کی بیدار مذہبی، سیاسی قیادت نے اسلام کے تحفظ اور مملکت خداداد پاکستان کی سلامتی کیلئے ۲۳ مارچ ۱۹۹۵ء کو مختلف مکاتب فکر کے علماء کا ایک اجلاس اسلام آباد میں بلایا جس میں قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمہ صدر جمیعت علماء پاکستان، مولانا عبدالستار خان نیازی صدر جمیعت علماء پاکستان نیازی گروپ، قاضی حسین احمد امیر جماعت اسلامی پاکستان، مولانا سمیع الحق امیر جمیعت علماء اسلام سمیع الحق گروپ، مولانا محمد اجمل خان جمیعت علماء اسلام فضل الرحمان گروپ پروفیسر ساجد میر امیر جمیعت اہلحدیث، علامہ ساجد نقوی قائد تحریک جعفریہ پاکستان، مولانا ضیاء القاسمی سپاہ صحابہ پاکستان، علامہ مرید عباس یزدانی سپاہ محمد، مولانا اسفند یار خان صدر سواد اعظم اہلسنت پاکستان، آغا مرتضیٰ پویا سربراہ حزب الجہاد پاکستان جیسے اکابرین شریک ہوئے۔

اجلاس میں ملکی صورت حال پر تفصیلی غور وخوض کیا گیا اور یہ طے پایا کہ تمام مکاتب فکر کی ایک متحدہ تنظیم ہونا چاہیے جو اسلام اور پاکستان کو کمزور کرنے اور فرقہ واریت کی سازشوں کا سد باب کر سکے جس کے تحت ایک ایسا ضابطہ اخلاق تشکیل دیا جائے جو تمام مکاتب فکر کے افراد کیلئے قابل قبول ہو اور تمام مسالک کے علماء وعوام اس کی پابندی کریں جو ظاہری بات ہے ایک ناممکن سا کام تھا اب تنظیم کے قیام پر اتفاق ہونے کے بعد اس کی صدارت کا مسئلہ ہوا کہ اس کا صدر کون ہونا چاہیے ہر فرد کی یہ خواہش تھی کہ صدر کا ہما اس کے سر پر بیٹھے، ہر مسلک کا فرد یہ چاہتا تھا کہ صدر ہمارے مسلک سے ہوتا کہ ہم اس سے اپنے مسلک کی حقانیت ثابت کر سکیں مگر کسی پر اتفاق نہ ہوا جیسے ہی کسی کا نام لیا جاتا فوراً اس پر تنقید شروع ہو جاتی، فوراً اختلاف رائے ہو جاتا۔ قیادت کا معاملہ سنگینی اختیار کرنے لگا۔

ایسی شخصیت کہ جس پر کوئی تنقید بھی نہ کر سکے اور اس کے کردار پر کوئی دھبہ بھی نہ ہو جو ملکی اور بین الاقوامی سیاست کے گر بھی جانتا ہو اور اسلام اور عالم اسلام کے خلاف سازشوں پر بھی نظر رکھ سکتا ہو، جو حلیم الطبع خصوصیات کا حامل بھی ہو اور اپنے فیصلے نافذ کرنے کے فن سے بخوبی آگاہ بھی ہو ان تمام خصوصیات کی حامل ذات اس وقت پورے ملک میں صرف ایک ذات تھی وہ ذات صرف اور صرف قائد اہلسنت امام شاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمہ کی ذات گرامی تھی کہ جب آپ کا نام نامی صدارت کیلئے پیش ہوا تو تمام مکاتب فکر کے علماء نے آپ کی صدارت پر رضا

Marfat.com

مندی ظاہر کردی۔ آپ پر کوئی بھی کسی قسم کا اعتراض کر ہی نہ سکا کہ کسی کے پاس اعتراض کرنے کا کوئی بہانہ ہی نہیں تھا صرف مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب سے توقع تھی کہ وہ کوئی اعتراض نہ کردیں جب تمام افراد متفق ہو گئے تو ایک شخص نے مولانا نیازی کے پاس جا کر ان سے شاکی لہجے میں کہا کہ یہ لوگ مولانا نورانی کو صدر بنا رہے ہیں تو اس وقت اس عظیم شخص نے باآواز بلند کہا کہ ہمیں بھی ان کی صدارت پر کوئی اعتراض نہیں ہے ہم ان کی صدارت پر راضی ہیں یوں قائد اہلسنت امام نورانی قائدِ ملتِ اسلامیہ ہو گئے۔

آپ نے اپنے صدارتی خطاب میں ان تمام سازشی اداروں کا ذکر کیا جو ملک میں فرقہ واریت پھیلا رہے ہیں۔ اجلاس کے اختتام پر قائد اہلسنت نے پریس کانفرنس سے خطاب کیا اور پوری قوم کو اتحاد و یکجہتی کے قیام پر مبارکباد دی اور متفقہ اعلامیہ کا اعلان کیا آپ نے فرمایا کہ ہم اس وقت بھارتی، امریکی اور اسرائیل کے گٹھ جوڑ کی زد میں ہیں وہ ہمیں لسانی علاقائی، نسلی اور فرقوں کی بنیاد پر لڑانا چاہتے ہیں تا کہ پاکستان میں مکمل خانہ جنگی ہو جس سے ان طاقتوں کو اپنے عزائم پورے کرنے کا موقع ملے سپاہ صحابہ اور سپاہ محمد شیعہ کی دیگر تنظیموں کو ابھار کر پاکستان اور ایران کے درمیان جنگ کروانا چاہتے ہیں (جس طرح عراق ایران جنگ کروائی) تا کہ بعد میں پاکستان کو بھی ختم کردیں نقشے پر دیکھیں آزربائیجان ایران سے ملتا ہے اور نئے سروے کے مطابق مستقبل میں آزربائیجان اور وسط ایشیائی ممالک میں عرب سرزمین سے بھی زیادہ تیل نکلے گا یہود وہنود کا مقصد مسلمانوں کی اقتصادیات کو کنٹرول کرنا ہے اس لئے یہ کھیل کھیلا جارہا ہے جبکہ پاکستان اور دیگر مسلم ممالک کا باہمی امن وتعاون ان کے مقصد کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے دینی جماعتوں نے اس خطرہ کا بروقت احساس کیا اور امریکہ، بھارت، اسرائیل اور اسلام دشمن طاقتوں کی سازشوں کو بروقت سمجھا ہے۔

انہوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ سپریم کورٹ کے ریٹائرڈ جج پر مشتمل ایک کمیشن تشکیل دیا جائے جو تحقیقات کرے کہ پاکستان میں شیعہ سنی شروع سے رہتے ہیں پھر فسادات کیسے شروع ہوئے یہ کمیشن ذمے دار افراد کا تعین کرے میرے خیال میں کوئی بھی ذمے دار مسلمان مساجد اور امام بارگاہوں پر حملوں کا تصور بھی نہیں کرسکتا اسلام دشمن طاقتیں ملت اسلامیہ میں فرقہ واریت کو ہوا دے کر یکجہتی کو پارہ پارہ کر رہی ہیں انہوں نے ہی قتل وغارت کا بازار گرم کر

Marfat.com

رکھا ہے۔'' قومی وملی یکجہتی کونسل نے ایک متفقہ اعلامیہ بھی جاری کیا جسکے الفاظ کچھ یوں تھے۔

''وطن عزیز'' پاکستان اس وقت اندرونی و بیرونی خطرات میں گھرا ہوا ہے امریکی نیوورلڈ آرڈر کے تحت اسلام دشمن قوتیں ملت اسلامیہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کر رہی ہیں اور فرقہ واریت کو ہوا دے رہی ہیں حکمرانوں کی مجرمانہ غفلتوں کی وجہ سے پورے ملک میں عموماً اور کراچی میں بالخصوص دہشت گردی اور قتل وغارت کا بازار گرم ہے یہاں تک کہ عبادت گاہیں قتل گاہیں بن گئی ہیں ان حالات میں ملک بھر کی دینی جماعتوں کا یہ نمائندہ سربراہی اجلاس ان خطرات کا متحد ہو کر مقابلہ کرنے کے لئے درج ذیل فیصلوں کا اعلان کرتا ہے۔

۱۔۔ پاکستان کے آئین اور تمام ملکی قوانین پر قرآن وسنت کی بالادستی ہے۔۔ کتاب وسنت کی مکمل آئینی حکمرانی اور شریعت محمدی کے عملی نفاذ اور ایک مکمل اسلامی انقلاب برپا کرنے کو ہم اپنا دینی اور ملی فریضہ سمجھتے ہیں اور اس کے حصول کے لئے مشترکہ جدوجہد کریں گے۔

۲۔۔ عالمی اور ملکی سطح پر اسلام اور دینی قوتوں کے خلاف بین الاقوامی سازشوں کے تحت جو مہم جاری ہے اس کا ہم سب مل کر مقابلہ کرنے کا عہد کرتے ہیں۔

۳۔۔ یہ اجلاس اسلام کے بنیادی عقائد اور اقدار پر قائم رہنے کو باعث فخر سمجھتا ہے۔ اور وزیر اعظم پاکستان کی طرف سے اسلامی بنیاد پرستی کے خلاف امریکی امداد طلب کرنے کو اسلام اور پاکستان کی حاکمیت اعلیٰ کے خلاف سمجھتا ہے اور اس غیرت اسلامی کے منافی اقدام کی بھرپور مذمت کرتا ہے۔

۴۔۔ ہم ملک کے اندر مذہب کے نام پر دہشت گردی اور قتل وغارت گری کو اسلام کے خلاف گردانتے ہوئے اس کی پرزور مذمت کرتے ہیں۔

۵۔۔ یہ اجلاس عظمت رسول، عظمت اہل بیت اطہار، عظمت ازواج مطہرات اور عظمت صحابہ کرام کو ایمان کا جزو سمجھتا ہے اور ان کی تکفیر کرنے والے کو اسلام سے خارج سمجھتا ہے اور ان کی توہین اور تنقیص کو حرام سمجھتے ہوئے قابل تعزیر جرم سمجھتا ہے۔

۶۔۔ یہ اجلاس کسی بھی اسلامی فرقے کو کافر قرار دینے کو غیر اسلامی اور قابل نفرت قرار دیتا ہے۔

۷۔۔ یہ اجلاس جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے تحفظ ناموس رسالت کے سلسلے میں منعقدہ اجلاسوں میں ہونے والے فیصلوں کی توثیق کرتے ہوئے حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ

Marfat.com

توہین رسالت کی ہمت افزائی کی پالیسی ترک کر کے تحفظ ناموس رسالت کی پالیسی کا واضح اعلان کرے اور یہ اجلاس واضح کرتا ہے کہ اگر توہین رسالت کے قانون میں کسی قسم کی ترمیم کرنے کی ناپاک جسارت کی گئی تو دینی جماعتیں ایسے مذموم اقدام کے خلاف بھرپور کاروائی کریں گی۔

۸۔۔ یہ اجلاس ملک کے اندر امت مسلمہ کے درمیان اتحاد کی فضا قائم کرنے، کشیدگی کو دور کرنے اور یکجہتی پیدا کرنے کے لیے دینی سربراہوں پر مشتمل ایک اسلامی یکجہتی کونسل کے قیام کا اعلان کرتا ہے اور یہی کونسل دل آزار اور توہین آمیز مواد پر مشتمل لٹریچر کا جائزہ لے کر ضروری اقدام کرے گی اور کونسل اپنے کیئے گئے فیصلوں کے عملی نفاذ کی بھی ذمہ دار ہوگی واضح رہے کہ فی الحال یہ کونسل گیارہ دینی جماعتوں کے سربراہوں پر مشتمل ہے جن کے نام درج زیل ہیں:۔

۱۔مولانا شاہ احمد نورانی	(صدر جمعیت علماء پاکستان)
۲۔مولانا سمیع الحق سینٹر	(امیر جمعیت علماء اسلام، س)
۳۔قاضی حسین احمد	(امیر جماعت اسلامی پاکستان)
۴۔علامہ سید ساجد علی نقوی	(قائد تحریک جعفریہ پاکستان)
۵۔مولانا عبدالستار خان نیازی	(جمعیت علماء پاکستان، نیازی گروپ)
۶۔پروفیسر ساجد میر	(جمعیت اہلحدیث پاکستان)
۷۔مولانا ضیاء القاسمی	(سپاہ صحابہ پاکستان)
۸مولانا اسفندیار خان	(سربراہ سواد اعظم)
۹۔آغا مرتضیٰ پویا	(سربراہ حزب الجہاد پاکستان)
۱۰۔نمائندہ	(تحریک منہاج القرآن پاکستان)
۱۱۔مولانا محمد اجمل خان	(جمعیت علماء اسلام، ف)

اس اجلاس میں تمام مکاتب کے نمائندوں کی مشاورت سے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس کی ذمہ داری ایک ایسا ضابطہ اخلاق مرتب کرنا تھا جو تمام مکاتب فکر کے افراد کیلئے قابل قبول ہو۔ ملی یکجہتی کونسل کا دوسرا اجلاس 9 اپریل 1995ء کو کراچی میں بلانے پر اتفاق ہوا جس میں پہلے اجلاس کی کاروائی اور دیگر امور پر تفصیلی بحث و مباحثہ ہوا اور پھر باہمی اتفاق سے مختلف کمیٹیاں تشکیل دی گئیں جن میں مصالحتی کمیٹی، ضابطہ اخلاق کمیٹی، تعلیمی کمیٹی وغیرہ شامل

Marfat.com

تھیں۔

اس کے بعد تیسرا بھرپور اجلاس ۲۳ اپریل کو لاہور میں طلب کیا گیا جس میں بھی تمام مکاتب کے مستند اور معتبر افراد نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں قائد اہلسنت نے جس نظم وضبط اور قائدانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا اس پر ہر شخص حیرت میں مبتلا ہو گیا آپ نے متحارب و باہمی مخالف گروپوں کو بولنے کا پورا حق دیا کسی کے مافی الضمیر بیان کرنے پر کوئی پابندی عائد نہیں کی۔ اس اجلاس میں اس تاریخی ضابطہ اخلاق کو تمام شرکاء اجلاس نے شق وار پڑھا، بحث کی، کہیں اختلاف کیا پھر مطمئن ہوئے حتیٰ کہ مکمل طور پر اتفاق رائے سے اس پر تمام اکابرین اجلاس نے دستخط ثبت کر دیئے۔

اس اجلاس سے پہلے ضابطہ اخلاق کے مطالعے کیلئے تمام سربراہان کا اجلاس ۲۲ اپریل کو ہوا اس اجلاس میں حضرت قائد اہلسنت نے ایک تاریخی اور یادگار ترمیم کی جو آپ کے عشق رسول ﷺ اور حب اصحاب رسول سے وارفتگی کا ایک جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ ضابطہ اخلاق کی دفعہ نمبر ۵ میں یہ عبارت درج تھی کہ عظمت رسول ﷺ اور عظمت اہل بیت اطہار و امام مہدی عظمت ازواج مطہرات اور عظمت صحابہ کرام ایمان کا جزو ہے ان کی تکفیر کرنیوالا دائیرہ اسلام سے خارج ہے کہ انکی توہین تنقیص حرام اور قابل مذمت جرم ہے اس دفعہ میں دوررس اور تاریخی ترمیم یہ کی گئی کہ دفعہ میں درج عبارت عظمت صحابہ کرام کے بعد لفظ خلفائے راشدین کا اضافہ کیا گیا جو ظاہری بات ہے اہل تشیع کے لیے ناقابل قبول تھی مگر قائد ملت اسلامیہ نے بالخصوص اور دیگر اکابرین نے بالعموم شیعہ علماء علامہ ساجد نقوی اور جناب مرید عباس یزدانی کو بالکل مطمئن کر دیا۔

یہ خلفائے راشدین کی کرامت اور قائد اہلسنت کی قیادت تھی کہ اہل تشیع اس پر راضی ہو گئے جس پر خراج تحسین پیش کرتے ہوئے سپاہ صحابہ کے راہنما یوسف مجاہد نے کہا کہ سپاہ صحابہ اتنی قربانیاں دے کر بھی وہ مقصد حاصل نہ کر سکی جو صرف مولانا نورانی اور ان کے ساتھیوں کے تدبر سے حاصل ہو گیا اور ضیاء الرحمان فاروقی نے مولانا نورانی کی قیادت کو بھرپور خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ضابطہ اخلاق کو تاریخی کارنامہ قرار دیا۔ ملی یکجہتی کونسل کا وہ ضابطہ اخلاق مکمل طور پر تاریخی ہے اس کی ایک ایک شق پوری قوم کی دلوں کی آواز ہے ملی یکجہتی کونسل کے قیام اور ضابطہ اخلاق کے جاری ہونے پر صدر پاکستان، گورنر، وزرائے اعلیٰ اور تمام سیاسی جماعتوں کے اکابر

Marfat.com

قومی اور بین الاقوامی پریس نے بھرپور تبصرے کیے اور اس قدم کو ملک وملت کی خوش بختی قرار دیا۔

ملی یکجہتی کونسل سے صرف قائد اہلسنت کو ذاتی اہمیت حاصل نہیں ہوئی بلکہ مسلک اہلسنت وجماعت کی بھرپور پزیرائی ہوئی قائد اہلسنت کی شخصیت کے علمی، فکری اور انتظامی پہلو اس طور پر نکھر کے سامنے آئے کہ علمائے حق نے اس کو آپ پر رسول ﷺ کی خصوصی نظر کرم قرار دیا اس کونسل کے قیام کے بعد آپ کے بڑے بڑے مخالفین آپ کے گرویدہ ہوگئے حتیٰ کہ قائد اہلسنت کی ذات گرامی پر کیچڑ اچھالنے والے آپ کے خلاف باقاعدہ کتابیں تحریر کرنے والے سپاہ صحابہ کے ضیاء القاسمی نے کہا کہ میں مولانا نورانی کا سب سے بڑا مخالف تھا مگر ان کو قریب سے دیکھا تو حیران وششدر رہ گیا کہ یہ بہت ہی عظیم انسان ہے یہ پاکستان کا واحد لیڈر ہے جو اپنے نظریہ پر ابتداء سیاست سے اب تک ڈٹا ہوا ہے اس نے اس اجلاس میں حضرت قائد اہلسنت کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور اپنی تقریر میں میرے مخدوم میرے قائد جیسے الفاظ آپ کی شان میں استعمال کیے اس اجلاس میں ممتاز شیعہ راہنما علی غضنفر کراروی نے کہا کہ مولانا نورانی حضور خاتم المرسلین کا ایک معجزہ ہے۔

اتحاد العلماء کے صدر اور مشہور جماعتی لیڈر نے کہا کہ مولانا نورانی غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہیں جبکہ جماعت اسلامی کے سابق امیر میاں طفیل محمد نے ملی یکجہتی کونسل اور مولانا نورانی کی قیادت کو اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت قرار دیا جبکہ جمعیت علماء اسلام کے راہنما مولانا اجمل خان نے کہا کہ مولانا نورانی نے اپنی قیادت کا لوہا منوالیا۔

توہین رسالت کے قانون میں دخل اندازی کے خلاف ملی یکجہتی کونسل پر عوام کس قدر اعتماد کرتے تھے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۲۷ مئی ۱۹۹۵ء کو ملی یکجہتی کونسل نے پہیہ جام ہڑتال کی اپیل کی جو مکمل طور پر کامیاب رہی، ملکی اور عالمی میڈیا نے یہ تبصرے کیے کہ پاکستان میں تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ ۱۹۷۷ء کی یاد تازہ ہوگئی اور یہ کہ دینی جماعتوں کی اپیل پر پورے ملک میں اس قدر کامیاب ہڑتال کا ہونا ایک انوکھی بات ہے۔

اسی دوران ملی یکجہتی کونسل نے ایک اور تاریخ ساز فیصلہ کیا کہ ۲۶ مئی ۱۹۹۵ء بروز جمعۃ المبارک کو عالم اسلام کے ساتھ یکجہتی کا دن منایا جائے جس کے تحت ملک کی تمام مساجد میں ایک ہی عنوان پر تقاریر ہوں چنانچہ قائد اہلسنت نے ملک کے تمام علماء وآئمہ کے نام ایک خط جاری کیا

Marfat.com

جس میں ان کو ان کے فرائض منصبی یاد دلائے گئے۔ خط کا مضمون یہ تھا:

الحمد لله والصلوٰة والسلام علی سید نا رسول الله صلی الله علیه وآله وصحبه وسلم

السلام علیکم!

مغربی استعماری طاقتیں اور صیہونیت امریکہ کی سربراہی میں مسلمانان عالم کے خلاف جو کچھ کر رہی ہے آپ کی روحانی اور سیاسی فراست سے یقیناً پوشیدہ نہیں ہوگا عالم اسلام کے خلاف دشمنان اسلام، یہود، ہنود، عیسائی اور قادیانی جو کچھ کر رہے ہیں وہ توقع کے خلاف نہیں۔

افسوس اس بات کا ہے کہ بعض مسلم ممالک امریکہ اور اس کے حواریوں کی خوشنودی میں جان بوجھ کر اس سازش کا شکار ہو رہے ہیں ان مغربی استعماری قوتوں نے انسانی حقوق کی اپنی من مانی تعبیر کر کے مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ مہم شروع کر رکھی ہے توہین رسالت ﷺ کے مرتکب شخص کو سزا دینا ان کے نزدیک انسانی حقوق پر کاری ضرب ہے۔لیکن اسرائیل اور نصرانی جو کچھ فلسطینی اور بوسنیائی مسلمانوں کے ساتھ کر رہے ہیں نیز ہندو شدت پسند کشمیری مسلمانوں کی نسل کشی کر رہے ہیں یہ سب کچھ امریکہ اور اس کے حواریوں کے نزدیک جائز اور درست ہے۔ امریکہ نے سوڈان، ایران، عراق اور کینیا کو دہشت گرد ملک قرار دے دیا ہے پاکستان بھی اس کی زد پر ہے۔ حکومت پاکستان نہ جانے کس خوش فہمی میں مبتلا ہے۔ پاکستانی حکمران بھی اعلانیہ اسلام کی بنیادی باتوں سے اپنی برأت کا اظہار کر رہے ہیں۔

ناموس رسالت ﷺ جیسے اہم اور بنیادی مسئلہ پر معذرت خواہانہ انداز اختیار کر کے مسلمانوں کی ایمانی حمیت اور اسلامی غیرت کو للکار رہے ہیں اس المناک صورت حال کے پیش نظر ملی یکجہتی کونسل نے متفقہ طور پر ۲۶ مئی ۱۹۹۵ء بروز جمعہ پورے ملک میں عالم اسلام کے ساتھ یکجہتی کا یوم منانے کا اعلان کیا ہے۔لہذا آپ سے دردمندانہ درخواست کی جاتی ہے کہ آپ ۲۶ مئی ۱۹۹۵ء کو جمعہ کے خطاب میں مندرجہ ذیل موضوعات پر تقریر فرما کر اسلام دشمن طاقتوں کی سازشوں کو بے نقاب کریں:۔

ا۔ ناموس رسالت ﷺ کی دینی اہمیت اور اس سے متعلق سزا کا تصور۔

Marfat.com

۲۔قبلہ اول کی سرزمین کو امریکہ کی جانب سے یہودیوں کے حوالے کرنے کے لئے امن کا ڈھونگ رچانا۔

۳۔توہین رسالت ﷺ کی سزا سے متعلق موت سے کم سزا کا تصور نا قابل قبول ہے حکومت پاکستان کو اس سزا سے متعلق کسی قسم کی ترمیم یا تنسیخ کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

۴۔امریکہ اور استعماری قوتوں کے نیو ورلڈ آرڈر جس کا مقصد صرف صیہونی عزائم کی تکمیل ہے، کے خلاف مشترکہ جدوجہد کے لئے مسلمانوں کو آمادہ کرنا۔

۵۔۲۷ مئی ۱۹۹۵ء بروز ہفتہ تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے لئے کراچی تا خیبر مکمل ہڑتال کی اپیل کی جائے تاکہ ذات اقدس حضور ﷺ سے مکمل اطاعت کے عہد کی تجدید ہو اور اس عزم کا اعلان ہو کہ توہین رسالت کی سزا کے مستوجب کو موت کے سوا کوئی اور سزا نہیں دی جاسکتی۔

فقط والسلام

(شاہ احمد نورانی صدیقی چیئرمین ملی یکجہتی کونسل پاکستان)

چنانچہ ۲۶ مئی بروز جمعہ کو پورے ملک میں نماز جمعہ کے اجتماعات میں پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک ہی عنوان پر تقاریر ہوئیں اور علماء وعوام نے عالم اسلام کے ساتھ بھرپور یکجہتی کا اظہار کیا اسی طرح ۲۷ مئی بروز ہفتہ کو پورے ملک میں مکمل ہڑتال رہی اور پوری قوم نے ذاتِ اقدس ﷺ سے مکمل اطاعت کے عہد کا اظہار کیا اس ہڑتال کی کامیابی پر ملکی وغیر ملکی ذرائع ابلاغ نے بھرپور تبصرے کئے۔

ملی یکجہتی کونسل جس مقصد کیلئے تشکیل دی گئی تھی وہ مقصد تھا ملک سے فرقہ واریت کا خاتمہ اور باہمی مذہبی رواداری اور اللہ کے فضل، اس کے رسول اکرم ﷺ کی نظر کرم، اولیاء کے فیضان اور حضرت قائد اہلسنت کی قیادت سے وہ مقصد پورا ہوگیا، وہ ملک کہ جہاں ہر دوسرے دن مساجد وامام بارگاہوں پر حملے ہوتے تھے کوئی نہ کوئی مذہبی راہنما دہشت گردی کا نشانہ بنتا تھا اس کا یکسر خاتمہ ہوگیا۔

غرض کہ قائد اہلسنت کی قیادت میں علماء کرام نے اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے بغیر حکومتی طاقت کے ملک سے فرقہ واریت کا خاتمہ کردیا مذہبی امن وامان پیدا ہوگیا، دہشت گردی اور دہشت گردوں سے لاتعلقی کا اعلان، اشتعال انگیز لٹریچر پر پابندی، تقاریر میں تبرا

Marfat.com

بازی پر پابندی جیسے اہم اصول وضع ہوئے اوران پر عمل بھی درآمد ہوا۔ملی یکجہتی کونسل کا یہ ایک ایسا سنہری ضابطہ اخلاق ہے کہ جب بھی ملک میں فرقہ واریت کا عفریت بے قابو ہواس پر عمل درآمد کراکر حکومت اس جن کو بوتل میں بند کرسکتی ہے غرض قائد اہلسنت علیہ الرحمہ کا یہ ایک ایسا کارنامہ ہے جو دیگر کارہائے نمایاں کی طرح رہتی دنیا تک ان کی یادگار بنا رہیگا اوران کے لئے باعث رحمت ومغفرت بھی ہوگا۔

مسلکی خدمات:

قائد اہلسنّت علیہ الرحمۃ اہلسنت وجماعت کی وہ شخصیت تھی کہ دنیائے عالم میں اہلسنت انکا نام تھا یعنی بہت سے افراد پاکستان اور بیرون پاکستان میں سنّی یا بریلوی نہیں کہتے تھے بلکہ اہلسنّت وجماعت کو نورانی میاں والے کہتے تھے،حضرت قائد اہلسنّت دنیا میں سنّیوں کی علامت کے نام سے مشہور ومعروف تھے۔اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے بعد قائد اہلسنّت علیہ الرحمہ کی ذات گرامی ہے کہ جنکو دنیا بھر کے افراد چاہے وہ سنّی بریلوی ہوں یا دیوبندی،اہل تشیع ہوں یا اہل حدیث سب ایک سنّی امام وراہنما کی حیثیت سے جانتے ہیں۔

اسکی ایک مثال یہ کہ دیوبندی عالم شیخ یوسف لدھیانوی کی کتاب اختلاف امت اور صراط مستقیم ایک سوال کے جواب میں لکھی گئی تھی۔سوال ایک عرب امارات کے رہنے والے شخص نے کیا تھا اس نے دیوبندیوں کے معمولات لکھے اور پھر جب اہلسنّت کے معمولات لکھے تو اس نے لکھا کہ نورانی میاں والے یہ کرتے ہیں۔اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قائد اہلسنّت علیہ الرحمہ نے کہیں بھی اس نام کو،اس مسلک کو بدنام نہیں کیا۔

حضرت قائد اہلسنّت علیہ الرحمہ نے مسلک اہلسنّت کی کیا خدمت کی تھی؟ یہ ایک سوال ہے جو مسلک اہلسنّت کا ہر ایک نام نہاد ٹھیکے دار کرتا رہتا ہے،حضرت قائد اہلسنّت علیہ الرحمہ نے مسلک اہلسنّت کی سب سے بڑی خدمت تو یہ کی تھی کہ آپ نے کبھی مسلک کے نام پر لوگوں سے پیسے نہیں بٹورے،آپ نے کبھی مسلک کو چند ٹکوں کے عوض نیلام نہیں کیا،آپ نے کبھی اہلسنّت کے نام پر جائیداد نہیں بنائی،آپ نے کبھی سنّیت کے نام پر پلاٹ پرمٹ کی سیاست نہیں کی،آپ نے کبھی مساجد اہلسنّت کے نام پر لوگوں کو دھوکہ نہیں دیا،کبھی کسی پروگرام چاہے وہ تقاریر

Marfat.com

کے نام پر ہو یا کسی جگہ کے افتتاح وغیرہ کا اپنی فیس مقرر نہیں کی، کبھی کسی بد مذہب یا سعودی حکومت کو معافی نامے تحریر کر کے نہیں دیئے، کبھی کسی سنّی فرد پر بلا وجہ کفر کے فتوے نہیں لگائے اور نہ ہی کبھی اپنے آپ کو مسلک اہلسنّت کا ٹھیکے دار اور چمپیئن متصور کیا۔

آپ کسی بھی پروگرام میں شرکت کرتے، کسی جلسہ میں شرکت فرماتے تو کبھی رقم کا تقاضا نہیں کرتے تھے بلکہ اگر میزبان کوئی نذرانہ بھی پیش کرتا تو آپ واپس دے دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ مجلّہ فقہ اسلامی نے اپنی اشاعت دسمبر ۲۰۰۳ء میں لکھا کہ مجلّہ فقہ اسلامی کی افتتاحی تقریب میں آپ بطور خاص اسلام آباد سے کراچی تشریف لائے اور اسکے بعد اسی روز واپس اسلام آباد چلے گئے مگر انہوں نے اس تمام سفر کیلئے نہ ہی ٹکٹ لینا پسند کیا اور نہ ہی کوئی نذرانہ قبول کرنا گوارا کیا۔

آج قائد اہلسنّت علیہ الرحمہ پر مسلک کیلئے کچھ نہ کرنے کے طعنے دینے والے وہ افراد ہیں جو کسی پروگرام میں تقریر کرنے کیلئے ہزاروں روپے کی ڈیمانڈ کرتے ہیں جنہوں نے مسلک کے نام پر بنگلے لئے ہوئے ہیں، جنہوں نے مساجد کے نام پر کئی پلاٹ حاصل کرنے کے بعد بیچ دیئے ہیں، جنہوں نے پہلے بلدیاتی الیکشن میں اور پھر قومی صوبائی الیکشن میں مسلک کے نام پر کروڑوں روپوں کا فراڈ کیا اور اپنا بینک بیلنس بنایا ہے، جنہوں نے ویلفیئر کمیٹی کے نام پر لاکھوں روپے حاصل کئے اور اپنی جیب میں ڈالے، جنہوں نے مدارس اہلسنّت کے مقدس نام پر کروڑوں روپے اپنے جہنم نما پیٹ میں ڈالے۔

آپ نے مسلک اہلسنّت کو دنیا بھر میں متعارف کرایا، آپ پوری دنیا میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے سفیر کی حیثیت سے تبلیغی دورے کرتے تھے کہ آپ کے والد ماجد مبلّغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ کو اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے حکم دیا تھا کہ بیرون ممالک جا کر اسلام اور مسلک اہلسنّت کا پرچار کرو اور آپ کو آپ کے والد ماجد نے یہی حکم دیا تھا یعنی درحقیقت آپ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے حکم سے ہی بیرون ملک جاتے تھے۔

پاکستان میں آپ نے مسلک اہلسنّت کے لئے جو خدمات سرانجام دی ہیں اگر انکا احاطہ کیا جائے اور انکو بیان کرنا شروع کر دیا جائے تو اس موضوع پر ایک ضخیم کتاب مرتب ہو جائے گی۔

Marfat.com

قائد اہلسنّت علیہ الرحمہ نے مسلک اہلسنّت و جماعت اور بریلویّت کی جو سب سے اوّلین خدمت کی وہ یہ کہ آپ نے پاکستان میں اہلسنّت پر لگائے جانے والے الزام کہ یہ لوگ تو درباری قسم کے ملّا ہیں جہاں انکو حکومت نے حلوہ دکھایا یہ فوراً بیٹھ گئے، کبھی انہوں نے کسی حکومت کی مخالفت نہیں کی مگر مولانا نورانی نے سب سے پہلے اس تاثر کو زائل کیا آپ نے اہلسنّت کی طرف سے سب سے پہلے اعلائے کلمۃ الحق کا نعرہ بلند کیا اور ہر حکومت کے غلط اقدامات پر آپ نے برملا تنقید کی، آپ نے اہلسنت و جماعت کو حضرت امام حسین علیہ السلام کا حقیقی وارث ثابت کیا جبکہ آپ کے خلاف فتاویٰ لگانے والے عملاً یزید کے گروہ میں شامل ہوتے رہے۔

قائد اہلسنّت نے پاکستان اور بیرون ملک خصوصاً یورپ میں قلعہ اہلسنّت یعنی مدارس و مساجد کا جال بچھایا تاکہ علمائے اہلسنّت مسلمانوں کی صحیح راہنمائی کرسکیں چنانچہ اگر پاکستان اور بالخصوص کراچی کے مدارس اہلسنّت پر ایک نظر ڈالی جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تقریباً تمام ہی مدارس اہلسنت ۱۹۷۰ء کے بعد معرض وجود میں آئے، اسی دہائی میں انکی زمین الاٹ ہوئی اور مولانا نورانی ۱۹۷۰ء کے بعد ہی سے جمعیت اور سیاست میں عملی طور پر آئے اور اس وقت نام نہاد ٹھیکے داران سنّیت مولانا نورانی کے الیکشن ورکرز ہوا کرتے تھے۔ اور آپ کی جوتیاں اٹھایا کرتے اور آپ کے جلسے میں دریاں بچھایا کرتے تھے۔

اگر حضرت قائد اہلسنّت علیہ الرحمہ کی بیرون ملک سرگرمیوں پر نظر ڈالیں ورلڈ اسلامک مشن کے تحت قائم کیے گئے مدارس و مساجد اور اسلامک سینٹرز کا شمار کریں تو وہ ہزاروں کی تعداد میں پہنچتے ہیں اور ان میں سارا عملہ اہلسنّت ہی ہوتا ہے۔ اساتذہ، طلباء، کتب سب کی سب سنّیوں ہی کی پڑھائی جاتی ہیں حتیٰ کہ انکے نام بھی ایسے ہیں جو انکے تعلق کو فکر رضا سے روشناس کراتے ہیں۔

چنانچہ آپ نے ماریشس میں ایک تنظیم بنام حلقہء قادریہ علیمیہ اشاعت اسلام کے نام سے قائم کی۔ ہالینڈ میں ایک دارالعلوم جامعہ مدینۃ الاسلام کے نام سے قائم ہے۔ مساجد میں جامع مسجد طیبہ، مسجد انوار مدینہ انھوفن، انوار مدینہ مسجد بوتر بخت، جامعہ فیض الاسلام، گلزار مدینہ مسجد، الصفہ اسلامک اسکول ایمسٹرڈم، ڈربن میں دارالعلوم علیمیہ رضویہ وغیرہ مشہور و معروف ہیں حضرت قائد اہلسنّت کی بیرون ملک سرگرمیوں اور مسلک اہلسنّت کی خدمات پر بدمذہب کس

Marfat.com

طرح چیں بچیں ہوتے تھے اسکا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ رابطۃ العالم الاسلامی جو کہ سعودی عرب کی تنظیم ہے حکومت سعودیہ کے تعاون سے پوری دنیا میں نجدیت کا پرچار کرتی ہے اس نے اپنے رسالے کی اشاعت میں لکھا کہ ہمیں پوری دنیا میں صرف ایک بدعتی شاہ احمد نورانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو ہماری ساری محنت کو ضائع کر دیتا ہے اور لوگوں کو بدعتی اور مشرک بنا دیتا ہے۔

پاکستان میں قائد اہلسنّت نے بے شمار مساجد و مدارس کو بد مذہبوں کے چنگل سے بچایا آپ صورت حال کے پیش نظر انتظامیہ سے کبھی بذات خود اور کبھی کسی واسطے سے رابطہ کرتے اور اپنا احتجاج ریکارڈ کراتے انتظامیہ پر دباؤ ڈالتے کہ وہ اس تنازعہ کا اہلسنّت کے حق میں فیصلہ کریں

آپ نے ہی مدارس اہلسنّت کی نمائندہ تنظیم تنظیم المدارس اہلسنّت پاکستان کو وزارت تعلیم حکومت پاکستان کے تحت رجسٹرڈ کرایا جسکی وجہ سے اسکی اسناد کو حکومتی سطح پر تسلیم کیا جاتا ہے یہ معاملہ آپ نے ۱۹۷۶ء میں حل کرایا جب وزیر تعلیم عبدالحفیظ پیرزادہ تھے اور آپکے ساتھ اس وقت حضرت مفتی عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ بھی تھے اس کے بعد آپ نے مدارس اہلسنّت کو فوج میں رجسٹرڈ کرایا جسکی رو سے مدارس اہلسنّت کی اسناد پر علماء کو فوج میں خطیب اور لیکچرار کی پوسٹ پر ملازمت ملنا شروع ہوئی اور علمائے کرام نے آپ کی اس کوشش سے خوب فائدہ اٹھایا چنانچہ آج فوج میں ہمارے جو علماء ہیں یونیورسٹی میں جو ہمارے لیکچرارز اور پروفیسرز ہیں وہ سب کے سب مولانا نورانی علیہ الرحمہ کی وجہ ہی سے اپنی ملازمت پر قائم ہیں کہ اگر آپ یہ کام نہ کرتے تو سنی علماء نہ فوج میں جا سکتے اور نہ ہی یونیورسٹی اور کالجز میں۔

قائد اہلسنّت اپنے مسلک اہلسنّت پر ہمیشہ فخر کرتے تھے اور اسپر کس قدر سختی سے کار بند رہتے اس کے ثبوت کے لئے آپ کی وہ تقریر جو آپ نے دارالعلوم امجدیہ میں سالانہ عرس صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمہ اللہ علیہ کے موقع پر کی وہ پیش ہے۔

تقریر بموقع عرس امجدی:

درود و سلام کے بعد:

اکابر علماء اور فضلاء جو ہم اہلسنت کے لئے مقتداء ہیں انکی تقاریر کے بعد اب کسی تقریر

Marfat.com

کی ضرورت باقی نہیں رہتی تھی لیکن یہ محفل عرس ہے جسکو نسبت ہے صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت مولانا امجد علی صاحب نور اللہ مرقدہ فقیہ اعظم سے انکی ذات مقدسہ سے اس محفل کو نسبت ہے۔ تبرکاً تیمناً میں بھی چند باتیں عرض کر کے داخل حسنات ہوتا ہوں۔ اللہ رب العزت اس مبارک محفل میں میری اور آپکی حاضری کو قبول فرمائے۔ حضرت صدر الشریعہ اساطین امت میں سے تھے۔ علماء اہلسنت کے ہی نہیں پورے عالم اسلام کو حضرت کی ذات بابرکت پر ان کے علمی کارناموں پر آج بھی فخر ہے اور انشاء اللہ العزیز ہماری آنے والی نسلیں بھی انکے عظیم کارناموں پر فخر کرتی رہیں گی۔

دار العلوم امجدیہ ہی نہیں جس کے متعلق ابھی ابھی حضرت علامہ مفتی ظفر علی نعمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ذکر فرمایا فقط یہی حضرت کی یادگار نہیں بلکہ ہندوستان کی سرزمین پر بیشمار مدارس ہیں جو حضرت صدر الشریعہ کی یادگار ہیں۔ آج بھی انکے تلامذہ ان مدارس میں جن میں خصوصیت کیساتھ مبارکپور کہ جس کے حالات غالباً آپ کے علم میں نہ ہوں۔ وہاں مبارکپور میں پورے ہندوستان کی عظیم ترین سنی یونیورسٹی جامعہ اشرفیہ کے نام سے موجود ہے جہاں تقریباً ایک ہزار طلبہ ہیں اور جو ۱۴۵ ایکڑ رقبہ پر پھیلی ہوئی ہے اور جہاں پچھلے سال صرف تعمیر پر بیس لاکھ روپیہ صرف ہوا۔ صرف ایک سال، میں اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔

اس یونیورسٹی میں حضرت کے ارشد تلامذہ میں سے خطیب العصر استاذ الاساتذہ حضرت مولانا عبد العزیز صاحب نور اللہ مرقدہ جن کا اسی سال وصال ہوا وہ وہاں شیخ الحدیث رہے تقریباً دس ہزار سے زیادہ علماء وہاں سے فارغ التحصیل ہو کر نکل چکے ہیں۔ جو نہ صرف برصغیر پاک وہند میں بلکہ برما، سیلون اور افریقہ میں علم دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ وہ بھی حضرت صدر الشریعہ کی یادگار ہیں۔ اور اسی طرح سے ہندوستان اور پاکستان کے بیشمار مدارس میں دار العلوم امجدیہ کے بعد لائل پور کا مدرسہ جہاں محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب کا فیضان جاری تھا اسی طرح ہندوستان اور پاکستان میں جہاں سنی مدارس موجود ہیں اور حضرت کے تلامذہ موجود ہیں وہاں حضرت ہی کا فیض جاری ہے۔ اور وہ فیضان رضا ہے اللہ اس فیض کو جاری وساری رکھے۔ یہ بات ہمارے لئے باعث فخر ہے کہ ہم سنی ہیں اور اس بات پر بھی فخر ہے کہ ہمارا روحانی سلسلہ اور اسکی نسبت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام اہلسنت شاہ احمد رضا

Marfat.com

خاں فاضل بریلوی سے ہے۔اور انشاء اللہ یہ قیامت تک رہے گی۔

مجھے اپنے والد ماجد کے وہ الفاظ جو انکی چھوٹی سی مختصر سی وصیت ہے جواب بھی میرے پاس محفوظ ہے۔جو آخری وقت مدینہ منورہ میں تحریر فرمائی فرمایا! الحمد للہ میں مسلک اہلسنت پر ہوں اسی پر زندہ رہا اور مسلک اہلسنت وہی ہے جو اعلیٰ حضرت کی کتابوں میں مرقوم ہے اور الحمد للہ اسی پر میری عمر گزری اور الحمد للہ آخر وقت اسی مسلک پر حضور ﷺ کے قدم مبارک میں خاتمہ بالخیر ہو رہا ہے۔

میں عرض کر رہا تھا کہ یہ مسلک ہمارے لئے باعث فخر ہے۔اور اللہ رب العزت کا شکر ہے کہ اس نے اس مسلک پر ہمیں استقامت بخشی ابھی حال ہی کا ذکر ہے کہ مولانا عبدالستار خان نیازی، مولانا غلام علی اوکاڑوی اور مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب یہ ابھی تین چار روز پہلے 13 اکتوبر 1977ء جمعرات کا ذکر ہے کہ ہم سب جنرل ضیاء الحق سے ملاقات کیلئے گئے۔تاکہ دارالعلوم اور ایک مسجد کی سنگ بنیاد رکھوائی جائے۔تو جب ان سے باتیں ہو رہی تھیں انھوں نے یہ فرمایا میں نے سنا ہے کہ آپ بڑے وسیع القلب ہیں آپ میں بڑی رواداری ہے آپ میں بڑی فراخدلی ہے۔اور پھر فرمانے لگے کہ اس فراخدلی کا نتیجہ ہے کہ جب آپ سہالہ میں تھے قید کے ان لمحات میں آپ نے رواداری اور وسعت قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فلاں صاحب کے پیچھے نماز پڑھی مجھے یہ رپورٹ ملی ہے میں سنتا رہا جب انکی بات ختم ہوگئی تو میں نے جواباً عرض کیا کہ جنرل صاحب بڑا افسوس ہے آپکو غلط اطلاع دی گئی ہم میں الحمد للہ بڑی وسعت قلبی ہے لیکن گستاخ رسول ﷺ کیلئے کوئی وسعت نہیں۔

ہم میں رواداری ہے لیکن حضور پر نور ﷺ کی شان اقدس میں تنقیص کرنے والوں کے لئے کوئی رواداری نہیں۔اعلیٰحضرت عظیم البرکت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا لکھا ہوا مجموعہ فتاویٰ حسام الحرمین کے نام سے مشہور ہے جسمیں علماء حرمین شریفین کے فتوے موجود ہیں اور مسلک اعلیٰحضرت کی تصدیق ہے ہم الحمد للہ اس فتوے پر عمل کرتے ہوئے کوئی بھی شخص ہو خواہ ڈیرہ اسماعیل خان کا ہو، ملتان کا ہو یا اچھرہ کا ہو کسی شاتم رسول کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔اور میں نے کہا جناب والا یہ تو چار چار ٹکے کے لوگ ہیں ہم تو حرمین شریفین کے نجدی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے یہ ملا جو چار چار ٹکے کے ہیں انکے پیچھے نماز پڑھنے کا سوال ہی

Marfat.com

پیدا نہیں ہوتا۔آپ کو یہ اطلاع غلط ملی ہے، آپ مطمئن رہیں ہمارے مسلک میں ایسی رواداری فراخدلی اور وسعت قلبی نہیں ہے۔

ہمارے قلب میں ہر شاتم رسول کے لئے کوئی وسعت نہ آج ہے نہ آئندہ ہوگی اور اس کے لئے لوگ بہت سی باتیں کہتے ہوں گے۔قومی اسمبلی میں بھی اذان ہوتی تھی علامہ ازہری صاحب موجود ہیں ان لوگوں کا رخ ایک طرف ہوتا تھا اور ہمارا رخ ان سے دوسری طرف۔اسکے دیکھنے والے ایک نہیں دو نہیں بیشمار لوگ موجود ہیں۔الحمدللہ اللہ رب العزت نے ان بزرگوں کے صدقہ میں ان سب حضرات کے صدقے میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا امجد علی صاحب رحمہ اللہ اعلیٰ حضرت کے اجل خلفاء میں جو لوگ شامل تھے۔خطیب الاسلام حضرت مولانا عبدالسلام صاحب جبل پوری اور اب ان کے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی برہان میاں صاحب ،حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب بریلوی میرے والد ماجد حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم اور میرے تایا ابا شاہ احمد مختار صاحب بھی ان کے خلیفہ تھے۔ ان تمام اکابر کے توسط سے ہمیں سب سے بڑی دولت جو ملی وہ ایمان اور عشق رسول کی دولت ہے اور ایمان ہم اس کو سمجھتے ہیں کہ ہمارے دل حضور پر نور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت سے اور۔ہمارے قلب حضور پر نور ﷺ کے مقام سے لبریز ہیں۔حضور کا جو مقام ہے اور جو عظمت ہمارے دل میں جاگزیں ہے الحمدللہ اس پیمانے پر جب ہم دوسروں کو ناپتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ہمارے ایمان کا پارہ کتنا اونچا ہے اور ان کے ایمان کا پارہ کتنا اسفل السافلین میں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ تھرمامیٹر، بیرومیٹر ہمیں ان بزرگوں سے ملا اس پیمانے پر ہم ناپ لیتے ہیں الحمدللہ اس دور میں بھی اپنے ایمان کی سلامتی اور ایمان کے تحفظ کا انتظام کر لیتے ہیں اللہ رب العزت جل جلالہٗ وعم نوالہٗ ان بزرگوں کے فیضان کو جاری رکھے ،ہمیں اور ہماری آنیوالی نسلوں کو بھی مستفید فرماتا رہے۔

اسی کے ساتھ ساتھ میں آپ کی خدمت میں ایک بات عرض کروں، مقام مصطفیٰ ﷺ حضور کے مقام کی عظمت پر ہم یقین رکھتے ہیں اور مقام مصطفیٰ ﷺ پر جو کہتے ہیں کہ کتابیں نہیں ہیں کہ جن سے پتہ چلے کہ مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کا طریقہ کیا ہے تو مجھے یہ بات عجیب معلوم

Marfat.com

ہوتی ہے کیوں کہ مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ پر سب سے پہلی کتاب خود قرآن مجید ہے پھر احادیث مبارکہ، کتاب الشفاء موجود ہے، بیشمار کتابیں موجود ہیں اعلیٰ حضرت کی کتابیں ہیں جن سے مقام مصطفیٰ ﷺ کا پتہ چلتا ہے۔

ظاہر ہے جو مقام مصطفیٰ ﷺ سے واقف ہے جس کے دل میں مقام مصطفیٰ ﷺ ہے جو صبح وشام مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ میں سرگرداں ہے وہی نظام مصطفیٰ ﷺ بھی لاسکتا ہے اور جو مقام مصطفیٰ ﷺ سے بے خبر ہے وہ کیا نظام مصطفیٰ ﷺ لائے گا اور کیا نافذ کریگا اللہ تعالیٰ ہم سب کو مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کی توفیق عطا فرمائے اس مقام مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے اس کے تحفظ کی اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی توفیق عطا فرمائے وہ بزرگ جن کا ذکر ہو رہا ہے تمام علماء اہلسنت ہمیشہ ان کے زیر بار احسان رہیں گے۔

میں حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی نور اللہ مرقدہٗ کا براہ راست شاگرد نہیں ہوں لیکن حضرت کے ایک محبوب شاگرد حضرت مولانا سید غلام جیلانی صاحب جو میرٹھ شہر میں شیخ الحدیث ہیں ان سے چھ سات سال تک میں نے پڑھا اور ان کے بھی بےشمار شاگرد ہیں مولانا قاری رضاء المصطفیٰ خطیب نیو میمن مسجد بولٹن مارکیٹ وہ بھی ہمارے استاد بھائی ہیں انہوں نے بھی کئی سال تک مولانا غلام جیلانی صاحب سے پڑھا ہے۔

حضرت مولانا سید غلام جیلانی صاحب میرے استاد ہیں اور ابھی بھی حیات ہیں میرٹھ شہر میں ہیں اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے (آمین) اور وہ شاگرد تھے حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب کے اور وہ شاگرد تھے اعلیٰ حضرت کے، اسی طرح میرے والد ماجد حضرت مولانا عبد العلیم صاحب اعلیٰ حضرت کے شاگرد اور خلیفہ تھے یعنی اعلیٰ حضرت سے میری روحانی نسبت ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس روحانی نسبت پر قائم ودائم رکھے (آمین)۔ وہ لوگ قابل مبارکباد ہیں جو اس دور میں اپنے عقیدے کی حفاظت کریں اور اپنے مسلک پر جمے رہیں یہی عقیدہ باعث نجات ہے اور اللہ رب العالمین کی رحمت کا سبب ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان بزرگوں کے قدموں پر چلنے کی توفیق بخشے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

حضرت قائد اہلسنّت نے کبھی بھی کسی بدمذہب کے پیچھے نماز ادا نہیں کی حتیٰ کہ سعودی

Marfat.com

عرب میں حکومت کے قائم کردہ نجدی اماموں کے پیچھے بھی نہیں اور آپ کی اس عادت کریمہ اور مسلک پر سختی کا ہمیشہ اغیار بھی تذکرہ کرتے رہے چنانچہ روزنامہ دن کو ۲۰ اکتوبر ۱۹۹۷ء کو انٹرویو دیتے ہوئے سابق امیر جماعت اسلامی میاں طفیل احمد کہتے ہیں کہ مولانا شاہ احمد نورانی کے نزدیک کسی دوسرے مسلک کی مسجد میں نماز نہیں ہوتی چنانچہ مختلف مواقع پر مفتی محمود کے امام ہونے کی صورت میں مولانا شاہ احمد نورانی چپکے سے کھسک جاتے تھے۔

اسی طرح آپ کے مسلک پر ثبات کا ایک اور ثبوت پیپلز پارٹی کے سیکریٹری اطلاعات کوثر نیازی مرحوم کی ایک کتاب اور لائن کٹ گئی کے صفحہ نمبر 40 میں درج ہے کہ جب ۱۹۷۷ء میں قومی اتحاد تشکیل پایا اور حزب اختلاف کی تمام جماعتیں پیپلز پارٹی کے خلاف جمع ہو گئیں تو میں نے بیان دیا کہ اگر مولانا نورانی مفتی محمود کے پیچھے ایک نماز پڑھ لیں تو پیپلز پارٹی قومی اتحاد کے مقابلے میں اپنے تمام امیدواروں کو دستبردار کرادے گی۔

میرا یہ بیان اخبارات میں آنا تھا کہ بھٹو صاحب نے مجھے طلب کیا اور کہا کہ یہ تم نے کیا بیان دیدیا وہ ایک مولوی ہے اگر اس نے یہ شرط پوری کردی تو ہمیں اپنے تمام امیدواروں کو دستبردار کرانا ہوگا اور پیپلز پارٹی تو اپنی موت آپ مرجائے گی جس پر میں نے بھٹو صاحب سے کہا کہ مفتی محمود وغیرہ مولانا شاہ احمد نورانی کی اقتداء میں نماز پڑھ لیں تو الگ بات ہے مگر مولانا نورانی کی گردن پر تلوار بھی رکھ دی جائے تو وہ مفتی محمود کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے۔

اور ہوا بھی یہی کہ کچھ دنوں بعد اخبارات میں تصویر آئی کہ مولانا نورانی کی امامت میں مفتی محمود نماز پڑھ رہے ہیں اور مفتی محمود نے اس کے بعد بیان دیا کہ کوثر نیازی صاحب اپنا وعدہ پورا کریں اور اپنے امیدواروں کو دستبردار کروائیں جسپر میں نے دوبارہ بیان دیا کہ میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ مفتی محمود مولانا نورانی کی اقتداء میں نماز ادا کریں بلکہ یہ کہ مولانا نورانی مفتی محمود کی اقتداء میں نماز ادا کریں اور اگر ایسا ہو گیا تو ہم اپنے وعدے کے مطابق اپنے امیدواروں کو دستبردار کرادیں گے۔

مگر ایسا ہو نہ سکا مولانا نورانی نے اپنے مسلک کو چند سیٹوں کے عوض نیلام کرنا گوارہ نہ کیا یہ آپ کی مسلک اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے محبت تھی جب بھی موقع ملتا اور ماحول سازگار ہوتا تو آپ اپنے مسلک کو واضح کردیتے اور مخالفین کو زچ کردیتے تھے چنانچہ ملّی یکجہتی کونسل کے ایک

Marfat.com

اجلاس میں سپاہ صحابہ کے ضیاء القاسمی نے کہا کہ مولانا نورانی میرے قائد اور مخدوم ہیں اب وہ جلدی سے ہمیں حلوہ کھلائیں جس پر جواب میں آپ نے فرمایا کہ داتا دربار پر چلیں سب کو کھلاؤں گا اسی طرح آپ نے ملی یکجہتی کونسل کا اجلاس پشاور میں طلب کیا اور جمعیت علمائے پاکستان سرحد کے صدر مولانا سید امیر حسین شاہ گیلانی کی خانقاہ میں یہ اجلاس ہوا اور اجلاس کے بعد وہاں سالانہ گیارہویں شریف کا پروگرام بھی تھا جس میں تمام شرکاء اجلاس کو شرکت کرنا پڑی پھر فاتحہ کے بعد نیاز کا کھانا بھی سب کو کھلایا۔ اس طرح ملی یکجہتی کونسل کا کوئی بھی اجلاس ہوتا تو تلاوت قرآن کریم کے بعد نعت رسول مقبول ﷺ بھی ضرور ہوتی تھی۔

اہلسنّت و جماعت کے حقوق پر پہلی مرتبہ حکومتی سطح پر ڈاکہ جنرل ضیاء الحق نے مارا جب انہوں نے یہ حکم نامہ جاری کرایا کہ آئندہ کسی اوقاف کی مسجد میں صلوٰۃ وسلام نہیں ہوگا جب کہ اس وقت ہمارے کئی ''نمائندگان اہلسنّت جنرل ضیاء کے سائے میں حقوق اہلسنّت کا تحفظ فرما رہے تھے'' تو اس وقت بھی قائد اہلسنّت ہی کی ذات مبارکہ تھی کہ جنہوں نے اس حکومتی اقدام کے خلاف اخباری بیانات جاری کیے اپنی تقاریر میں اسکے خلاف بھرپور ردعمل کا اظہار کیا۔ انٹرویوز میں ان مسائل کو اجاگر کیا آپ نے جنرل ضیاء کو ہی ملک میں فرقہ واریت کا بانی قرار دیا اور اس سے ان تمام مسائل پر کہ جو اس نے اہلسنّت و جماعت کے خلاف کیے بھرپور احتجاج کیا۔

اسی طرح جب مارچ ۹۵ء میں منظور وٹو کے دور وزارت اعلیٰ میں حکومت پنجاب نے ایک سرکلر جاری کیا کہ سوائے اذان و نماز کے لاؤڈ اسپیکر مساجد میں استعمال نہیں کیا جاسکتا تو جب اہلسنّت و جماعت کی مساجد سے نماز کے بعد صلوٰۃ وسلام کی دلنواز صدائیں بلند ہوئیں تو پولیس نے اس پر مقدمات قائم کردیئے اور علماء کرام کو دہشت گردی اور فرقہ واریت پھیلانے کے جرم میں گرفتار کرنا شروع کردیا حتیٰ کہ جماعت اہلسنّت کے مرکزی ناظم اعلیٰ پیر محمد افضل قادری کے خلاف بھی گجرات میں کاروائی ہوئی تو آپ نے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں منظور وٹو سے ملاقات کی جس میں حامد ناصر چٹھہ، ریاض فتیانہ اور دیگر افراد بھی موجود تھے آپ نے وٹو پر واضح کیا کہ صلوٰۃ وسلام ہمارے ایمان کی جان ہے اس لئے اس مسئلے پر کوئی مصالحت نہیں ہوسکتی ہے آپ فوراً حکمنامہ واپس لیں اور ہمارے علماء پر قائم بوگس مقدمات ختم کردیں۔

قائد اہلسنّت علیہ الرحمہ سے جب بدمذہبوں کے عقائد کے بارے میں سوال کیا جاتا

Marfat.com

تو آپ بغیر کسی مصلحت کا شکار ہوئے اس کا وہی جواب دیتے جو آپکے دل کی آواز ہوتا چنانچہ اسلامی جمہوری محاذ جو جمعیت علماء پاکستان اور جمعیت علماء اسلام فضل الرحمٰن کے درمیان اتحاد کے ذریعے قائم ہوا تھا اس محاذ کے قیام کے بعد آپ سے ایک انٹرویو میں سوال کیا گیا کہ:

سوال:۔ آپ کی پارٹی اور آپ کی ذاتی اساس یقیناً مذہب پر ہے اس حوالے سے آپ مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی کے مقلدین میں سے ہیں لیکن آپ کے جے یو آئی کے اتحاد سے دیوبندیوں سے جو واضح اختلاف چلا آرہا تھا اب محسوس ہوتا ہے کہ آپ کوئی مذہبی اتحاد کی شکل دینے کی کوشش کر رہے ہیں کیا آپ کے پیروکار اس چیز کو تسلیم کر لیں گے؟

جواب:۔ تو آپ نے جواب دیا کہ جہاں تک جمعیت علماء پاکستان کا تعلق ہے تو اس میں کوئی شک وشبہ کی بات نہیں کہ ہمارا تعلق اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی سے ہے اور انہوں نے کتاب وسنت کی روشنی میں جو کچھ لکھا ہے ہم اپنے لیے اسی کو بہتر تصور کرتے ہیں لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ دین کے فروغ اور ملک کے مفاد میں ہمارا کوئی اختلاف آڑے نہیں آنا چاہیئے پھر آپ نے دیکھا ہوگا کہ ۷۴ء میں ہم نے ''یوڈی اے'' یونائیٹڈ ڈیموکریٹک الائنس کا اسلام آباد میں اجلاس بلایا تھا پھر ۱۹۷۷ء میں پی این اے کی سب سے پہلی میٹنگ جمعیت علماء پاکستان کے دفتر میں بلائی اس میں جمعیت علماء پاکستان بھی تھی اور جماعت اسلامی بھی تھی اور سب لوگ شامل تھے سب نے مل جل کر کام کیا یعنی اپنے مسلک کی بنیاد پر کوئی ایسا کام نہیں ہونے دیا جس سے ملک کو کوئی نقصان ہو یعنی ملک کی بہتری کے لیے جو کام ہو سکتا تھا اس میں رکاوٹ نہیں بننے دی اور سب کو ساتھ لے کر چلنے کی ابتدا ہم نے کی بغیر کسی اختلاف یا عقیدے کے اس کی حقیقت کیا ہے؟

پی این اے کے زمانے میں بھی جو ہمارا اتحاد ہوا تھا وہ خالصتاً سیاسی تھا جہاں تک اختلافات کا تعلق ہے وہ اپنی جگہ پر تھے اور رہیں گے بھی ۷۴ء میں ہم نے ایک میٹنگ بلائی اور علمائے دیوبند سے درخواست کی کہ وہ یہاں آکر انصاف کریں یا اس سارے معاملے کو ختم کریں چنانچہ شیرانوالہ گیٹ پر تحریک ختم نبوت منعقد ہوئی اس میں مولانا یوسف بنوری صاحب صدر تھے اور علامہ سید محمود رضوی جنرل سیکریٹری تھے اور دونوں نے مشترکہ طور پر تحریک چلائی جبکہ قومی اسمبلی میں ہم جنگ لڑتے رہے اور ہم نے وہ قرارداد پیش کی کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے تو ختم نبوت کے موقع پر اور اس سے پہلے ۵۳ء میں بھی ہمارا اتحاد تھا اور مل کر ہم کام کرتے رہے

Marfat.com

یعنی ہم نے اس اختلاف کو درمیان میں حائل نہیں ہونے دیا اب بھی اسلامی جمہوری محاذ جو ہم نے بنایا ہے اس میں جمعیت علمائے پاکستان اور جمعیت علمائے اسلام مل کر کام کر رہے ہیں۔

اسی طرح آپ سے روزنامہ جنگ نے ایک انٹرویو کیا جو کہ تین مارچ ۲۰۰۲ء میں شائع ہوا جبکہ آپ متحدہ مجلس عمل کے صدر بھی تھے اسمیں بھی آپ سے کچھ ایسے ہی سوالات کیئے گئے تھے حالات کا تقاضہ تو یہ تھا کہ ان سوالات کا جواب ہی نہ دیا جاتا مگر آپ نے بغیر کسی خوف اور ہچکچاہٹ کے ان تمام سوالات کا جواب دیا اور اپنے مسلک کو واضح کیا سوالات وجوابات یہ تھے

جنگ : آپ کی طرف سے طالبان کی حمایت کچھ ناقابل فہم تھی کیوں کہ اسلام کا جو تصوّر طالبان پیش کرتے رہے، شاید آپ اس سے اتفاق نہیں کرتے اور نہ ہی وہ پاک و ہند کے بریلوی سوادِ اعظم کی تشریحات پر پورا اُترتے تھے۔اس حوالے سے آپ کیا فرمائیں گے؟

علامہ شاہ احمد نورانی : پاکستان میں جو نظام ہے، وہ بھی اسلام کے مطابق نہیں، یعنی یہاں جس طرح سے بے حیائی اور بے پردگی ٹی وی پر ہے، یورپ کے ٹی وی میں اور یہاں کے ٹی وی میں بہ ظاہر تو کوئی فرق نہیں ہے اور جہاں تک یہ بات ہے کہ طالبان کا نظام اسلام کے مطابق نہیں تھا تو پاکستان کا نظام بھی اسلام کے مطابق نہیں ہے۔

جنگ : مثلاً طالبان کی کون سی باتیں غلط تھیں؟

علامہ شاہ احمد نورانی : مثلاً یہ کہ انہوں نے زبردستی داڑھی رکھنے کا حکم دیا۔ اسلام میں اس بارے میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔ ایسا ماحول پیدا کیا جائے، جیسا حضور پرنور ﷺ نے مدینہ کی اسلامی ریاست میں پیدا فرمایا کہ لوگ خود بخود اس پر عمل پیرا ہوئے اور بعض چیزیں اور بھی ہوسکتی ہیں، لیکن اسکا مطلب یہ نہیں کی وہ اسلام سے خارج ہو گئے تھے۔

جنگ : بعض افراد کہتے ہیں کہ افغانستان پہلی دیوبندی ریاست تھی اور سوادِ اعظم اور بریلوی مسلک کے راہ نما کی حیثیت سے آپ کی طرف سے ان کی حمایت کچھ ناقابل فہم تھی؟

علامہ شاہ احمد نورانی : میں نہیں سمجھتا کہ طالبان نے دیوبندی ریاست بنائی۔ وہ مسلمانوں کی ریاست تھی۔ طالبان نہیں کہتے کہ وہ دیوبندی ہیں۔ انکے ہاں باقاعدہ فاتحہ خوانی اور ختم شریف ہوتے ہیں، وہ باقاعدہ مزاروں پر جاتے تھے۔ وہ دیوبندی نہیں تھے، ایسے ہی زبردستی انکو کہا گیا

Marfat.com

ہے وہ دیوبندی ہیں۔

جنگ : پاکستان میں تو لوگوں کا عام خیال یہی ہے کہ طالبان دیوبندی مدرسوں کے پڑھے ہوئے ہیں اور دیوبندی ہیں؟

علامہ شاہ احمد نورانی : جہاں تک دیوبندی مدرسوں میں پڑھنے کی بات ہے تو دیوبندی اور بریلوی مکتبہ فکر میں جو اختلافات ہیں، وہ سب اردو میں ہیں اور طالبان کا اردو سے کوئی تعلق نہیں۔ ایسی اختلافی کتابیں اردو زبان میں ہیں مثلاً دیوبند کے بعض علماء سے بریلوی علماء کو اختلاف ہے اور جن عبارتوں پر اختلاف ہے، وہ سب اردو میں ہیں۔

جنگ : کیا آپ بھی دارالعلوم دیوبند کے بارے میں یہی سمجھتے ہیں؟

علامہ شاہ احمد نورانی : وہ سمجھتے ہیں، میں نہیں سمجھتا۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ انگریزوں نے اس مدرسے کو قائم کیا اور اس سے اختلاف پیدا ہوا۔ لیکن بہ ہر حال ہم ان کو برداشت کر رہے ہیں اور قومی مفاد میں انکے ساتھ چلتے ہیں۔ اس وقت اسلام کا اجتماعی مفاد یہی ہے۔ پاکستان میں اسلامی ریاست کے قیام کا مفاد ہمارے پیشِ نظر ہے اور اسکے لئے مِل جُل کر جدّ و جہد کرنا ہوگی۔

جنگ : کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ بریلوی حضرات صوفیاء کے پیروکار ہیں اور امن پر یقین رکھتے ہیں، اسی لیے بریلوی جہاد میں متحرک نہیں ہیں؟ فضل الرّحمان اور قاضی حسین احمد دونوں سے بات ہوئی ہے۔ انکا کہنا ہے کہ بریلوی مکتب فکر کے لوگ جہاد میں کم ہیں؟

علامہ شاہ احمد نورانی : علمائے بریلی نے انگریز کے خلاف جہاد کیا تھا۔ مولانا فضلِ حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا، جہاد کیا اور کالے پانی کی سزا بھی قبول کی۔ اسی طرح علامہ مدراسی اور مولانا شاہ عنایت کاکوروی کو پھانسی دی گئی تو جہاد تو کیا گیا، لیکن اسکے بعد تحریک ٹھنڈی پڑ گئی۔ یہ بات صحیح ہے۔ دوسری طرف دیوبندیوں نے بھی سکھوں کے خلاف جہاد کیا، انگریزوں کے خلاف تو جہاد نہیں کیا۔ ہم نے تو انگریزوں کے خلاف جہاد کیا۔ جب انگریزوں کی حکومت مستحکم ہوگئی تو تحریکِ خلافت کے پلیٹ فارم پر تمام علمائے اہلِ سنّت موجود تھے اور فتویٰ بھی موجود تھے۔

جنگ : کشمیر اور افغانستان میں بریلوی مکتب فکر کے جہادیوں کی تعداد کم ہے؟

Marfat.com

علامہ شاہ احمد نورانی : ہاں (طنزیہ انداز میں) اب آیئے کشمیر کے سلسلے میں ہم نے تو یہ فتویٰ نہیں دیا تھا کہ کشمیر میں جہاد نہیں ہے؟

جنگ : تو پھر کس نے یہ فتویٰ دیا تھا؟ وضاحت کریں۔

علامہ شاہ احمد نورانی : جنہوں نے آپ سے یہ کہا ہے، آپ انہی سے پوچھیے کہ مولانا مودودی صاحب کا فتویٰ کیا تھا؟ اب تو کشمیر اور افغانستان میں فتوے کے خلاف سب کچھ ہو رہا ہے۔ (قہقہے)۔ ہم نے تو کشمیر میں پہلے دن سے جہاد کیا۔ علامہ ابوالحسنات صاحب قادری انہیں لاہور سے کشمیر تشریف لے گئے اور یہاں سے ہر دوسرے تیسرے ہفتے وہاں سامان لیکر جاتے، مجاہدین کی مدد کرتے اور بھرتی کرتے تھے۔ پیر کرم شاہ صاحب کے والدِ ماجد، علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عبدالحامد بدایونی اور پیر فضل شاہ صاحبؒ، یہ سب نہ صرف مریدین کو بھرتی کر کے جہاد کے لیے بھجواتے بلکہ خود بھی جہاد پر جاتے تھے۔ بعد میں کشمیر میں خود جہاد نہیں ہوا۔ پھر یہ انتظار ہوتا رہا کہ اب مسئلہ حل ہوگا۔ اس کے بعد کشمیری مجاہدین نے خود جہاد شروع کر دیا اور یہاں کی کئی تنظیمیں اس میں لگ گئیں۔ پھر اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہم نے اس میں کوئی زیادہ دلچسپی نہیں لی اور ہم یہ سمجھتے رہے کہ ٹھیک ہے چل رہا ہے، چلیے دیکھتے ہیں کہ کیا ہوتا ہے، لیکن بعد میں سُنّی جہاد کونسل بنی اور اس نے جہاد میں حصہ لیا، لیکن یہ زیادہ نمایاں نہیں تھا۔ ہم نے تشہیری ذرائع کو زیادہ استعمال نہیں کیا اور اسی طرح سے ملک گیر سطح پر چندہ بھی حاصل نہیں کیا۔

جنگ : یعنی......؟

علامہ شاہ احمد نورانی : جہادِ کشمیر کے لیے ملک گیر سطح پر چندہ اکٹھا کرنا، لوگوں سے پیسے اکٹھے کرنا اور کہنا کہ آؤ بھئی جہاد فنڈ میں پیسے دو، یہ کام ہم نے نہیں کیا۔ اس لیے زیادہ شہرت بھی نہیں ہوئی۔ ہم مقامی طور پر کام کرتے رہتے تھے اور اب بھی کرتے ہیں۔ کشمیر میں تو فرنٹ لائن پر ہم جاتے ہیں، میں خود پچھلے سال بھی گیا تھا اور مقبوضہ کشمیر میں مولانا عتیق الرحمٰن بھی، جو اسمبلی کے رکن ہیں، وہ ہماری جمعیت علمائے جموں و کشمیر کے صدر بھی ہیں۔

جنگ : آپ کے مخالفین کہتے ہیں کہ افغانستان کے جہاد میں آپ کا کوئی کردار نہیں رہا؟

علامہ شاہ احمد نورانی : آپ اُن سے یہ پوچھیے کہ سید احمد گیلانی، مولانا نبی محمدی اور صبغت اللہ

Marfat.com

مجددی جہاد کی فرنٹ لائن پر تھے، یہ کون لوگ ہیں؟ یہ سب ہمارے مکتبہ فکر کے لوگ ہیں۔ یہ افغانستان کے رہنے والے لوگ ہیں۔ افغانستان کے رہنے والے تھے اور ہم انکی مدد کررہے تھے۔ سید احمد گیلانی تو بغداد شریف کے پیر صاحب ہیں اور یہ خاندان ڈیڑھ سو سال پہلے وہاں جاکر آباد ہو گیا تھا۔ یہ سبھی درود و سلام پڑھنے والے لوگ ہیں۔ افغانستان کے جہاد میں ہمارا ان جماعتوں سے رابطہ رہتا تھا۔ ہم نے کوئی الگ جماعت نہیں بنائی بلکہ جن کے متعلق ہمیں معلوم تھا کہ یہ اچھے اور دیانت دار لوگ ہیں اور کام کررہے ہیں، ان ہی کی ہم مدد کرتے تھے۔

آپ اپنی تقاریر میں ہمیشہ مسائل اہلسنّت کا حقیقی ادراک کرتے تھے اور ان مسائل کا ذکر کرتے اور انکو دور کرنے کی کوششیں کرتے جو تمام مسائل کی جڑ اور سبب ہوتے تھے چنانچہ آپ مساجد اہلسنّت پر بدمذہبوں کے قبضے کے بارے میں دیگر اسباب کے علاوہ ایک سبب یہ بھی گردانتے تھے کہ سنّی مساجد کے معاملات کو صحیح طور پر نہیں چلاتے اور یہ کہ ہمارے سنّی مساجد میں نماز ادا نہیں کرتے اگر سنّی لوگ نمازیں ادا کرنا شروع کردیں تو ظاہری بات ہے انکی اکثریّت ہو گی اور بدمذہبوں کو اسپر قبضہ کرنے کی مجال نہ ہوگی۔

اسی طرح اسکے ایک سبب مدارس اہلسنّت کی غیر فعالیت پر بھی شکوہ کناں رہتے تھے آپ فرماتے تھے کہ دیوبندی تنظیم وفاق المدارس کے تحت ہر سال مجموعی طور پر تقریباً چار ہزار افراد فارغ ہوتے ہیں جو کہ عالم کہلاتے ہیں جبکہ ہمارے تنظیم المدارس کے تحت ہر سال صرف ڈھائی سو علماء فارغ ہوتے ہیں تو جو چار ہزار کی تعداد ہے تو ظاہری بات ہے انکو مسجدیں بھی چاہیے ہوتی ہیں مدارس میں جگہ کی بھی ضرورت پڑتی ہے اسی لئے وہ ہماری مسجدوں کی ضرورت کے تحت سنی بن کر آجاتے ہیں اور کمیٹی والے انکے بارے میں بغیر تحقیق کئے رکھ لیتے ہیں پھر کچھ عرصہ بعد وہ اپنی اصلیت پر اتر آتے ہیں اور مساجد پر قابض ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح آپ مسائل اہلسنّت میں خانقاہوں اور درگاہوں کی غیر فعالیت کے بھی شاکی رہتے تھے آپ اپنی تقاریر اور اپنی ملاقاتوں میں مشائخ اور پیران عظام کو یہ باور کرایا کرتے تھے کہ پہلے ہر خانقاہ کے ساتھ ایک مدرسہ ہوا کرتا تھا جہاں مریدین دین اور مسلک کی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے جیسے کوئی مرید آتا تو اسکو دین اور مذہب کی تعلیم دی جاتی تھی اور یہ تمام انتظام اس خانقاہ اور درگاہ کے سجادہ نشین کرتے تھے مگر آج ہماری خانقاہوں میں ایسا کوئی انتظام نہیں جسکی وجہ

Marfat.com

سے خانقاہوں کے متصل ہی بد مذہبوں نے اپنے مدارس کھول رکھے ہیں جہاں پر وہ درگاہ پر حاضری دینے والے افراد کو کسی نہ کسی حیلے بہانے سے لے جاتے ہیں اور پھر وہ افراد بد مذہب کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہمیشہ کیلئے درگاہ پر حاضری کے منکر بن جاتے ہیں بقول اقبال کہ

قم باذن اللہ جو کہتے تھے وہ رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن

آپ کو صرف پاکستان میں ہی نہیں بلکہ بیرون ملک بھی مسلک کی اشاعت نہایت ہی عزیز تھی اور آپ علماء کو یہ فریضہ سرانجام دینے کا اکثر وبیشتر اور وقتاً فوقتاً یاد دلاتے رہتے تھے چناچہ جب روس ٹوٹا اور مسلمان ریاستیں آزاد ہوئیں تو آپ فوراً دس لاکھ کنزالایمان انگریزی ترجمے والے اور دیگر کتب لیکران ممالک کے دورے پر تشریف لے گئے اور واپسی پر آکر تنظیم المدارس کے عہدیداران سے ملاقات کی اور انھیں اس دورے کی تفصیلات سے آگاہ کیا اور انھیں بتایا کہ وہاں پر اب تک بد مذہب نہیں جاسکے ہیں آپ پہلے پہنچ جائیں، وہاں کے لوگوں میں اسلام کی تڑپ موجود ہے وہ لوگ نوے سال کے بعد آزاد ہوئے ہیں، انکو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہے اور اسکے لئے وہ پاکستان آنے کو بھی تیار ہیں تو آپ جا کر وہاں تبلیغ کریں کچھ طلباء کو لیکر آئیں تا کہ وہ فارغ ہوکر مسلک کی خدمت کرسکیں۔

اہلسنّت کی کسی تنظیم کا کا کوئی تنظیمی کام ہوتا یا کبھی جماعت اہلسنّت کا کوئی کام ہوتا یا کسی فرد یا مسجد و مدرسہ کا کوئی معاملہ ہوتا جب وہ معاملہ اور مسئلہ کہیں سے حل نہ ہوتا تو لوگ آپ کی طرف رجوع کرتے اور آپ اہل سنت کے اجتماعی مفاد میں وہ معاملہ حل کرادیا کرتے تھے اور اسکی لاتعداد مثالیں موجود ہیں۔

سنّی کانفرنس رائے ونڈ ۱۹۷۹ء کا اجازت نامہ جب آخری وقت جنرل ضیاء نے منسوخ کر دیا تھا تو جماعت اہلسنّت و جمعیت علمائے پاکستان کے تمام راہنما اپنی سی کوشش کر کے تھک گئے تھے تو آپ کے علم میں یہ بات لائی گئی تھی جس پر آپ نے جنرل ضیاء کو فون کر کے غصے میں صرف یہ کہا کہ جنرل صاحب کانفرنس تو ضرور ہوگی آپ سے جو ہوسکتا ہے کرلیں ہمیں آپ کی اجازت کی بھی ضرورت نہیں ہے یہ تو آپ کے مفاد میں ہوگا کہ اجازت نامہ بھیج دیں۔ تو اسکے کچھ ہی دیر بعد ڈپٹی کمشنر بذات خود اجازت نامہ لیکر غزالئی زمان علامہ کاظمی صاحب کی خدمت میں

Marfat.com

حاضر ہو گیا تھا۔

قائد اہلسنّت کے دل میں سنّیت کی بے انتہا تڑپ تھی۔آپ نے اس وقت اہلسنّت کے افراد کو استبداد و ظلم سے بچایا جبکہ پوری حکومتی مشنری اہلسنّت کے خلاف برسرِ پیکار تھی چنانچہ جب 18 مئی 2001 کو کراچی میں سنّی تحریک کے سربراہ سلیم قادری کو شہید کیا گیا اور انکے قاتلوں پر کوئی آہنی ہاتھ نہ ڈالا گیا بلکہ حکومت نے حسبِ معمول مصلحت کا شکار ہو کر اس عظیم اور جانکاہ واقعہ کو سرد خانے میں ڈالنے کی کوشش کی تو سنّی تحریک نے احتجاجی کرفیو کی کال دی جسکی پاداش میں سنی تحریک کے مرکزی دفتر کا حکومتی فورسز نے محاصرہ کر لیا اور اپنے قائد کی شہادت پر رنج و غم میں بیٹھے ہوئے کارکنوں کو دفتر میں محصور کر دیا۔

اسی دوران قائد اہلسنّت علیہ الرحمہ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا تھا آپ ایک تو سلیم قادری علیہ الرحمہ کی شہادت اور اس پر ممکنہ ردِّ عمل اور حکومتی بے حسی اور اسی دوران اپنی جان سے پیاری والدہ سے ہمیشہ محرومی کے صدمے سے نڈھال ہو چکے تھے، سنّی تحریک کے دفتر کا محاصر طویل ہو گیا بجلی کاٹ دی گئی، پانی بند کر دیا گیا، ٹیلی فون اور ہر قسم کے رابطے مسدود کر دیئے گئے، کھانا پینا بند کر دیا گیا، اندر موجود افراد فاقہ کشی کا شکار ہو گئے۔

آپ کے علم میں یہ بات لائی گئی تو آپ تڑپ اٹھے اور اسی وقت آپ نے وفاقی وزیر داخلہ معین الدین حیدر سے انتہائی جذبات کے عالم میں ٹیلی فون پر گفتگو کی اور شدید ردِّ عمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ معین صاحب آپ ملک کو بچانا چاہتے ہیں یا خانہ جنگی کرانا چاہتے ہیں ؟اس ملک کی عظیم اکثریت کے ساتھ یہ حکومتی رویہ ملک کو خانہ جنگی کی طرف لے جائیگا اس سے پہلے کہ یہ حالات پیدا ہوں آپ فوراً محاصرہ ختم کر دیں ورنہ پھر الزام ہمیں نہ دیجیئے گا ہم اب تک صبر کر کے بیٹھے ہیں اور آپ ستم بالائے ستم کا مظاہرہ کرتے چلے آرہے ہیں وزیر داخلہ نے کہا کہ حضرت تین دن ہو گئے ہیں انہوں نے ہمیں وہاں چھاپہ نہیں مارنے دیا قانون ہاتھ میں لیکر احتجاجی کرفیو کی کال دی جو حکومت کے معاملات میں دخل اندازی ہے اس لئے ان افراد کو قانونی تقاضہ پورا کرنے کیلئے گرفتاری دینا ہو گی آپ نے سنّی تحریک کے راہنماؤں اور اکابر علماء سے رابطے کے بعد یہ طے کیا کہ گرفتاری دے دی جائے مگر فوراً ضمانت پر رہائی عمل میں لائی جائے اور حکومت کے سامنے مطالبات رکھے جائیں اگر حکومت ان مطالبات کو منظور کرتی ہے تو کارکنان

Marfat.com

تقاضہ پورا کرنے کیلئے گرفتاری دینا ہوگی آپ نے سنّی تحریک کے راہنماؤں اور اکابر علماء سے رابطے کے بعد یہ طے کیا کہ گرفتاری دے دی جائے مگر فوراً ضمانت پر رہائی عمل میں لائی جائے اور حکومت کے سامنے مطالبات رکھے جائیں اگر حکومت ان مطالبات کو منظور کرتی ہے تو کارکنان گرفتاری دیں گے ورنہ نہیں۔

چنانچہ آپ نے وزیر داخلہ اور گورنر سندھ کے سامنے اس بات کو پیش کیا کہ گرفتاری ہماری اپنی شرائط پر ہوگی محاصرہ ہماری شرائط پر ختم ہوگا اور وہ مطالبات یہ ہیں (۱) شہید سلیم قادری اور انکے رفقاء کے قاتلوں کو اور انکے سرپرستوں کو عید میلاد النبی ﷺ تک گرفتار کیا جائے (۲) سنّی تحریک کے دفتر مرکز اہلسنّت کا محاصرہ فی الفور ختم کیا جائے (۳) وزارت داخلہ ملک بھر سے گرفتار کارکنان تحریک اور عوام اہلسنّت کو رہا کرے۔ حکومت نے ان تمام مطالبات کو تسلیم کیا اور عمل درآمد کی ٹھوس یقین دہانی کرائی جسکی وجہ سے محاصرہ ختم ہوا اور تین دن چار راتوں سے محصور بھوک و پیاس سے نڈھال افراد جن میں سنّی تحریک کے مرکزی راہنما عباس قادری، افتخار بھٹی اور عبدالعزیز چشتی شامل تھے مرکزی دفتر سے باہر آسکے اور یوں قائد اہلسنّت علیہ الرحمہ کی دانشمندی اور مسلکی غیرت نے ملک کو خانہ جنگی سے بھی بچایا اور مسلک اہلسنّت و جماعت کی غیرت کا سودا کئے بغیر اپنے مسلکی افراد کو باعزت رہا کرالیا۔

(اس واقعہ کو سنی تحریک کے ترجمان رسالہ سنی ترجمان نے اپنی خصوصی اشاعت میں تفصیل سے تحریر کیا ہے)

۱۱ ستمبر کے بعد بین الاقوامی سطح پر جب مسلمانوں کی متعدد تنظیموں پر پابندی لگائی گئی تو پاکستان میں بھی مختلف تنظیموں کو دہشت گرد قرار دیتے ہوئے پابندی لگانے کا فیصلہ کیا گیا جسکا اعلان کرنے سے پہلے صدر پرویز مشرف نے ملک کے سرکردہ مذہبی راہنماؤں سے ملاقات کی اور اسمیں اپنے اس فیصلے سے ان راہنماؤں کو آگاہ کیا حضرت قائد اہلسنّت کو مسلک اہلسنّت کی نمائندگی کرنے کے لئے مدعو کیا گیا تھا جب جنرل پرویز مشرف نے ان تنظیموں کے نام بتائے تو اسمیں سنّی تحریک کا نام بھی شامل تھا مگر آپ نے فوراً پرویز مشرف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اہلسنّت اس ملک کی عظیم اکثریت ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ ہم نے کبھی دہشت گردی کا راستہ نہیں اپنایا آپ ہماری کسی تنظیم پر پابندی نہیں لگا سکتے کہ ہماری کوئی بھی تنظیم ملک دشمن سرگرمیوں میں

Marfat.com

ملوث نہیں ہے لہٰذا آپ پابندی لگائی جانے والی تنظیموں سے سنّی تحریک کا نام خارج کریں۔

چنانچہ صدر پرویز مشرف نے سنّی تحریک کو آپ کے شدید اعتراض پر پابندی عائد کی جانے والی تنظیموں کی فہرست سے خارج کر دیا بلکہ بلکہ صرف زیرِ نگرانی رکھا یوں آپ نے اپنے اس عمل سے ایک طرف تو ایک سنّی تنظیم پر پابندی نہ لگانے دی تو دوسری طرف بین الاقوامی اور ملکی سطح پر مسلک اہلسنّت کے مورال کو بلند کیا کہ کالعدم تنظیموں میں سوائے اہلسنّت کے دیگر تمام مسالک کی تنظیمیں شامل تھیں جسکی وجہ سے ان مسالک کی بدنامی بھی ہوئی اور انکی تبلیغ واشاعت میں بھی رکاوٹ پیدا ہوگئی۔

حضرت قائد اہلسنّت کو مسلک اہلسنّت کی ترویج واشاعت سے بے پناہ دلچسپی تھی اور اسکے لئے آپ ہمہ وقت تیار رہتے تھے اس مقصد کے لئے ہر ممکن طریقے پر غور وفکر کرتے اور پھر ایک ایسا منصوبہ تیار کرتے جو قابل عمل بھی ہوتا اور مؤثر بھی۔ چنانچہ آپ نے اسی مقصد کے تحت پاکستان میں سنّی طلباء کی تنظیم انجمن طلبا کی بھرپور سرپرستی کی اور عملاً اسکو جمعیت علمائے پاکستان کا طلباء ونگ بنا دیا، انکے پروگراموں میں شرکت کرنا، انکے مسائل کے حل کیلئے اعلیٰ حکام سے روابط کرنا اور حل کروانا آپ کا ایک من پسند مشغلہ بھی تھا اور مسلکی خدمات کا جذبہ بھی۔

اسی طرح آپ نے نوجوانان اہلسنّت کی اصلاح اور انکو مسلک اہلسنّت کی تعلیمات سے روشناس کرانے کے لئے ۱۹۸۶ء میں انجمن نوجوانان اسلام کی بنیاد رکھی اور اسکو جمعیت علمائے پاکستان کے یوتھ ونگ کے نام سے روشناس کرایا جسکا پہلا کنوینر صوبہ سرحد کے عصمت اللہ خان مستی خیل کو نامزد کیا۔

دعوت اسلامی:۔

اسی طرح جب پاکستان میں تبلیغی جماعت کے اثرات میں اضافہ ہونے لگا اور تبلیغی جماعت والے بھولے بھالے سنّیوں کو تبلیغ اور نماز وروزے کے نام پر دیوبندی بنانے لگے تو انکا توڑ کرنے کے لئے آپ نے ۱۹۸۱ء میں ایک اجلاس اپنی رہائش گاہ پر بلایا، جس میں آپ کی دعوت پر غزالی زماں علامہ سیّد احمد سعید شاہ کاظمی، علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، علامہ مفتی وقارالدین، علامہ ارشد القادری، مولانا شفیع اوکاڑوی اور دیگر ممتاز ومقتدر علماء نے شرکت کی جسمیں اس گھمبیر صورت حال پر غور کیا گیا اور اس کے حل کے لئے متفقہ لائحہ عمل طے کرنے کی

Marfat.com

ضرورت پر زور دیا گیا بالآخر ایک فیصلہ کیا گیا کہ تبلیغی جماعت کی طرز پر ایک ایسی تنظیم قائم کی جائے جو خالصتاً غیر سیاسی ہو جو صرف عشق رسول اور سنت مصطفیٰ علیہ السلام کی تبلیغ و اشاعت کرے تا کہ معاشرے میں جو بے راہ روی ہے اور نوجوان بد عملی کا شکار ہیں اس کا بھی سد باب ہو سکے اور تبلیغی جماعت کے اثرات کو بھی زائل کیا جا سکے اس تنظیم کا نام دعوت اسلامی تجویز کیا اور مفتی وقار الدین علیہ الرحمہ کی یہ ذمے داری لگائی کہ وہ جس طرح مناسب خیال کریں اس کام کو آگے بڑھائیں، چاہیں تو وہ خود یہ کام شروع کریں یا اپنے شاگردوں میں سے کسی کی ذمے داری لگا دیں۔

چنانچہ مفتی وقار الدین نے امیر دعوت اسلامی مولانا محمد الیاس قادری صاحب کا نام تجویز کیا جو ان دنوں آپ کے پاس زیر تعلیم تھے اور یہ کہا کہ چونکہ تبلیغی جماعت کے پہلے امیر کا نام بھی الیاس تھا اس نوجوان کا نام بھی الیاس ہے لہٰذا اس کو اس عظیم کام کے لئے تیار کیا جائے چناچہ مفتی وقار الدین صاحب نے حضرت قائد اہلسنّت کی مشاورت سے مولانا الیاس قادری صاحب کو امیر دعوت اسلامی مقرر کیا اور انکو خلافت عطا کی آپ دعوت اسلامی کے پروگراموں میں شریک ہوتے ،آپ ہی کے ایماء پر مولانا شفیع اوکاڑوی صاحب نے دعوت اسلامی کے ہفتہ واری اجتماع کے لئے اپنی جامع مسجد گلزار حبیب میں اجتماع کرنے کی اجازت دی اور پھر باقاعدہ جمعیت علما پاکستان کے تحت اسکی تشہیر کی گئی اور جمعیت اور انجمن طلبا اسلام کے نوجوانوں کو اسمیں باقاعدہ شمولیت کا حکم دیا۔ آپ خود بھی ابتداء میں دعوت اسلامی کے پروگراموں میں شرکت فرماتے رہے اور پہلے سالانہ اجتماع کے موقع پر غزالئی زماں سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ کو مہمان خصوصی کی حیثیت سے تشریف لے جانے کا مشورہ دیا جس میں قبلہ کاظمی شاہ صاحب تشریف لے گئے اور خصوصی خطاب فرمایا غرض کہ دعوت اسلامی کی تشکیل اور اسکے اجراء و اشاعت میں حضرت قائد اہلسنّت کا کردار انتہائی مؤثر ہے۔ حقیقت میں آپ ہی اس تنظیم کے بانی ہیں اس وجہ سے جتنے افراد نے دعوت اسلامی سے متاثر ہو کر نیکی کے راستے کو اختیار کیا ہے اور جو کرتے رہیں گے اسکا اجر ہمیشہ بانی دعوت اسلامی حضرت قائد اہلسنّت علیہ الرحمہ کو پہنچتا رہیگا کہ حدیث شریف ہے کہ:

من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها 175

Marfat.com

تبلیغ:

حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ کی شخصیت کا اگر جائزہ لیا جائے تو آپ کی پوری زندگی اسلام کی سربلندی کیلئے وقف نظر آتی ہے زندگی کے ہر کام میں آپ کا مطمع نظر صرف اور صرف اسلام کی سربلندی رہا ہے۔ آپ کا خاندان برصغیر میں ایک مبلغ خاندان کے نام سے مشہور ومعروف ہے کہ جنکی کوششوں سے ہزارہا غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا، لاتعداد مساجد کی بنیاد رکھی، کئی مدارس و تعلیمی ادارے قائم کئے حضرت قائد اہلسنت کے نزدیک آپ کا اصل کام اپنے والد ماجد مبلغ اسلام شاہ عبدالحلیم صدیقی علیہ الرحمہ کا مشن تبلیغ اسلام اور اشاعت اسلام تھا کہ:

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو
پھر پسر قابل میراث پدر کیونکر ہو

آپ نے اس مشن کی تکمیل کے لئے پوری دنیا کے دورے کئے آپ نے اس وقت بیرون ملک جانا شروع کیا جب بیرون ملک جانا لوگوں کا ایک خواب ہوتا تھا اور کم از کم پاکستان میں آپ سے پہلے کسی مسلک کا عالم دین تبلیغی مشن پر پاکستان سے باہر نہ گیا تھا آپ ہی کو دیکھ کر دوسرے مسالک کے افراد باہر جانے لگے اور آپ ہی کے توسط سے سنی علماء وادارے بھی باہر متعارف ہوئے جو کہ اب اپنے آپ کو مبلغ اسلام، مبلغ اعظم سمجھتے ہیں۔ اسی سوچ اور اسی نقطۂ نظر کو آپ کے ذہن میں بچپن سے بٹھایا گیا اور آپ کے شعور میں یہ بات ڈالی گئی کہ اسلام غلبہ حاصل کرنے کیلئے آیا ہے لہذا ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم ہر ممکن طریقے سے غلبہ اسلام کی کوشش کریں چاہے وہ سیاست کے ذریعہ ہو یا تبلیغ وتربیت کے ذریعہ، اشاعت وتحریر کے ذریعہ ہو یا مساجد ومدارس کے ذریعہ جب کسی کے شعور میں یہ بات پڑ جائے اور وہ اسکو اپنی زندگی کا مقصد بنا لے تو وہ تمام الزامات واعتراضات کو بالائے طاق رکھ کر اپنے مقصد میں لگ جاتا ہے کیونکہ اسے معلوم ہے کہ اگر میں نے اپنے مقصد میں کوتاہی برتی تو مجھے کل بروز قیامت خدا کے سامنے اسکا جوابدہ ہونا پڑے گا۔ اسی سوچ اسی نظریئے اور اسی مقصد کو حضرت قائد اہلسنت نے اپنایا اور اپنے خاندانی مشن کو آگے بڑھانے میں کوئی دقیقہ کار باقی نہ رکھا۔

آپ نے اپنی زندگی میں اتنے سفر کئے ہیں اگر آپ کو سیاح عالم کے نام سے یاد کیا

Marfat.com

جائے تو بیجا نہ ہوگا اور اگر عالمی ریکارڈ کو دیکھا جائے تو آپ کے دور میں آپ کے علاوہ پوری دنیا میں کوئی شخصیت ایسی نہ ہوگی جس نے اتنے طویل اور کٹھن سفر کیے ہوں آپ کے تمام دورے اور سفر صرف اور صرف غلبہ اسلام کیلئے ہوتے تھے اگر ہم آپ کی زندگی پر نظر دوڑائیں تو آپ کا پہلا غیر ملکی سفر ۳۶ء کو 11 سال کی عمر میں نظر آتا ہے جب آپ اپنے والد ماجد مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ، والدہ ماجدہ، بڑے بھائی مولانا شاہ محمد جیلانی اور سب سے چھوٹے بھائی حماد سبحانی کی معیت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے وہ سفر آپ کی تعلیم کیلئے تھا جس میں آپ نے ایک سال تک مدینہ منورہ میں علم تجوید کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد ۱۹۴۸ء میں ہجرت کا سفر کیا جب آپ اپنے آبائی وطن کو چھوڑ کر مملکت خداداد پاکستان تشریف لائے اور پھر جو ۱۹۵۳ء سے آپکا سفر شروع ہوتا ہے جو ۵۰ سال پر محیط ہے اور وہ ۲۰۰۳ تک رہتا ہے ظاہر ہے تمام تر تفصیلات وحالات نہ تو میسر ہو سکتے ہیں اور نہ ہی ان کو ضبط تحریر میں لانا ممکن ہے مگر مختصراً آپ کے تبلیغی دوروں اور آپکی کاوشوں کے حالات بیان کردیے جاتے ہیں اس میں آپ کی اشاعت اسلام کیلئے کی گئی کوششیں بھی ہیں اور سفر کی صعوبتیں بھی، حق گوئی اور بے خوفی بھی ہے اور آپ کے نجی اور گھریلو معاملات بھی موجود ہیں۔

آپ نے سب سے پہلا غیر ملکی تبلیغی ومشاہداتی دورہ اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد ۱۹۵۵ء میں علماء ازہر (مصر) کی دعوت پر مصر کا کیا جس میں آپ نے مصر میں تاریخ اسلام کی عظیم یونیورسٹی جامعہ ازہر اور دیگر جامعات کا تفصیلی مشاہدہ کیا اور مختلف مقامات پر علماء کے اجتماعات سے خطاب کیا۔

۱۹۵۸ء میں پاکستان میں روسی سفیر کی تحریک اور مفتی اعظم روس مفتی ضیاء الدین باباخانوف کی خصوصی دعوت پر علامہ عبدالحامد بدایونی اور دیگر علماء کے ساتھ روس کا دورہ کیا اس دورے میں آپ نے بے خوفی اور غیرت ایمانی کا ایک بے مثال مظاہرہ کیا وہ یہ کہ روسی حکومت کے پروگرام اور روایت کے مطابق سوشلسٹ لیڈر اور روس کے قومی راہنما لینن کی سمادھی پر پھول چڑھانے سے انکار کردیا کہ ایک کافر کی یادگار پر پھول چڑھانا اسکی تعظیم کرنا ہے جو ہمارے مذہب میں روا نہیں۔ آپ نے اس دورے میں سوشلسٹ معاشرے کا گہری نظر سے مشاہدہ کیا علماء روس اور مسلمانوں کی سرکردہ شخصیات سے ملاقاتیں کیں مسلمانوں کے اکثریتی علاقے زنجبار میں

Marfat.com

سوشلسٹوں کے خونی انقلاب کی اندوھناک تباہ کاریوں کا انتہائی قریب سے مطالعہ کیا اور مسلمانوں پر کیے گئے انسانیت سوز مظالم، مساجد کی بیحرمتی، خانقاہوں، مزارات کی توہین اور مسلم اقدار و روایات کی پامالی کو انتہائی قریب سے ملاحظہ کیا۔

۱۹۵۹ء میں آپ نے مشرقی وسطی کے ممالک کا ایک طویل خیر سگالی دورہ کیا اور وہاں کے علماء سے باہمی رابطہ قائم کر کے مسلمانوں کی زبردست خدمت سرانجام دیں۔

۱۹۶۰ء میں آپ ایک بار پھر ایک طویل دورے پر روانہ ہوئے جس میں آپ نے مشرقی افریقہ، مڈغاسکر اور ماریشس کا دورہ ایک سال میں مکمل کیا۔ ۱۹۶۱ء میں آپ نے سیلون اور شمالی مغربی افریقہ کا دورہ کیا جبکہ ۱۹۶۲ء میں صومالیہ، کینیا، ٹانگانیکا، یوگنڈا کا دورہ کیا اسی دوران شمالی نائجیریا کے وزیراعظم احمد ڈبلیو شہید کی خصوصی دعوت پر نائجیریا تشریف لے گئے اور انکے خصوصی مہمان کی حیثیت سے چار ماہ تک تفصیلی دورہ کیا یہ وقت حضرت قائد اہلسنت کی جوانی کا دور تھا جب بڑے بڑے مبلغین اسلام اور اہلسنت کے قائد ہونے کے دعویدار اپنی مساجد کے حجروں میں بیٹھا کرتے تھے۔

رشتہ ازدواج:۔

ان دورں سے فراغت کے بعد حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ حج و زیارت کیلئے مدینہ منورہ حاضر ہوئے اس وقت آپکی والدہ ماجدہ اور دیگر اہل خانہ مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے اور اسی سال پاکستان سے غلاف کعبہ تیار ہو کر مکہ مکرمہ بھیجا گیا تھا اس لئے اسی سال اکابر اہلسنت مجاہد ملت علامہ عبدالحامد بدایونی کی سربراہی میں ایک وفد کی صورت میں حج کیلئے گئے تھے چنانچہ آپ بھی اپنے اہل خانہ کے ہمراہ مدینہ منورہ میں ٹھہر گئے اور وہیں آپ کی والدہ ماجدہ اور قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپکی شادی کرانے کا فیصلہ کیا چنانچہ استاذ العلماء استاذ محترم حضرت علامہ مفتی جمیل احمد نعیمی دامت برکاتہم العالیہ جو کہ اس وفد میں شامل تھے سے حاصل کی گئی معلومات جو کہ انکی ذاتی ڈائری میں درج ہیں کے مطابق ۲۴ ذیالحجہ ۱۳۸۳ھ، ۱۹ مئی ۱۹۶۳ء بروز اتوار آپ کا عقد مسنونہ مدینہ منورہ کی مسجد نبوی جیسی مقدس و متبرک جگہ میں ہوا آپ کا نکاح بھی آپکی ذات مبارکہ کی طرح قابل رشک ہے کہ اسمیں برصغیر و عرب کے مقتدر و معزز علمائے کرام شریک تھے۔

Marfat.com

چنانچہ خطبہ نکاح حضرت تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ نے پڑھا۔ ایجاب وقبول مجاہد ملت حضرت علامہ عبدالحامد بدایونی علیہ الرحمہ نے کرایا جب کہ گواہان نکاح مفتی اعظم کشمیر مفتی غلام قادر صابری کشمیری علیہ الرحمہ اور استاذ العلماء مفتی جمیل احمد نعیمی تھے جبکہ دعاء خصوصی حضرت قائد اہلسنت کے استاذ قرأت وتجوید جن کی عمر اس وقت 111 سال تھی الشیخ حسن الشاعر علیہ الرحمہ نے کرائی اور ان کے بعد آخری دعا حضرت قطب مدینہ حضرت علامہ مولانا ضیاء الدین المدنی قادری علیہ الرحمہ نے فرمائی جبکہ محفل نکاح میں آپ کے سسر محترم جانشین قطب مدینہ حضرت مولانا فضل الرحمان مدنی، مبلغ اسلام حضرت علامہ عارف اللہ شاہ قادری میرٹھی، خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی، جانشین غازی کشمیر حضرت مولانا خلیل احمد قادری خطیب مسجد وزیر خان لاہور، حضرت علامہ مسعود احمد خطیب صابری مسجد، حضرت علامہ شبیر احمد دہلوی علیہم الرحمہ والرضوان اور حضرت مولانا سید احمد اشرفی جیلانی دامت برکاتہم العالیہ تھے۔ آپ کی شادی آپ کے والد ماجد کے معتمد ترین دوست وساتھی قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ نے اپنی پوتی اور مولانا فضل الرحمان مدنی کی صاحبزادی سے کرائی تھی۔

جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ کے والد محترم آخری وقت تک آپ سے خوش تھے کہ اگر ناراض ہوتے جیسا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ انہیں تو عاق کر دیا تھا وغیرہ وغیرہ تو آپ کے والد ماجد کے انتہائی قریبی دوست کہ جن کے پاس انہوں نے اپنی زندگی کے آخری دن گزارے اپنی اولاد کو آپ کے نکاح میں نہ دیتے کہ ایک نافرمان اور باپ کے گستاخ کو اپنی بیٹی دینا بھلا قرین قیاس ہے؟

شادی کے فوراً بعد ہی آپ اپنے طے شدہ پروگرام کے تحت ترکی، مغربی جرمنی، برطانیہ، ماریشس، نائجیریا اور اسکینڈے نیویا کے تبلیغی دورے پر روانہ ہو گئے اور پھر اسی سال کے آخر میں آپ نے عوامی جمہوریہ چین کا دورہ کیا اور چین کے مسلمانوں کی حالت زار کا جائزہ لیا۔

شادی کے بعد بھی آپ کے معمولات اسی طرح چل رہے تھے جس طرح شادی سے قبل چل رہے تھے اور عام طور پر لوگ شادی کے وقت اور اسکے بعد اپنی تمام مصروفیات ترک کر کے زیادہ تر گھریلو زندگی کو ترجیح دیتے ہیں مگر آپ نے بہت ہی کم وقت گھر اور گھر والوں کیلئے نکالا

Marfat.com

جسکی اہلیہ محترمہ کو آخر تک شکایت رہی ۱۹۶۴ء میں آپ نے امریکا اور کینیڈا کا تبلیغی دورہ کیا۔

۱۹۶۸ء میں آپ نے یورپ کا تفصیلی دورہ کیا اس دورے میں آپ نے قادیانی رسالہ اسلامک ریویو لندن کے ایڈیٹر سے چھ گھنٹے کا طویل مناظرہ کیا اور اپنے حریف کو کتابیں چھوڑ بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ ۱۹۶۹ء اور ۱۹۷۰ء کا عرصہ آپ نے پاکستان میں ہی گزارا کہ اسوقت پاکستان میں سیاسی حالات دگرگوں ہو گئے تھے نیز اسی دوران سنی کانفرنس اور اسکے بعد الیکشن کا دور آیا جس میں جے یو پی کو بھرپور شرکت کرنا تھی ۱۹۷۱ء میں آپ نے سعودی عرب اور دیگر عرب ممالک کا تقریباً ڈیڑھ ماہ کا دورہ کیا۔

۱۹۷۲ء ۱۹۷۳ء میں پارلیمانی سیاست پاکستان کے آئین اور قادیانیوں کے خلاف تحریک ختم نبوت کی وجہ سے آپ کو پاکستان میں ہی رہنا پڑا۔ ۱۹۷۴ء میں آپ نے ۱۲، اپریل کو بریڈفورڈ کے سینٹ جارجز ہال میں ایک عالمی کانفرنس کی صدارت کی جسمیں مختلف ممالک کے ۵۰ علماء شریک ہوئے اسی کانفرنس میں آپ کو ورلڈ اسلامک مشن کا چیئرمین منتخب کیا گیا آپ نے اس موقع پر ۲۴ ملکوں میں مشن کی شاخیں قائم کرنے کیلئے کنوینز مقرر کیے جن میں پاکستان، بھارت، سری لنکا، انڈونیشیا، تنزانیہ، پرتگال، صومالیہ، سینیگال، جنوبی افریقہ، نائجیریا، مصر، شام، عراق، افغانستان، مغربی جرمنی، فرانس، ہالینڈ، انگلینڈ، امریکا، سرینام، ارجنٹائن، سعودی عرب اور ٹرینی ڈاڈ شامل ہیں۔

ستمبر ۱۹۷۴ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی سے قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے بعد آپ نے مولانا عبد الستار خان نیازی، پروفیسر شاہ فرید الحق اور علامہ ارشد القادری کے ساتھ آپ نے مختلف ممالک کے طویل دورے کیے۔ آپ نے پہلے مرحلے میں امریکا، افریقہ اور یورپ کا دورہ کیا اسکے بعد حج و زیارت کی سعادت حاصل کی اور پھر یہ وفد جدہ سے نیروبی پہنچا اس دورے میں آپ نے نیروبی ٹی وی کو انٹرویو دیا جس میں آپ نے فرمایا کہ قادیانی اسلام کا نام لیکر مصروف کار ہیں جبکہ حقیقت میں وہ ان ملکوں کے اتحاد کو کمزور کر رہے ہیں۔ افریقہ کے اٹھارہ ممالک کا دورہ کر کے یہ وفد برطانیہ، امریکا، کینیڈا، مغربی جرمنی، اسپین، تیونس، لیبیا، مصر، الجزائر، اور ترکی کا دورہ کیا اس طویل دورے میں آپ نے ایک لاکھ میل سے زیادہ کا سفر طے کیا اور چھ سو سے زائد تقاریر کیں اور بہت سے غیر مسلموں کو آپ کے دست اقدس

Marfat.com

پر اسلام کی دولت حاصل ہوئی۔ ماریشس کے تبلیغی دورے پر آپ نے وہاں ایک اسلامی دار العلوم کی بنیاد رکھی۔ بارہ ربیع الاول کو عظیم الشان جلسہ عید میلاد النبی سے خطاب کیا۔ اس جلسے سے خطاب کرتے ہوئے ماریشس کے وزیر اعظم رام غلام نے کہا کہ ماریشس کے عوام بالخصوص مسلمانوں پر مولانا شاہ احمد نورانی کا یہ عظیم احسان ہے کہ وہ اپنی تمام تر مصروفیات کو چھوڑ کر یہاں تشریف لائے۔ جلسے میں گورنر جنرل ماریشس سر عثمان، چیف جسٹس ایچ کاسن علی، اراکین اسمبلی، غیر ملکی سفراء ورلڈ اسلامک مشن ماریشس کے چیئر مین محمد کسینو، نیشنل مسلم کونسل کے احمد عبداللہ اور مسلم یوتھ آرگنائزیشن کے صدر عبد الغفور نے بھی شرکت کی۔ ماریشس سے مدینہ منورہ حاضری دینے کے لیے سعودی عرب پہنچے اور مکہ معظمہ میں عمرہ ادا کرتے ہوئے کینیا چلے گئے۔

مئی ۱۹۷۸ء میں علامہ نورانی کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ) کے تبلیغی دورہ پر روانہ ہوئے مولانا نے وہاں کے میئر کی جانب سے شہریوں کے استقبالیہ میں ''اسلام بیسویں صدی کے چیلنج کو قبول کرتا ہے۔'' کے عنوان سے انگریزی میں خطاب کیا۔ جس میں کہا کہ اب دنیا بھر میں غیر مطمئن اور بے چین انسانوں کو اسلام کی اکملیت اور جامعیت کا احساس ہو رہا ہے۔ کیپ ٹاؤن کے میئر نے جوابی خطاب میں مولانا کو ''سفیر اسلام'' کے خطاب سے مخاطب کیا۔ اس دورے میں 105 افریقی، یورپی اور مقامی افراد نے اسلام قبول کیا۔

۱۹۷۹ء میں علامہ نورانی نے برمنگھم (برطانیہ) میں منعقدہ عظیم الشان نظام مصطفیٰ کانفرنس میں شرکت کی۔ اس کانفرنس سے مفتی اعظم قبرص ڈاکٹر رفعت مصطفیٰ اور ترکی کے ڈاکٹر محمد یوجل نے بھی خطاب کیا۔ یہ برطانیہ کی تاریخ میں مسلمانوں کا سب سے بڑا اجتماع تھا۔ اسی سال مولانا نورانی نے عظیم الشان میلاد مصطفیٰ ﷺ کانفرنس رائے ونڈ (پاکستان) میں بھی شرکت کی۔

فروری ۱۹۸۰ء میں امریکا کے شہر نیو یارک میں کولمبیا یونیورسٹی کے انٹرنیشنل ہال میں ''اسلام کی ہمہ گیریت'' کے موضوع پر انگریزی میں خطاب کیا یونیورسٹی کی ایک پروفیسر خاتون نے مولانا کی تقریر سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔ نیو یارک سے ریاست ٹرینی ڈاڈ کے مسلمانوں کی دعوت پر ٹرینی ڈاڈ ایئر پورٹ پر اترے تو مولانا کا فقید المثال استقبال کیا گیا اور پوری ریاست میں عام تعطیل کر دی گئی۔ یہاں ۲۵ دنوں میں ۴۰ خطابات کئے پھر سرینام آساد

Marfat.com

آئی لینڈ سے ہوتے ہوئے جرمنی پہنچے۔ اسلامک سنٹر میامی کی جامع مسجد میں نماز جمعہ سے قبل انگریزی میں خطاب کیا جہاں کچھ افریقی مسلمان ہوئے۔

کولمبیا یونیورسٹی میں ''افغانستان میں روسی جارحیت اور افغان مہاجرین'' کے عنوان پر خطاب کیا پھر کیلیفورنیا اور لاس اینجلس کا دورہ کیا۔ ۱۵ جون ۱۹۸۰ء کو ورلڈ اسلامک مشن کی چوتھی کانفرنس میں شرکت کیلئے ہالینڈ گئے یہ کانفرنس ایمسٹرڈیم کے پاپ ایڈن ہال میں منعقد ہوئی جس میں ڈین ہاگ، روٹرڈیم، اترخ، انتھوفن، سوٹیلو کے مسلمانوں کے علاوہ برطانیہ، بلجیم، ناروے، بھارت، پاکستان، مصر، ترکی، مراکش، الجزائر، امریکا اور ٹرینی ڈاڈ کے علماء اور مندوبین نے بھی شرکت کی۔ کانفرنس کی کاروائی مختلف زبانوں میں کی گئی۔ مولانا محمد بشیر، مولانا منیر الزماں، مولانا شاہد رضا نعیمی، ڈاکٹر ذکی بداوی (عربی)، ڈاکٹر رحمت کرامت نے (ڈچ) مولانا جیلانی صدیقی (مولانا نورانی کے بڑے بھائی نے) انگریزی میں اور مولانا عبدالوہاب صدیقی نے بھی خطاب کیا۔ اپنے صدارتی خطاب میں مولانا نورانی نے کہا کہ ورلڈ اسلامک مشن پوری دنیا میں اسلام کا پیغام پھیلانے اور مسلمانوں کے درمیان باہمی رشتہ اخوت استوار کرنے کیلئے وجود میں آیا ہے۔

۱۹۸۱ء میں جنوری میں کینیا کے مسلمانوں کی دعوت پر روانہ ہوئے پہلے مکہ مکرمہ (سعودی عرب) میں عمرہ ادا کیا پھر مدینہ منورہ میں دربار رسالت ﷺ میں حاضری دی پھر کینیا، ماریشس، جنوبی افریقہ، زمبابوے ملاوی، جزائر فجی، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، ہانگ کانگ اور سنگاپور کا 6 ماہ کا دورہ کیا۔

۱۸ دسمبر ۱۹۸۲ء کو مولانا شاہ احمد نورانی ماریشس کے تبلیغی دورہ پر گئے اس دورہ میں بہت سے قادیانی (مرزائی) ان کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے یہاں انہوں نے (45) پینتالیس اجتماعات سے خطاب کیا تمام خطابات ریڈیو ماریشس نے نشر کئے۔ مولانا نورانی نے آخر میں علیمیہ مشنری کالج ماریشس کا معائنہ کیا۔ ۱۹۸۳ء ۱۰ جنوری کو ڈربن (جنوبی افریقہ) گئے جہاں انہوں نے میلاد مصطفی ﷺ کانفرنس سے خطاب کیا جبکہ پروفیسر شاہ فرید الحق اور مولانا شاہ تراب الحق قادری نے بھی خطاب کیا۔ ۳۰ جنوری کو دارالعلوم علیمیہ رضویہ ڈربن کی نئی عمارت کا افتتاح کیا۔ اس موقع پر مولانا شیخ فضل الرحمن مدنی سعودی عرب سے شریک ہوئے۔

Marfat.com

کیپ ٹاؤن کے اجتماعات میں ۴۰۰ مرزائیوں نے قادیانیت سے تائب ہو کر مولانا نورانی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اسلام قبول کرنے والے تمام خواتین و حضرات کو قرآن حکیم اور ترجمہ کنزالایمان پیش کیا گیا۔ ہالینڈ کے مشہور شہر ہیگ میں جہاں انٹرنیشنل کورٹس آف جسٹس کا ہیڈ آفس ہے اس کے قریب ''کالج فار مسلم اسکالرز'' کا افتتاح کیا۔ ہالینڈ کے ایک ماہ کے تفصیلی دورہ کے دوران ہزاروں لوگوں کے سینکڑوں اجتماعات سے خطاب کیا۔ یہاں بھی متعدد عیسائی اور قادیانی مولانا کے ہاتھ پر مشرف با اسلام ہوئے اس دورے میں مولانا عبدالستار نیازی اور پروفیسر شاہ فرید الحق ہمراہ تھے وہاں سے مولانا لندن پہنچے اور برلن ہال میں ایک اجتماع سے خطاب کیا۔ وکٹوریہ پارک مانچسٹر، اسلامک لرننگ سینٹر ایڈی لیڈ، اسلامک کونسل آف برطانیہ اور آکسفورڈ میں مختلف پرگراموں میں خطاب کیا۔ اسی طرح مولانا شب و روز بڑے بڑے اجتماعات، محافل اور مساجد کا افتتاح کرتے چلے جاتے ہیں۔ مولانا کے لیکچرز اور اعلیٰ پائے کے علمی خطابات سن کر مسلمان ہونے والے خواتین و حضرات کی تعداد دن بدن بڑھتی چلی جاتی ہے وہ ایک ہی نشست میں سینکڑوں لوگوں کے اسلامی نام رکھتے ہیں۔

۱۹۸۴ء جنوری میں ماریشس کے لیے روانہ ہوئے جہاں کئی غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ بمبئی (بھارت) کے راستے آتے ہوئے اجمیر شریف حاضری کی خواہش کی۔ پانچ روز بمبئی ائیر پورٹ پر انتظار کیا مگر ہندستانی حکومت نے اجازت نہ دی۔ اسی سال مولانا نے برطانیہ میں چھ مساجد کا سنگ بنیاد رکھا۔

۱۹۸۵ء ۴ اور ۵ مئی کو ورلڈ اسلامک مشن برطانیہ کے تحت ویمبلے ہال لندن میں حجاز مقدس کانفرنس ہوئی۔ جس میں دنیا بھر سے چار ہزار علماء و اکابرین اسلام نے شرکت کی جن میں نبیرہ اعلیٰ حضرت مفتی اختر رضا خان ازہری، سید آل مجتبیٰ اجمیری، علامہ سید ارشد القادری، علامہ ابو طاہر علاؤ الدین گیلانی، مولانا عبدالستار خان نیازی، پیر سید برکات احمد سجادہ نشین جلال پور (پنجاب)، ڈاکٹر محمد طاہر القادری، صاحبزادہ سید فیاض الحسن سجادہ نشین آستانہ سلطان باہو، پیر معروف حسین نوشاہی (لندن)، علامہ عبدالوہاب صدیقی اچھروی (لندن)، پروفیسر سید غلام سیدین (یو، کے)، ڈاکٹر محمد احمد بداوی (مصر)، صاحبزادہ عتیق الرحمان فیض پوری (آزاد کشمیر)، علامہ سید ہاشم الرفاعی (کویت) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس کانفرنس کی

Marfat.com

صدارت قائد اہلسنت مبلغ اسلام علامہ الشاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمہ نے کی اور تمام نے متفقہ طور حکومت سعودیہ سے یہ مطالبات کئے کہ حکومت نجدیہ درھم و دینار کے بل بوتے پر لوگوں کو زبر دستی اپنے عقیدے پر لانے کی کوشش کر رہی ہے لہٰذا وہ ایسا کرنے سے باز رہے اور تمام مسلمانوں کو اپنے عقیدے اور مسلک کے مطابق حجاز مقدس میں رہنے کی اجازت دے اور یہ کہ سعودی حکومت میلاد شریف ﷺ کرنے والوں ، دلائل الخیرات اور کنز الایمان پڑھنے والے سنی مسلمانوں کو حجاز مقدس سے نکالنے کی پالیسی ترک کرے اور دارالافتاء ریاض سے جو فتویٰ کنز الایمان نہ پڑھنے کے متعلق جاری ہوا اس سے رجوع کیا جائے نیز سعودی نجدی حکومت توسیع و تعمیر کے نام پر صحابہ کرام اور ائمہ مسلمین کے مزارات کو ڈھانے سے باز رہے اور شہید کردہ مزارات کو دوبارہ تعمیر کرائے۔

حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ نے اس عظیم الشان کانفرنس سے ایک نہایت ہی جرأت مندانہ خطاب فرمایا جس میں آپ نے اتحاد امت کی ضرورت پر زور دیا اور حکومت نجدیہ کے غیر شرعی کاموں پر شدید تنقید کی۔ اسی سال ایمسٹرڈیم (ہالینڈ) کی پچیس ملین پاکستانی روپے کی لاگت سے جامع مسجد طیبہ کی تعمیر مکمل ہوئی۔ یورپ کی یہ پہلی مسجد تھی جس میں پانچوں وقت لاؤڈ اسپیکر پر اذان دی جاتی ہے۔ اسپیکر کی اجازت وہاں کے یہودی میئر سے حاصل کی گئی۔ اس مسجد میں ایک بہترین لائبریری قائم کی گئی ہے جس میں ہالینڈ کے پوپ کی جانب سے دیا گیا سو سال قبل ایک ڈچ کے ہاتھ کا عربی میں لکھا ہوا قرآن بھی موجود ہے اسی سال مولانا نے حکومت سری لنکا کی دعوت پر دو ہفتے کا تبلیغی دورہ کیا۔

۱۹۸۶ء میں مولانا نے حکومت برطانیہ، ہالینڈ، ماریشس کا تبلیغی دورہ کیا۔

۲۴ مارچ ۱۹۸۶ء کو ایران عراق جنگ ختم کرانے کے لیے ورلڈ علماء کانفرنس کی قائم کردہ کمیٹی کے اجلاس میں شرکت کے لئے عراق گئے۔ نومبر میں برطانیہ، جنوبی افریقہ، فرانس اور کینیا کا تفصیلی دورہ کیا۔

۱۹۸۷ء میں ہالینڈ میں ایک مسجد کا افتتاح کیا اور بہت سے مذہبی اجتماعات سے خطاب کیا۔ نیز وزارت اوقاف عراق کی دعوت پر عراق کا دورہ کیا۔ بین الاقوامی اسلامی کانفرنس منعقدہ لیبیا میں شرکت کی اور ایران عراق جنگ بندی کے لیے کرنل قذافی سے ملاقات کی۔ نیز

Marfat.com

برطانیہ اور یورپ کے دیگر ممالک کا دورہ کیا۔

دسمبر ۱۹۸۷ء میں تھائی لینڈ، جرمنی، سوئٹزرلینڈ اور افریقی ممالک کا دورہ کیا۔ ہالینڈ اور برطانیہ میں مساجد کا افتتاح کیا۔ عراق اور ہالینڈ گئے۔

اگست ۱۹۸۸ء میں جامع مسجد لسٹر (برطانیہ) کا سنگ بنیاد رکھا جس پر بیس لاکھ پونڈ اسٹرلنگ خرچ کیئے گئے اور یہ برطانیہ کی انتہائی عظیم الشان مسجد ہے جو پانچ سال میں مکمل ہوئی۔

۱۹۸۹ء میں بھارت کا تبلیغی دورہ کیا۔ دارالعلوم علیمیہ احمد آباد میں جلسے کی صدارت کی۔ مختلف اجتماعات میں اسلام کی جامعیت، عالمی اصلاحی معاشی اور سماجی نظام پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ ہندومت اور اسلام کے تقابل پر لیکچر دیئے پھر سوئٹزرلینڈ اور لیبیا کا دورہ کیا اور جامعۃ الازہر اور مساوات یونیورسٹی کے سینٹ کے اجلاسوں میں بطور رکن شرکت کی۔

۱۹۹۰ء کو آپ نے عراق کے صدر صدام حسین کی دعوت پر انکے خصوصی مہمان کی حیثیت سے بین الاقوامی مسلم کانفرنس بغداد میں شرکت کی اور اپنے بھرپور خطاب میں امت مسلمہ کو درپیش مسائل سے شرکاء کو آگاہ کیا اور اسکے سد باب کیلئے ٹھوس اقدامات اٹھانے کی ضرورت پر زور دیا۔

۱۹۹۳ء میں جب بابری مسجد کو شہید کیا گیا تو سب سے پہلے آپ نے صدائے احتجاج بلند کی اور ورلڈ اسلامک مشن کے چیئر مین کی حیثیت سے بھارتی حکومت کو یہ پیشکش کی کہ ورلڈ اسلامک مشن کو اپنے خرچے پر اس جگہ مسجد بنانے کی اجازت دیجائے ہم ایسی ہی مسجد بنائیں گے جیسی پہلے تھی اتنی بڑی پیشکش کوئی نہ کر سکا تھا۔

۱۹۹۶ء میں آپ نے ناروے کی پہلی مسجد کا افتتاح کیا، یوں دنیا کے آخری کونے میں بھی اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ اسی دوران (مذہب عیسائیت کے سب سے بڑے مذہبی راہنما) پوپ جان پال نے افریقہ کا دورہ کیا اور یہ کہا کہ اگلی صدی میں افریقہ کا مکمل مذہب عیسائیت ہوگا تو اسکے جواب میں پوری دنیا سے واحد آواز صرف اور صرف عالمی مبلغ اسلام مولانا شاہ احمد نورانی کی بلند ہوئی اور آپ نے اسکو چیلنج کیا کہ اگلی صدی میں افریقہ میں عیسائیت نہیں بلکہ اسلام ہی بڑا مذہب ہوگا۔ آپ ہر سال ربیع الاول شریف میں عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس کی

Marfat.com

قیادت کیلئے ماریشس تشریف لے جاتے تھے آپ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ماریشس کے وزیر اعظم نے کہا کہ ربیع الاول میں مولانا شاہ احمد نورانی ماریشس تشریف لاتے ہیں تو آپ کا استقبال سربراہ مملکت کی طرح ہوتا ہے اور ماریشس میں امن وسکون کا سہرا مولانا نورانی کے سر پر ہے۔ ایک ملک کے وزیر اعظم کے یہ جملے آپ کے عالمی مبلغ ہونے کے اعتراف میں کافی ہیں۔ گیارہ ستمبر کے واقعے کے بعد آپ کو مختلف ممالک کا ویزا حاصل کرنے میں بڑی دشواری کا سامنا کرنا پڑا اور کئی ممالک نے مسلم دشمنی میں آپ کو ویزا دینے سے ہی انکار کر دیا تھا آپ نے اپنا آخری تبلیغی دورہ اگست ۲۰۰۳ء آئیر لینڈ کا کیا جسمیں آپ نے متعدد کانفرنسز کی صدارت کی اور یوم آزادی پاکستان کی مناسبت سے پروگراموں میں شرکت کی آپ کا یہ آخری دورہ تقریباً ڈیڑھ ہفتے پر مشتمل تھا۔

مولانا نے چیئر مین ورلڈ اسلامک مشن کی حیثیت سے تمام براعظموں کے جس قدر دورے کیے جتنی اسلامی خدمات انجام دیں اس کے لیے ایک الگ کتاب کی ضرورت ہے۔

ادارہ جات:

مولانا نورانی کی سرپرستی میں کئی ادارے بھی دنیا کے مختلف ممالک میں کام کر رہے ہیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱) حلقہ قادریہ علیمیہ اشاعت اسلام	(ماریشس)
(۲) علیمیہ اسلامک مشن کالج	(ماریشس)
(۳) علیمیہ دارالعلوم	(ماریشس)
(۴) ورلڈ اسلامک مشن	(ماریشس)
(۵) حلقہ قادریہ علیمیہ اشاعت اسلام سیلون	(سری لنکا)
(۶) ینگ مین مسلم ایسوسی ایشن	(گیانا)
(۷) مسلم ایجوکیشن ٹرسٹ، جارج ٹاؤن	(امریکا)
(۸) اسلامک مشنریز گلڈ	(ساؤتھ امریکا)
(۹) آل ملایا مسلم مشنری سوسائٹی	(ملائشیا)

Marfat.com

(۱۰) حنفی مسلم سرکل۔ پریسٹن (برطانیہ)

(۱۱) دارالعلوم جامعہ مدینۃ الاسلام۔ڈین ہاگ (ہالینڈ)

(۱۲) دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، ضلع بستی، یوپی (انڈیا)

(۱۳) ورلڈ اسلامک مشن (پاکستان)

(۱۴) بابا فریدالدین گنج شکر ویلفیئر ایجوکیشن سوسائٹی (پاکستان)

(۱۵) الصفہ اسلامک یونیورسٹی لاہور (پاکستان)

(۱۶) ورلڈ تبلیغی کالج، گلشن اقبال، کراچی (پاکستان)

ورلڈ اسلامک مشن کی سرگرمیوں کا جائزہ مولانا کی عالمی مبلغانہ شخصیت کا نمایاں پہلو ہے۔گویا ورلڈ اسلامک مشن اور مولانا کی شخصیت اور انکا خاندان لازم وملزوم تھی اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس عالمی ادارے کی ضرورت واہمیت، کاموں کی نوعیت کا جائزہ لیا جائے کیونکہ اسکی کارکردگی کی تفصیل آج تک منظر عام پر نہیں آئی اسکی بنیادی وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ تشہیر کو پسند نہیں فرماتے تھے جبکہ ہمارے معاشرے میں کوئی چھوٹا سا کام کرکے اخبارات ورسائل میں بڑی بڑی تصاویر وخبریں چھپوانے میں خصوصی دلچسپی رکھتے ہیں آپ فرماتے تھے کہ خیرات اگر ایک ہاتھ سے دی جائے تو دوسرے ہاتھ کو خبر نہیں ہونا چاہئے اور میں جو کام کرتا ہوں وہ اللہ کی رضا اور اسکی خوشنودی کیلئے کرتا ہوں اور وہ میرے تمام کاموں سے واقف وآگاہ ہے مگر اب آپ کے وصال پرملال کے بعد اسکی ضرورت اس لئے بھی ہے کہ تاکہ آپ کی شخصیت اور آپکے کارہائے نمایاں سے قوم بخوبی آگاہ ہو۔کاش کہ کوئی اس عنوان پر تفصیلی کام کرے۔

جمعیت علماء پاکستان:۔

آپ نے ملکی سیاست کی ابتداء جمعیت علماء پاکستان کے پلیٹ فارم سے کی اور تادم واپسی اسی پلیٹ فارم سے سیاست کرتے رہے آپ نے دوسروں کی طرح جمعیت میں کوئی دھڑا نہ بنایا نہ ہی کبھی گروپ بندی کی حوصلہ افزائی کی، مخلص اور بےلوث کارکن ورہنما آپ کیلئے باعث فخر ہوتے تھے جبکہ خودغرض افراد سے آپ نالاں رہتے تھے۔آپ سب سے پہلے یعنی

Marfat.com

1953ء میں جمعیت کراچی شاخ کے عہدیدار رہے پھر ترقی کرتے ہوئے سندھ کے نائب صدر بنے۔1958ء کے ون یونٹ کے قیام کے بعد آپ کو مغربی پاکستان کا سینئر نائب صدر بنایا گیا۔

اور پھر 1970ء میں مرکزی سینئر نائب صدر بنائے گئے انتخابات کے بعد آپ کو پارلیمانی پارٹی کا سربراہ مقرر کیا گیا اور پھر جب 1973ء میں صدر جمعیت خواجہ قمرالدین سیالوی علیہ الرحمہ نے علالت کی وجہ سے جمعیت کی صدارت سے استعفیٰ دیا تو آپ کو خانیوال کنونشن میں جمعیت کا صدر منتخب کیا گیا اس اجلاس میں پیر سیال، خواجہ قمرالدین سیالوی علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا کہ مولانا نورانی ایک عاشق رسول ہیں اور قیادت وسیادت کا عمامہ انہی کے سر پر سجتا ہے یہ وہ وقت تھا جب جمعیت علماء پاکستان اور قائد اہلسنت کے خلاف بھٹو نے استعماری حربے شروع کردیئے تھے اور ایک متوازی جمعیت بنانے کیلئے چند طالع آزما اور حکومت پرست سجادہ نشینوں کو جمع کر کے پروپیگنڈا شروع کردیا تھا کہ ''نورانی کو جمعیت سے خارج کردیا جائے گا وغیرہ وغیرہ۔

اس وقت تمام علماء اہلسنت نے آپ پر اپنے بھرپور اعتماد کا اظہار کیا اور آپ کو جمعیت علماء پاکستان کا صدر منتخب کردیا گیا جس کی وجہ سے وہ تمام استعماری حربے جو بھٹو نے آزمانے چاہے تھے وہ اپنے انجام کو پہنچے، اہلسنت و جماعت کے حقوق اور اسلام اور ذات گرامی مصطفیٰ ﷺ کے دفاع میں آپ کے کارہائے نمایاں کو دیکھتے ہوئے اکابر علماء نے آپ کو متفقہ طور پر قائد اہلسنت کا لقب عطا کیا اور اہلسنت وجماعت کی قیادت وسیادت کا تاج آپ کے سر پر رکھا مگر آپ کیلئے یہ خوشی ومسرت کا مقام نہ تھا بلکہ آپ نے اس کو اپنے اوپر عائد کی جانے والی بہت بڑی ذمہ داری سمجھا اور حقوق اہلسنت اور نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ کیلئے اپنی کوششوں کو تیز تر کردیا اسی اثناء میں تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں آپ کے کردار سے جمعیت علماء پاکستان کو وہ پزیرائی ملی کہ جس کے بارے میں سوچا تک نہ جاسکتا تھا۔

آپ نے جمعیت علماء پاکستان کو حکمرانوں کے دربار سے نکال کر عوام تک پہنچادیا اور اہلسنت کے بارے میں لوگوں کی ذہنیت کو بدل ڈالا کہ یہ حکمراں پرستوں کی خوشامدی اور حلوہ خور ٹولا ہے جس کا کام حکمرانوں کا خوشامد کرنا اور پیسے بٹورنا ہے زیادہ سے زیادہ ان سے محفلیں کرالی جائیں اور جوش خطابت کے فن دیکھ لئے جائیں۔ آپ کے دور صدارت سے جمعیت کو اب مجاہدین کی جماعت، کردار وگفتار کے غازیوں کی تنظیم ملک وملت پر مرمٹنے والے افراد نظام مصطفیٰ

Marfat.com

ﷺ کے شیدائیوں کے نام سے یاد کیا جانے لگا'' آپ نے ''امام برحق'' کا کردار ادا کیا اور خادمین کو اپنے اقوال وافعال سے ہمیشہ متحرک رکھنے کی بھرپور کوشش کی کہ بقول اقبال:

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رخ دوست
زندگی تیرے لیے اور بھی دشوار کرے
دے کے احساس زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے
فتنہ ملت بیضاء ہے امامت اس کی
جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے

کئی اخبارات نے اس پر مضامین تحریر کیے، اداریے لکھے اور آپ کو اور جمعیت علماء پاکستان کو خراج تحسین پیش کیا۔ آپ نے جمعیت کو مفادات و وزارت سے بچا کر رکھنے کی بھرپور کوششیں کیں آپ نے یہ نعرہ مستانہ بلند کیا کہ ہماری منزل اقتدار اور وزارتیں نہیں بلکہ نظام مصطفیٰ ﷺ کا ملک میں عملی نفاذ ہے آپ نے اسی نظام مصطفیٰ ﷺ کیلئے دو صوبوں کی گورنری اور مرکز و صوبوں کی اہم وزارتوں کو مسترد کر دیا کہ آپ چور دروازے سے حکومت میں شامل ہو کے جمعیت کے دامن کو داغدار نہیں کرنا چاہتے تھے آپ کا مطمع نظر تو یہ تھا کہ جمعیت کا دامن صاف و شفاف اور سفید براق اجلی چادر کی طرح ہو، آپ نے جنرل ضیاء کو یہ جواب اسی لئے دیا کہ خلفاء راشدین جمہوریت کے ذریعے حاکم بنے جبکہ یزید چور دروازے سے حکومت میں آیا جس سے خانوادہ رسول ﷺ نے اختلاف کیا تو ہم تاریخ اسلام کے سب سے پہلے قائد حزب اختلاف حضرت امام حسین علیہ السلام کی پیروی کریں گے ہم یزید کی بیعت کر کے ابن زیاد نہیں بنیں گے مگر آپ کو مخلص ساتھی میسر نہ آئے آپ کو آپ کے مزاج وطبیعت کا کوئی آدمی نہ ملا۔

آپ کے ساتھی آپکو چھوڑ کر وقتاً فوقتاً حکومت کی دہلیز پر سجدہ ریز ہوتے رہے اور جمعیت کے نام پر بٹا لگانے کی کوششیں کرتے رہے مگر آپ نے اپنے معتمد ساتھیوں کی بھی پروانہ کی اور ہر اس کام سے کہ جس کے نام سے جمعیت کو کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا، عاملہ و شوریٰ کو

Marfat.com

اعتماد میں لیکر اس کو جمعیت سے خارج یا اس کی رکنیت کو معطل کر دیا تا کہ جمعیت دوبارہ سرکاری درباریوں کی جماعت نہ بن سکے اور الحمدُ للہ آپ اس میں کامیاب تر رہے کہ جو لوگ آپ سے بچھڑتے گئے انہوں نے اپنا گروپ بنایا اپنی جمعیت بنائی مگر جس جمعیت کی صدارت آپ نے سنبھالی تھی وہ ویسی کی ویسی ہی رہی اس کی پالیسیوں اور اصولوں میں کوئی فرق نہ آیا آپ کے ان فیصلوں سے وقتی طور پر جمعیت کو نقصان بھی پہنچا اور لوگ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے جمعیت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔

''مگر یہ تمام کام جمعیت کیلئے نقصان دہ نہیں بلکہ فائدہ مند ثابت ہوئے کہ آپ کو جس کسی نے خراج عقیدت پیش کیا ہے وہ درحقیقت آپ کی جمعیت کو خراج عقیدت ہے جس کی سربراہی آپ کیا کرتے تھے''۔ آپ نے تو ان مواقع پر جمعیت کی صدارت سے استعفیٰ بھی دیا کہ اگر میرے کسی عمل یا فیصلے سے جمعیت کو نقصان پہنچا ہے تو میں اس کی صدارت سے استعفیٰ دے دیتا ہوں اور ایک خادم کی حیثیت سے نظام مصطفیٰ ﷺ کی جدو جہد میں شریک ہوتا ہوں مگر علماء کرام اور اراکین عاملہ اور عوام نے ہمیشہ آپ کے استعفیٰ کو مسترد کیا اور بالآخر آپ کو صدارت سنبھال لینا پڑی۔

ان تمام اختلافات کے باوجود آپ ہمیشہ سے اتحاد اہلسنت کیلئے کوشاں رہے مولانا عبدالستار خان نیازی علیہ الرحمہ سے اختلافات کے بعد اور ان کی علیحدگی کے بعد ہی سے آپ نے ان سے اتحاد کی کوشش کی آپ نے ان کی باتوں اور ان کے الزامات کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ ذاتی احترام میں کبھی فرق نہ آنے دیا وہ جب علیل ہوئے تو آپ ان کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے آپ نے کبھی اختلافات کو ''انا'' کا مسئلہ نہ بنایا جن لوگوں نے سنگین تنظیمی غلطیاں کیں اور عاملہ وشوریٰ نے ان کی رکنیت معطل کی ان کیلئے آپ نے راستہ نکالا کہ جمعیت میں ٹوٹ پھوٹ نہ ہو کہ وہ اپنے گذشتہ طرز عمل پر معافی نامہ تحریر کر دیں اور آئندہ کیلئے دستور و منشور پر عمل کرنے کا پختہ عہد کریں مگر اتحاد اہلسنت وہ نہیں چاہتے تھے جو آپ کو چھوڑ کر گئے تھے جنہوں نے نظام مصطفیٰ ﷺ کے منشور سے بے وفائی کی تھی جو اسلام کی بجائے اسلام آباد کے شیدائی ہو گئے تھے لہٰذا انہوں نے معافی نامے لکھ کر نہ دیئے اور اتحاد اہلسنت کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔

آپ نے جمعیت علمائے پاکستان اور نظام مصطفیٰ ﷺ کی خاطر اپنے اوپر عائد کئے

Marfat.com

گئے جھوٹے الزامات کا کوئی جواب نہ دیا بہتان طرازی، بیہودہ گوئی، دشنام طرازی کے جواب میں آپ نے صرف اور صرف یہی فرمایا کہ میں نے فیصلہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں بھیج دیا ہے اور وہ اسکا صحیح فیصلہ فرمائیگا غرض کہ آپ نے کبھی اختلافات کو اخبارات ورسائل کے ذریعے عوام کو بدظن کرنے کی سازش نہ کی کہ اس طرز عمل سے ایک تو اپنی توانائی ضائع ہوگی اور پھر مخالفین جو بہرحال اہلسنت کے افراد ہیں انکی اندرونی کمزوریاں واضح ہو جائیں گی اور اس سے مسلک اہلسنت اور جمعیت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔

آپ نے ہر اس طرز عمل کو اختیار کیا جس میں مسلک اہلسنت پر سمجھوتہ کئے بغیر اسلام کی سربلندی اور پاکستان کا استحکام نظر آتا ہو اور اس سے جمعیت کی حیثیت اجاگر ہو۔ اسی وجہ سے آپ ملی یکجہتی کونسل میں شامل ہوئے اور اس وجہ سے آپ نے متحدہ مجلس عمل کی بنیاد ڈالی اب یہ آپ کی ذاتی صلاحیت وخصوصیات تھیں جن کی وجہ سے آپ کو اس کا صدر بنایا گیا اور اس سے جمعیت کی حیثیت بھی نمایاں ہوئی یہ تو آپ کی دنیا میں پزیرائی تھی جبکہ آخرت میں اس کا صلہ کیا ہوگا۔ بقول جوہر:

صدر نشینی ہو مبارک تجھے اے جوہر
لیکن صلۂ روز جزا اور بھی کچھ ہے

Marfat.com

سیاست :۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ کے دل میں ابتداء ہی سے اسلام اور مسلمانوں کی تڑپ تھی چنانچہ فراغت علم کے بعد آپ تحریک پاکستان میں شامل ہوئے اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے قیام پاکستان کیلئے جدوجہد کرتے رہے پھر جب آپ ۱۹۴۸ء میں ہجرت کر کے پاکستان آ گئے اور جمعیت علماء پاکستان کی تاسیس کے بعد سے ہی اس کے تحت کام کرنا شروع کر دیا۔ آپ نے جمعیت میں مختلف مراتب کے لحاظ سے کام شروع کیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ کا کردار نمایاں ترین تھا اور آپ مجلس عمل کے سر کردہ رہنما شمار کئے جاتے تھے آپ روزانہ گرفتاری دینے والوں کو تیار کرتے اور انہیں مخصوص مقامات پر لے جاتے جہاں وہ ختم نبوت کی حمایت اور حکومت کے خلاف مظاہرہ کرتے اور گرفتار ہو جاتے اس طرح کم از کم کراچی میں تحریک میں جان پڑ گئی۔

ایسے ہی 2 جون 1953ء کو کراچی میں آل پاکستان مسلم پارٹیز کا ایک اجلاس بلایا گیا جس میں ملک کی تمام مسلمان جماعتوں کو شرکت کی دعوت دی گئی اس کانفرنس میں جمعیت کی طرف سے اکابرین اہلسنت نے شرکت کی جن میں مجاہد ملت مولانا عبدالحامد بدایونی، مفتی اعظم مفتی صاحبداد خان اور حضرت قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ شریک کار تھے اور اسی کانفرنس میں تحریک ختم نبوت کے بارے میں اہم فیصلے کئے گئے اس کانفرنس کی اہمیت اس قدر زیادہ تھی کہ عدالتی تحقیقاتی کمیشن جو کہ جسٹس منیر انکوائری کے نام سے مشہور ہے اس میں اس کانفرنس کا تفصیلی ذکر کیا گیا اور شرکاء کے نام پیش کئے گئے۔

19 اکتوبر 1954ء کو جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے یوم حسین علیہ السلام اور جمعیت علماء پاکستان کی چھٹی سالانہ کانفرنس بلائی گئی اس وقت آپ جمعیت علمائے پاکستان کے آفس سیکریٹری کے فرائض سرانجام دیتے تھے اور آپ اس کانفرنس کی نشر و اشاعت کمیٹی کے کنوینز تھے اور آپ نے اس کی نشر و اشاعت اور پبلسٹی میں بھرپور کردار ادا کیا۔ اس کانفرنس میں اس وقت تقریباً 70 ہزار افراد نے شرکت کی اور اس کی پوری کاروائی ریڈیو پاکستان سے نشر ہوئی

Marfat.com

جو کہ آپ کی حسن کارکردگی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

1955ء میں جب ملک کو دو یونٹ میں تقسیم کیا گیا تو آپ کو مغربی پاکستان میں جمعیت علماء پاکستان کا سینئر نائب صدر منتخب کیا گیا ان ہی دنوں آپ کے والد ماجد حضرت مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ کا انتقال ہوگیا اور آپ اپنے والد ماجد کے دیئے گئے مشن خاص کر تبلیغ دین میں زیادہ مصروف ہوگئے اور آپ نے تبلیغ دین کو ہی اپنا مشن بنالیا لہٰذا آپ نے ملکی سیاست میں بھرپور اور فعال کردار ادا کرنے سے معذرت کا اظہار کیا اور آپ ہمہ تن جوش وخروش سے اشاعت اسلام کے سلسلے میں مختلف ممالک کے دورے کرنے لگے۔ ان دوروں سے آپ نے جہاں اشاعت اسلام کی کوشش کی وہیں آپ نے مختلف ممالک کے اندرونی اور بیرونی حالات، طرز حکومت، جغرافیہ وغیرہ پر بھی گہری نظر رکھی اور چونکہ آپ پر یہ ضروری تھا کہ اسلام کے خلاف جو سازشیں ہورہی تھیں، جو طاقتیں اسلام کو ختم کرنے میں مصروف عمل تھیں آپ ان کے بارے میں بھی معلومات حاصل کریں تاکہ آپ عالمی طور پر اس کا توڑ کرسکیں۔

ان ہی دوروں میں آپ نے حالات و واقعات کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد یہ تجزیہ کیا اور اس نقطہ نظر کو پہنچے کہ قادیانیت اسلام کے خلاف یہود و نصاریٰ کی ایک منظم ترین سازش ہے۔ اس غلیظ پودے کو انگریز نے برصغیر میں بونے کے بعد پوری دنیا میں پھیلانا شروع کردیا ہے اور اس کے خلاف بند باندھنے کی اشد ضرورت ہے چنانچہ آپ جب 1969ء میں ایک طویل دورے کے بعد پاکستان آئے تو آپ نے بیرونی دنیا بالخصوص عالم اسلام میں قادیانیوں کی مسلم دشمن سازشوں اسرائیل و قادیانیت گٹھ جوڑ کا بھی تفصیلی ذکر کیا اور قوم مسلم کو فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کیلئے لائحہ عمل مرتب کرنے کی راہ دکھائی۔ آپ کے اس بیان اور پھر ملاقاتوں میں فتنہ قادیانیت کی سازشوں کے تفصیلی حالات سن کر علماء اہلسنت انگشت بدنداں رہ گئے۔ آپ نے فتنہ قادیانیت کی سازشوں کے بارے میں علماء کرام کو یہ ہدایت کی کہ وہ اس فتنہ کے توڑ کیلئے ہر ممکن اسباب و وسائل پیدا کریں اور ان کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کا سدباب کریں کہ یہ ملک و قوم اور ملت اسلامیہ کیلئے انتہائی ضروری ہے۔

ان دنوں آپ کچھ عرصہ اپنے وطن پاکستان میں گزارتے تھے اور کچھ عرصہ بیرون ملک تبلیغ میں مصروف رہتے جب آپ وطن تشریف لاتے تو آپ خاموش تماشائی بن کر تو بیٹھ نہیں

Marfat.com

سکتے تھے کہ یہ آپ کی متحرک اور فعال زندگی اور مقصد دینی کے خلاف تھا۔ اسلئے یہاں رہ کر آپ مذہبی ونیم سیاسی طور پر کام کرتے رہتے چنانچہ آپ ابتداء ہی سے جمعیت علماء پاکستان سے وابستہ رہے لہٰذا اسی کے پلیٹ فارم سے کام کرتے رہے اسی دوران جب 1958ء میں مارشل لاء نافذ کیا گیا تو تمام سیاسی جماعتیں کالعدم قرار دے دی گئیں تو اس کی زد میں جمعیت علماء پاکستان بھی آگئی اس دوران مجاہد ملت حضرت علامہ عبد الحامد بدایونی، حضرت قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی، شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، خطیب پاکستان علامہ شفیع اوکاڑوی، مفتی شجاعت علی قادری، مولانا سعادت علی قادری، مولانا مفتی محمد حسن حقانی وغیرہ نے ملکر ایک تنظیم بنام انجمن تبلیغ اسلام کی بنیاد ڈالی۔

1964ء میں جب سیاسی جماعتیں بحال کر دی گئیں تو آپ دوبارہ جمعیت کے پلیٹ فارم پر آگئے اور مذہبی طور پر انجمن تبلیغ اسلام کے کام کرتے رہے۔ علماء اہلسنت اس سوچ میں تھے کہ کوئی مستقل تنظیم ہونا چاہئے جو جمعیت علماء پاکستان کے متبادل ہو کہ اگر کبھی بھی ملک میں سیاسی طور پر کوئی بحران ہو، سیاسی تنظیموں پر پابندی عائد کی جائے تو اس متبادل قوت کو استعمال کیا جا سکے۔

چنانچہ 1966ء میں آپ نے اور آپ کے دیگر رفقاء نے مل کر قصاباں مسجد صدر میں جماعت اہلسنت کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد ڈالی جس کا کام مذہبی طور پر عوام اہلسنت کو منظم کرنا اور دینی لٹریچر کی اشاعت وغیرہ تھا جبکہ سیاسی طور پر جمعیت علماء پاکستان موجود تھی نیز اس وقت جمعیت علماء پاکستان کئی دھڑوں میں بھی بٹ چکی تھی اور فعال سیاسی کردار ادا نہیں کر پا رہی تھی لہٰذا آپ اور آپ کے رفقاء نے اس اختلاف سے اپنے آپ کو دور رکھنے کیلئے بھی جماعت اہلسنت کے قیام کا فیصلہ کیا اس کے مؤسسین میں حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ، مولانا سعادت علی قادری، خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی، استاد العلماء علامہ محمد حسن حقانی، قاری نثار الحق، مولانا جمیل احمد نعیمی، شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی، قاری مصلح الدین صدیقی، مفتی سید شجاعت علی قادری، مفتی غلام قادر صابری کشمیری وغیرھم شامل تھے جماعت اہلسنت کے پہلے صدر خطیب پاکستان حضرت مولانا شفیع اوکاڑوی اور پہلے ناظم اعلیٰ مولانا سید سعادت علی قادری نامزد کیے گئے۔ جماعت اہلسنت کے پلیٹ فارم سے جب آپ

Marfat.com

کراچی میں ہوتے اپنے رفقاء کے ساتھ پروگراموں میں تقریریں کرنا، جلسے منعقد کرنا، مختلف جگہوں پر درس قرآن ودرس حدیث کا اہتمام کرنا نیز دینی ومذہبی لٹریچر شائع کرنا وغیرہ جیسے کاموں میں حصہ لیتے رہے۔

اسی دوران آپ کی مدینہ منورہ میں شادی ہوگئی تو آپ نے مدینہ منورہ ہی میں رہائش اختیار کرلی اور پاکستان آنا بہت ہی کم کردیا چونکہ آپ کی والدہ ماجدہ اور دیگر افراد کراچی ہی میں مقیم تھے اور پھر پاکستان سے علماء کرام جب زیارت مدینہ منورہ کیلئے حاضر ہوتے تو آپ سے اصرار کرتے کہ آپ کی پاکستان میں ضرورت ہے آپ وہاں چلے چلیں یہ اصرار بڑھتا ہی چلا گیا حتیٰ کہ شرقپور شریف کے سجادہ نشین میاں جمیل احمد شرقپوری دامت برکاتہم العالیہ جو کہ آپ کے قریبی دوستوں میں سے تھے اور پیر سید حامد حسین شاہ اور دیگر علماء اہلسنت نے بہت اصرار کیا تو آپ نے قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوکر ان کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا تو پھر انہوں نے بھی حکم دیا کہ آپ بالکل پاکستان تشریف لے جائیں اور وہاں آپ کی اشد ضرورت ہے آپ وہاں جاکر دین ومذہب کیلئے کام کریں۔

چنانچہ پھر آپ 1968ء میں مستقل طور پر پاکستان تشریف لے آئے اور واپس آکر جماعت اہلسنت کے تحت کام کرنا شروع کردیا اس وقت جمعیت علماء پاکستان اپنی تاریخ کے انتہائی نازک دور سے گزر رہی تھی اور اس وقت اس کے درج ذیل گروپ کام کررہے تھے ان میں بھی کام کم ہوتا اور محفلیں اور پروگراموں میں جوش وخطاب زیادہ دکھایا جاتا۔

(1) صاحبزادہ فیض الحسن گروپ (2) علامہ عبد الحامد بدایونی گروپ (3) علامہ عبدالغفور ہزاروی گروپ (4) علامہ محمود رضوی گروپ (5) مولانا خلیل احمد قادری گروپ اور (6) مولانا سید محمود احمد شاہ گجراتی گروپ یہ چھ گروپ تھے ہر گروپ کے سربراہ ایک نامور عالم دین پرجوش خطیب اور بلند پایہ شخصیت تھے ہر گروپ اپنی نہج پر کام کررہا تھا، انتشار واختلاف کی فضا قائم تھی ان کے درمیان نفرت کی ایک وسیع خلیج موجود تھی مگر اس دوران ایسی شخصیات بھی تھیں جن کے دل میں اہلسنت کا درد بھی تھا اور یہ لگن بھی تھی کہ وہ اہلسنت کو کسی طرح متحد کرسکیں یہ شخصیات ایسی تھیں کہ جن کو ہر گروپ کے افراد قابل احترام مانتے تھے اور ان کا حکم واجب التعمیل گردانا جاتا تھا وہ شخصیات مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات محمد احمد قادری اور شیخ

Marfat.com

الاسلام علامہ خواجہ قمرالدین سیالوی کی ذات مقدسہ تھی۔

چنانچہ مفتی اعظم پاکستان علامہ سید ابوالبرکات نے حزب الاحناف لاہور میں 4 اپریل 1970ء کو تمام گروپوں کے رہنماؤں کا ایک تاریخی اور یادگار اجلاس طلب فرمایا اور بذات خود تمام صدور سے رابطہ کر کے ان کو اس اجلاس میں شرکت کی دعوت دی آپ کی بزرگی اور علمی وقار کی تعظیم کرتے ہوئے تمام قائدین اجلاس میں شریک ہوئے سوائے مجاہد ملت مولانا عبدالحامد بدایونی کے کہ انہوں نے نجی مصروفیات کی بناء پر اجلاس میں شرکت سے معذوری کا اظہار کیا اور حضرت مفتی اعظم کو مکمل تعاون کا یقین دلایا۔ قبلہ مفتی صاحب نے اجلاس کا انتہائی منظم اور خوبصورت انتظام کیا۔ اس تاریخی اور یادگار اجلاس میں کہ جہاں ملک کے جید علماء آمنے سامنے بیٹھے ہوں، جہاں اپنے دور کے شعلہ بیان خطیب اپنے تمام ہتھیاروں سے لیس ایک دوسرے کی طرف جلال بھری نگاہوں سے دیکھ رہے ہوں جہاں نفرت کی چنگاریاں بھڑک رہی ہوں اب مسئلہ یہ پیدا ہوا کہ ان اکابرین کو سنبھالے گا کون، کون سی ایسی شخصیت ہو جس کی غیر جانب داری بھی مسلمہ ہو جو تمام فریقین کیلئے قابل قبول بھی ہو اور جوان تمام شیروں کو آپس میں دست و گریبان ہونے سے بچائے اور انہیں قابو میں رکھے تو ایسے موقع پر جب کہ افق اہلسنت و جمعیت پر اختلاف وانتشار کی کالی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ ایک روشن اور نورانی آفتاب بن کر ابھرے آپ جب تشریف لائے تو حضرت مفتی اعظم نے اس یادگار اجلاس کی صدارت کیلئے آپ کا نام نامی اسم گرامی پیش کر دیا جس کی تمام افراد و قائدین نے تائید کی اور آپ پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا۔

حضرت قائد اہلسنت نے اتنے اکابرین کی موجودگی میں ان ہی بزرگوں کے ارشاد پر اجلاس کی صدارت سنبھالی۔ اجلاس کی کاروائی آپ نے اس طرح چلائی کہ کسی کی حق تلفی نہ ہوئی، کوئی یہ اعتراض نہ کر سکا کہ ہمارے ساتھ زیادتی ہوئی۔ اختلافات و نفرت کو قائد اہلسنت نے اپنے سحر انگیز خطاب اور اپنے بھرپور تجزیوں اور تبصروں سے ختم کر دیا اور یوں چشم فلک نے ایک منظر دیکھا کہ آگ اور پانی اکٹھے ہو گئے۔ تمام گروپوں کے رہنماؤں نے وہیں استعفیٰ دیا اور مسلک وملت کے وسیع تر مفاد میں اپنے اپنے گروپوں کو ختم کرنے کا اعلان کر دیا یوں چھ کے چھ گروپ ٹوٹ پھوٹ کر یکجا ہو گئے اور ایک منظم قوت بن گئے اسی اجلاس میں علامہ محمود احمد رضوی

Marfat.com

کو کنو ینر نامزد کر دیا گیا اور ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جو جمعیت علماء پاکستان کے دستور و منشور کو مرتب کرے گی۔ جس کا چیئر مین حضرت قائد اہلسنت کو بنایا گیا جب کہ دیگر ارکان مولانا سید محمود احمد رضوی شیخ القرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی، علامہ محمد حسن حقانی، علامہ غلام مہر علی اور مولانا سید شجاعت علی قادری صاحب تھے اس اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ جمعیت علماء پاکستان کو سیاسی سطح پر مضبوط ترین کرنا چاہیئے اور غیر اسلامی نظریات کا بھرپور توڑ کیا جائے اس وقت ملک کمیونزم اور سوشلزم کے نعروں سے گونج رہا تھا۔ کمیونسٹ اور سوشلسٹ نظریات کے حامل ملک میں اپنا اپنا نظام لانے کیلئے سرگرداں تھے چنانچہ ان دونوں باطل نظریات کے توڑ کیلئے ٹوبہ ٹیک سنگھ میں سنی کانفرنس کرنے کا اعلان کیا جہاں کچھ عرصہ قبل عبدالحمید بھاشانی نے کمیونسٹ نظام کو ملک میں نافذ کرنے کا عہد کر لیا تھا اور ملک میں سرخ انقلاب لانے کا اعلان کیا تھا اور ٹوبہ ٹیک سنگھ کا نام لینن گراڈ رکھنے کا مطالبہ کیا تھا۔

4 اپریل 1970ء کو اعلان ہوا کہ دو ماہ بعد 13, 14 جون کو ٹوبہ ٹیک سنگھ میں سنی کانفرنس کا انعقاد کیا جائیگا۔ تمام علماء اہلسنت نے ایک مربوط و منظم شکل میں اس کانفرنس کی کامیابی کیلئے سرتوڑ کوششیں شروع کر دیں، حضرت قائد اہلسنت نے بھی اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کی بھرپور کوششیں کیں۔ چنانچہ کانفرنس منعقد ہوئی اور ایسی منعقد ہوئی۔ اہلسنت کے وہ نظریات پیش کئے گئے جو انقلابی نوعیت کے تھے۔ پہلے لوگ اہلسنت کو صرف حلوہ کھانے والے، نعتیں پڑھنے والے اور میلاد کی محفلیں کرنے والے کہتے تھے مگر اس کانفرنس کے بعد اہلسنت ایک نئے انداز ایک نئے روپ میں سامنے آئے۔

اسی موقعہ پر جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی انتخابات کرائے گئے جس کی رو سے شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی صدر، حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ سینیئر نائب صدر اور پیر کرم شاہ الازہری نائب صدر جبکہ مولانا سید محمود احمد رضوی ناظم اعلیٰ قرار پائے گئے اسی کانفرنس میں یہ بھی فیصلہ ہوا کہ اب جمعیت علماء پاکستان مکمل طور پر ایک سیاسی جماعت ہوگی اور چھ ماہ بعد ملک میں ہونے والے عام انتخابات میں بھرپور حصہ لے گی۔ حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ اس کانفرنس میں اپنی حقیقی شکل میں نمودار ہو کر عوام اہلسنت کے سامنے آئے یہ پہلا موقعہ تھا کہ جب لوگوں نے قائد اہلسنت علیہ الرحمہ کو کسی جلسہ عام میں تقریر کرتے ہوئے دیکھا آپ کی تقریر دیگر

Marfat.com

تمام تقریروں پر بھاری تھی آپ نے پر جوش انداز میں فرمایا کہ اے لوگو! یہ اصطلاح بدل دو کہ کمیونزم اور سوشلزم ہماری لاشوں پر آئے گا بلکہ یوں کہو کہ ہم نظام مصطفیٰ علیہ کو کمیونسٹوں کی لاشوں پر تعمیر کریں گے اور سوشلزم کے نام پر جو فتنہ بھٹو کی شکل میں نمودار ہوا ہے وہ اپنے عبرتناک انجام سے دوچار ہوگا اور ہم انشاء اللہ نظام مصطفیٰ علیہ کا آفتاب اپنی آنکھوں سے طلوع ہوتے ہوئے دیکھیں گے۔

چنانچہ عوام اہلسنت نے کام شروع کر دیا اور دسمبر 1970ء کے عام انتخابات میں ملک میں ایک حیرت انگیز تبدیلی رونما ہوئی کہ صرف چھ ماہ قبل نمودار ہونے والی جماعت ایک بڑی سیاسی پارٹی بن کر منصۂ شہود پر نمودار ہوئی جس نے قومی اسمبلی کی سات نشستیں پنجاب اسمبلی کی چار نشستیں اور سندھ اسمبلی کی چھ نشستیں حاصل کیں۔ حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ کو قومی اسمبلی میں جمعیت علماء پاکستان کی سات رکنی پارلیمانی پارٹی کا سربراہ بنایا گیا اور اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ جمعیت علماء پاکستان حزب اختلاف کا کردار ادا کرے گی اور بھٹو کے استعماری نظریات و کردار کی بھرپور اور مؤثر مخالفت کرے گی۔

اسی دوران جمعیت کے ارکان اسمبلی کا تعارف کرانے کیلئے مقامی ہوٹل میں ایک تقریب منعقد ہوئی جس میں ملکی اور غیر ملکی ذرائع ابلاغ کے نمائندوں کو دعوت دی گئی اس تعارفی اجلاس میں قائد اہلسنت کا جس بھرپور انداز سے تعارف ہوا اور جس طرح پزیرائی ملی اس کو ہفت روزہ زندگی نے اپنی 24 تا 30 ستمبر 1973ء کی اشاعت میں تحریر کیا کہ: لاہور کی ایک سرد شام ایک مقامی ہوٹل کے گرم ہال میں جمعیت علماء پاکستان نے تقریب منعقد کی اور اسے اپنے نومنتخب ارکان اسمبلی کی پریس سے ملاقات کا ذریعہ بنایا۔

پریس ٹرسٹ کے ایک سرخ چیف رپورٹر جو امریکی خرچے پر امریکی دوروں کے باوجود سوشلسٹ رہتے ہیں آغاز تقریب سے پیشتر بڑے لال پیلے ہو رہے تھے وہ قومی اسمبلی میں منتخب ہونے والے باریش ارکان کی گنتی کر رہے تھے بالخصوص اس پر تاسف کا اظہار کر رہے تھے کہ یہ داڑھیوں والے انگریزی نہیں جانتے اس لئے کاروائی کے دوران خاموش رہ کر یا الل ٹپ بول کر نہ صرف اسمبلی کی سطح پست رکھیں گے بلکہ اپنے حلقوں کے بدقسمت عوام کی ترجمانی بھی نہیں کر سکیں گے۔ تقریب کے آغاز کا اعلان ہوا۔ مولانا شاہ احمد نورانی پہلے مقرر تھے انہوں نے آتے

Marfat.com

ہی امریکی لہجے میں شستہ انگریزی کو ذریعہ کلام بنایا تو وہ سرخ رپورٹر چند لمحوں تک منہ کھولے آنکھیں پھاڑے اپنی سماعت پر زور دیتا رہا لیکن جلد ہی دوسرے رپورٹروں کے ہلکے ہلکے قہقہوں نے اسے حالات کی سنگینی کا احساس دلایا اور پھر اس نے اپنی گردن نیچی کر کے یوں لکھنا شروع کیا جیسے وہ ان دنوں اپنے محبوب صدر یحییٰ خان کی تقریر نوٹ کر رہا ہو۔

قومی پریس سے مولانا نورانی کا یہ پہلا زوردار تعارف تھا۔ مولانا نورانی نے اسمبلی کے اجلاس سے قبل ہی اپنی قابلیت اور خداداد صلاحیت کا لوہا منوا لیا ادھر دوسری جانب ملک کی یکجہتی اور وحدت سخت خطرے میں پڑ گئی تھی۔ مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان سیاسی سطح پر خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی گئی۔ اقتدار پرست افراد اپنے غیر ملکی آقاؤں کے اشارے پر اس ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی پلاننگ کرنے لگے اور نظریہ پاکستان کو ختم کرنے کے درپے ہونے لگے تو آپ نے اس مشکل صورت حال میں ملک کے تمام سیاستدانوں سے گفت وشنید اور تبادلہ خیال کا سلسلہ شروع کر دیا تا کہ ملک دشمن عناصر کی سازشوں کو ناکام بنایا جا سکے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت قائد اہلسنت کو دیگر خصوصیات کے علاوہ دوسروں کو قائل کرنے کی بھی بے پناہ صلاحیت بخشی تھی آپ سلجھے ہوئے سیاستدان تھے بلا وجہ ضد اور ہٹ دھرمی آپ میں نہیں تھی لیکن اپنے ٹھوس موقف اور اپنے واضح اصولوں پر مضبوطی سے قائم رہتے تھے اور مذاکرات چونکہ سیاست کا اہم حصہ ہے اسی لئے آپ 28 جنوری 1971ء کو مجیب الرحمان سے تبادلہ خیال کیلئے ڈھاکہ تشریف لے گئے آپ نے مجیب الرحمان سے مذاکرات کئے اور ان کے خیالات کے بارے میں ذہنی خاکہ بنایا کہ وہ اس وقت تک ملک توڑنا نہیں ملک بچانا چاہتے ہیں اور صدر یحییٰ خان جان بوجھ کر اسمبلی کے اجلاس کو بلانے میں تاخیر کر کے ملک کو خانہ جنگی میں جھونکنا چاہتے ہیں۔

چنانچہ آپ نے تمام سیاستدانوں سے تبادلہ خیال کے بعد یحییٰ خان سے فروری 1971ء میں ملاقات کی اور انہیں حالات کی سنگینی کا احساس دلایا اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ فی الفور اسمبلی کا اجلاس طلب کریں اور اقتدار کو عوام کے نمائندوں کے حوالے کریں تا کہ ملک میں سیاسی استحکام پیدا ہو اور ملک خانہ جنگی سے محفوظ رہ سکے۔ اس ملاقات کے بعد آپ نے محسوس کر لیا تھا کہ جنرل یحییٰ خان اسمبلی کے اجلاس کو جو بلا لیا گیا اس کو ملتوی کرنا چاہتا ہے مگر آپ نے اس

Marfat.com

پر بھرپور طریقے سے دباؤ ڈالا اور اسے حالات کی سنگینی کا احساس دلایا کہ یہ عمل ملک پاکستان کیلئے انتہائی خطرناک ثابت ہوگا۔

جنرل یحییٰ خان سے آپ کی ملاقات آپ کی سیاسی بصیرت، جرأت و بہادری، بیخوفی اور مذہبی حمیت کی ایک لازوال داستان ہے۔ آپ نے جس طرز سے اس سے گفتگو کی تھی اس طرح گفتگو کرنے کا کوئی سیاستدان سوچ بھی نہیں سکتا تھا اور اس کو یحییٰ خان نے بھی چوہدری ظہور الٰہی سے کہا کہ جب مشرقی پاکستان کے لیڈروں سے مذاکرات کے دوران مغربی پاکستان کے تمام لیڈر خاموش رہتے تھے تو شاہ احمد نورانی وہ واحد شخص تھا جو میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتا تھا اور حالات کا صحیح تجزیہ اس نے پیش کیا تھا۔ ان تمام حالات کے بعد جنرل یحییٰ خان اور بھٹو کے گٹھ جوڑ نے اس مملکت خداداد کو تقسیم کر دیا۔ پاکستان کی تقسیم کے بعد اسمبلی کا اجلاس بلایا گیا تو آپ کا ایک نیا دور شروع ہوا وہ دور پارلیمانی دور تھا جب آپ نے اسمبلی میں اپنے منشور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ پر بھرپور جدوجہد کی اور کسی بھی ایسے قانون کی جو آپ کے منشور کے خلاف ہوتا اس کی مخالفت کی۔

چنانچہ اسمبلی کے پہلے ہی اجلاس میں آپ نے اسمبلی میں پیش کردہ عبوری آئین پر بھرپور اور مہذب الفاظ میں تنقید کی آپ نے فرمایا کہ جو آئین ہمارے سامنے عمدہ فریم میں سجا کر پیش کر دیا گیا ہے اس میں اسلام کو قطعاً کوئی تحفظ فراہم نہیں کیا گیا اس میں کوئی اسلامی روح کارفرما نہیں ہے حکومت کی تمام نیک نیتی کے باوجود اس عبوری آئین سے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا چونکہ اس میں وہ تاریخیں متعین نہیں کی گئیں جس تاریخ کو بینکوں کے سود، شراب، نائٹ کلب اس قسم کی دوسری چیزوں سے قوم کو نجات ملے گی۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ دوسری اصلاحات تو حکومت نہایت ہی عجلت میں نافذ کرتی جا رہی ہے لیکن جو برائیاں معاشرے کو گھن کی طرح چاٹ رہی ہیں ان کو دور کرنے کا کوئی وقت متعین نہیں کیا گیا۔

آپ نے دستور کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اس میں لکھا ہے کہ پاکستان کا صدر مسلمان ہوگا مگر مسلمان کی تعریف کوئی نہیں جانتا کہ کیا ہے؟ یہاں ہر شخص مسلمان بننے کی کوشش کرتا ہے اس ملک میں اسلام کے بدترین دشمن موجود ہیں جو مسلمان بن کر یہاں حکمران بن سکتے ہیں اور چور دروازے سے حکومت کرنے کیلئے وہ یہاں آسکتے ہیں۔

Marfat.com

مسلمان کی تعریف:۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین رکھتا ہو اور حضور پر نور ﷺ کے آخری نبی ہونے پر یقین رکھتا ہو وہ مسلمان ہوگا اور یہ تعریف آئین میں درج ہونا ضروری ہے تاکہ غیر مسلموں کے حکمران بننے کا سد باب کیا جاسکے۔ چونکہ عقیدہ ختم نبوت اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے اس لئے آپ نے قومی اسمبلی میں اپنے پہلے ہی خطاب میں اس عقیدے کے تحفظ پر اظہار خیال کیا اور اسے قانونی تحفظ دینے کے لئے آئین میں مسلمانوں کی تعریف درج کرنے کی اہمیت پر زور دیا۔

لیکن پیپلز پارٹی نے مسلمانوں کے باہمی اختلافات کی آڑ لیکر مسلمانوں کے بارے میں متفقہ تعریف درج کرنے سے راہ فرار اختیار کرنا چاہی اور پی پی کے مذہبی معاملات کے ترجمان اور مرکزی کابینہ کے وزیر مولانا کوثر نیازی نے مولانا شاہ احمد نورانی کے خطاب کے جواب میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا:

''علماء میں جو اختلافات موجود ہیں انکی بناء پر ایک عالم دوسرے عالم سے مسلمان کی تعریف پر متفق نہیں ہے میں اس وقت بھی یہاں چیلنج کرتا ہوں کہ علماء مسلمان کی کوئی متفقہ تعریف اس ایوان کے سامنے پیش کریں میں انکو چیلنج کرتا ہوں کہ انکے جتنے ارکان یہاں بیٹھے ہیں وہ باہم ملکر مسلمان کی کوئی تعریف ہمارے سامنے پیش کریں ہم انہیں پندرہ دن دینے کے لئے تیار ہیں۔ وہ ایک ساتھ بیٹھ جائیں اور مسلمانوں کی کسی ایک تعریف پر متحد ہو جائیں ۔۔۔۔ ہم اسے منظور کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ آج بھی انکے اندر باہمی اختلاف ہوگا اور وہ صحیح طور پر مسلمان کی کوئی ایک تعریف نہیں کرسکیں گے''۔

کوثر نیازی کے اس چیلنج کے بعد جمعیت علماء پاکستان کے ڈپٹی پارلیمانی لیڈر علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری خطاب کے لئے اٹھے اور انہوں نے واضح انداز میں کہا:

''میں اپنی جماعت کی طرف سے اس بات کو قبول کرتا ہوں ۔۔۔۔۔ ہم چاہتے ہیں کہ اجمالی طور پر اور اختصار سے مسلمان کی تعریف اس آئین میں آجائے تاکہ جو لوگ لفظ مسلم سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور لفظ اسلام کی تعریف میں نہیں آتے انکے لئے اس لفظ سے استفادہ حاصل کرنے کا سد باب ہو جائے ۔ اجتماعی طور پر تحقیق تفصیلات کی ضرورت نہیں

Marfat.com

ہے۔۔۔ مسلمان کی تعریف کے سلسلہ میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ گورنر جنرل غلام محمد کے زمانے میں علماء نے متفقہ طور پر ۲۲ نکات پیش کر دئے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علماء میں اختلاف نہیں تھا اور جو چیلنج مولانا کوثر نیازی صاحب نے دیا ہے ہم اس کو قبول کرتے ہیں اور علماء کے نزدیک مسلمان کی متفقہ طور پر تعریف پیش کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں''۔

اس دن اسمبلی کی کارکردگی کے اختتام کے بعد ایم این اے ہوسٹل میں جمعیت علماء پاکستان کے پارلیمانی قائد مولانا شاہ احمد نورانی کے کمرے میں جمعیت کے سرکردہ راہنماؤں کا اجلاس ہوا۔ جسمیں مولانا عبدالستار خاں نیازی، مولانا محمد علی رضوی ایم این اے، مولانا غلام علی اوکاڑوی اور عبدالمصطفیٰ ازہری ایم این اے شریک ہوئے۔۔۔۔ اس اجلاس میں مسلمان کی مختصر اور جامع تعریف تجویز کی گئی۔۔۔۔ مجوزہ تعریف کا ڈرافٹ اپوزیشن کے دوسرے علمائے کرام مولانا عبدالحکیم، مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا عبدالحق آف اکوڑہ خٹک کے پاس لیجایا گیا، جنھوں نے جمعیت علمائے پاکستان کی اس ڈرافٹ کی توثیق کی اور یہ طے ہوا کہ اسمبلی میں یہ تعریف مولانا عبدالحق آف اکوڑہ خٹک پیش کریں گے۔

مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک کو مسلمان کی جامع تعریف اسمبلی میں پیش کرنے کی ذمے داری اس لئے سونپی گئی کہ حکومت کو بتایا جاسکے کہ مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر اسی تعریف اور دیگر اہم معاملات میں متفق ہیں۔۔۔ مولانا عبدالحق نے ۱۷ اپریل کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں جمعیت علمائے پاکستان کی طرف سے تجویز کردہ مسلمان کی تعریف پیش کی۔ جمعیت علمائے پاکستان کی اس مجوزہ تعریف کو بعد میں ۱۹۷۳ء کے آئین میں شامل کرلیا گیا جسے صدر اور وزیراعظم کے حلف کے ضمن میں اسطرح تحریر کیا گیا ہے۔

''میں قسم کھاتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں۔ خدا اور اسکی آخری کتاب قرآن پاک پر مجھے پورا یقین ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ آخری نبی ہیں۔ انکے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ میں قیامت کے دن، رسول اللہ ﷺ کی سنت وحدیث اور قرآن پاک کے احکامات پر بھی ایمان رکھتا ہوں''۔

آپ نے عوام کو بھی اس سلسلے میں اعتماد میں لیا اور قوم کو اس مسئلے کی اہمیت کے بارے میں بتایا کہ یہ آپ کا اصول تھا اور یہ موقف تھا کہ ان ارکان اسمبلی کو قوم منتخب کرتی ہے اس لئے اہم

Marfat.com

قومی وعلاقائی معاملات سے قوم کو باخبر رکھا جانا چاہئے چنانچہ آپ نے عوام کو اسمبلی کی کاروائی سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''ہم نے اسمبلی میں مولانا کوثر نیازی کے اس چیلنج کو قبول کرلیا تھا جو انہوں نے مسلمان کی تعریف کے سلسلے میں کیا تھا اور کہا تھا کہ علمائے کرام مسلمان کی تعریف کے بارے میں متفق نہیں ہیں۔۔۔اسمبلی میں تمام اسلامی جماعتوں کے نمائندوں نے متفقہ طور پر مسلمان کی جامع اور مکمل تعریف پیش کر کے ثابت کر دیا تھا کہ علمائے کرام میں مسلمان کی تعریف اور اسلامی آئین کے متعلق کوئی اختلاف رائے نہیں۔ جو لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں وہ اسلامی نظام سے فرار کا بہانہ تلاش کرتے ہیں لیکن وہ یاد رکھیں کہ ہم انہیں کوئی بہانہ بنانے کی اجازت نہیں دیں گے''۔ مولانا نے مسلمان کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ:

''مسلمان وہ ہے کہ جو کتاب وسنت اور ضروریات دین پر یقین رکھتا ہو۔ اور قرآن کو ان تشریحات کے مطابق مانتا ہو جو سلف صالحین نے کی ہیں۔ نیز حضور ﷺ کو آخری نبی تسلیم کرتا ہو اگر اسلامی آئین میں مسلمان کی یہ تعریف شامل نہ کی گئی تو ہم ایسے آئین کو اسلامی آئین نہیں کہیں گے۔ بھٹو بار بار اسلام کے لئے جان قربان کرنے کا اعلان کرتے ہیں۔ قوم کو ان کی جان کی ضرورت نہیں۔ اسلئے فی الحال جان قربان نہ کریں۔۔۔ بلکہ اسلام کے لئے شراب کے استعمال اور درآمد پر پابندی عائد کریں''۔

آپ اسمبلی میں پاکستان کی نظریاتی آئینی اور قانونی سرحدوں کے محافظ کا کردار ادا کرتے رہے آپ کے نزدیک بنگلہ دیش کو الگ ملک تسلیم کرنا دوقومی نظریے اور قیام پاکستان کے موقف کے خلاف تھا چنانچہ آپ نے مسلسل اس بات پر زور دیا کہ اس ملک کے تحفظ اور بقا کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ یہاں سچی اور حقیقی جمہوریت نافذ کی جائے.... نظریہ پاکستان اور اسلام کے رشتہ اخوت ومساوات اور اقتصادی انصاف کو نافذ کرنے کے لئے عملی اقدامات کئے جائیں.... ہمیں گزشتہ حالات سے سبق سیکھنا چاہئے آپ نے ملکی استحکام کیلئے عملی اقدامات کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے اپنا یہ پانچ نکاتی فارمولا پیش کیا....!

1.... یحییٰ خان پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے۔

2.... مشرقی پاکستان میں پاکستان دوست باشندوں کے جان ومال کے تحفظ اور 93 ہزار یرغمالی

Marfat.com

فوجیوں کی واپسی کی کاروائی تیز کی جائے .... اور اس مقصد کے لئے حکومت عوام کو اعتماد میں لے .... مسئلہ کے جذباتی اور انسانی پہلوؤں کے پیشِ نظر پر اسرار انداز اختیار کرنے سے گریز کیا جائے۔

3.... ملک سے مارشل لاء ختم کیا جائے۔ عبوری آئینی ڈھانچے میں ترمیم کر کے پارلیمانی نظام حکومت کے تحت قومی وصوبائی اسمبلیوں کے اجلاس بغیر کسی تاخیر کے طلب کئے جائیں.... اور شہریوں کے مکمل حقوق بحال کئے جائیں۔

4.... اسلام کو محض نعرہ بازی اور سیاسی اسٹنٹ کے طور پر استعمال نہ کیا جائے۔ بلکہ اسلامی اخوت ومساوات کی حقیقی روح کے مطابق انقلابی، سماجی، اقتصادی اصلاحات کی جائیں.... یہ اصلاحات اسی وقت دیرپا اور پائدار ہوسکتی ہیں جب جمہوری طور پر اسمبلی کے ذرائع سے ہوں۔

5.... مسلح افواج کے سیاست میں حصہ لینے پر مکمل پابندی عائد کی جائے تا کہ مستقبل میں کبھی فوجی ذرائع سے اقتدار پر قبضہ جمانے کا امکان باقی نہ رہے۔

رائے عامہ اور صحافتی حلقوں نے مولانا نورانی کے پانچ نکاتی فارمولے کو خراج تحسین پیش کیا۔ جنگ کراچی نے اپنے تبصرے میں لکھا:

''مسٹر بھٹو کے اقتدار سنبھالنے کے بعد مولانا نورانی جس طرح اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ ادا کررہے ہیں .... اور موجودہ حکومت کو راہِ راست پر لانے کی جو کوشش کررہے ہیں.... وہ آپ کی جرأت وہمت، حق گوئی وبے باکی اور دور اندیشی وفراست کا واضح ثبوت ہے.... مولانا شاہ احمد نورانی نے موجودہ بحران سے عہدہ برآ ہونے کے لئے پانچ نکاتی فارمولا پیش کیا ہے۔ اسے محتاط سے محتاط الفاظ میں موجودہ مسائل کا بہترین مسائل حل کہا جاسکتا ہے''۔

اسی دوران ملکی آئین کو بنانے کی قومی اسمبلی نے منظوری دی تا کہ اس آئین کے تحت ملک کے نظم ونسق کو چلایا جاسکے اور وہ آئین ایسا ہو کہ جس میں نظریاتی، مذہبی، سیاسی سماجی ہر قسم کا تحفظ ہو جس کی رو سے پاکستان کے ہر شہری کو اس کے بنیادی حقوق حاصل ہوں۔ اقلیتوں کا تحفظ فراہم کیا گیا ہو۔ آپ نے مستقل آئین کیلئے ہمیشہ تین بنیادی تجاویز پیش کیں اور ان تجاویز کے مطابق ملک کے آئین کو وضع کرنے کا مطالبہ کیا۔

مستقل آئین کیلئے مولانا نورانی نے تین بنیادی تجاویز ہمیشہ دہرائیں اور اپنی تجاویز

Marfat.com

کے مطابق ملک کا آئین وضع کرنے کے مطالبہ پر قائم رہے چنانچہ اکتوبر 1972ء میں ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن لاہور کی دعوت پر وکلاء کے اجتماع میں خطاب کرتے ہوئے انہوں نے اپنی دستوری تجاویز کی یوں وضاحت کی:

ا۔۔۔ پارلیمانی طرز حکومت ۲۔۔۔ ملک کا سرکاری مذہب اسلام ۳۔۔۔ دو ایوانی مقننہ۔ مولانا نے اپنی تجاویز کی تشریح میں صراحۃً بیان کیا کہ اسلامی ریاست میں مرتد کی سزا موت ہونی چاہئے اور ہمارے آئین کی بنیاد قرآن وسنت پر استوار ہونی چاہئے۔ ملک کے آئین میں یہ شق موجود ہونی چاہئے کہ جو مسلمان مذہب سے منحرف ہوگا اسے سزائے موت دی جائے گی اور ہماری جماعت غیر اسلامی آئین کو قبول نہیں کریگی۔ اس لئے کہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم کیا گیا تھا۔ تاکہ مسلمان دین اسلام کی اصل روح کے مطابق طرز حیات اپنائیں۔ اس ملک کے باشندوں کو پورا اختیار ہے کہ وہ اسلامی آئین کا مطالبہ کریں۔ ہم اسمبلی کے باہر اور اندر مستقل جدوجہد کریں گے اور غیر اسلامی آئین کی ہر کوشش کی ڈٹ کر مخالفت کی جائے گی۔ گزشتہ ربع صدی سے طرح طرح کی رخنہ اندازی کی جارہی ہے اور ملک ابتک اسلامی آئین سے محروم رہا ہے۔

ڈیفنس آف پاکستان رولز پر انہوں نے کہا:۔

ملک کے تحفظ کی بجائے اس قانون کو برسر اقتدار لوگوں کی مخالفت کرنے والوں کے خلاف استعمال کیا جارہا ہے۔ آج کل سی آئی اے کے آلہ کار، بھارتی جاسوس اور تخریب پسند عناصر ملک بھر میں دندناتے پھرتے ہیں۔ انہیں روکنے ٹوکنے والا کوئی نہیں۔ دوسری طرف برسر اقتدار ٹولے کی مخالفت کرنے والوں کے خلاف قانون بڑی تیزی سے حرکت میں آجاتا ہے۔ ڈیفنس آف پاکستان رولز دراصل ''ڈیفنس آف پریزیڈنٹ رولز'' بن کر رہ گیا ہے۔

ملک کیلئے آئین کی تیاری کے مرحلے میں پیپلز پارٹی کی حکومت نے آئین سازی کے لئے ارکان قومی اسمبلی پر مشتمل جو کمیٹی قائم کی تھی اس میں اپوزیشن کی پارٹیوں کے رہنما بھی موجود تھے.... جنہوں نے کمیٹی کے اجلاس میں اپنی اپنی آئینی تجاویز پیش کیں۔ اس سلسلے میں مسٹر بھٹو اور اپوزیشن رہنماؤں کے مذاکرات ہوئے۔ ان مذاکرات میں مولانا شاہ احمد نورانی نے اپنی آئینی تجاویز سے تفصیل کے ساتھ آگاہ کیا اور مذاکرات کی میز پر بھٹو کو قائل کرلیا۔ بھٹو جیسا ذہین

Marfat.com

سیاستدان بھی مولانا نورانی کی آئینی تجاویز میں نقص نہ نکال سکا۔ نتیجتاً آئین سازی کے ضمن میں ایک ایسا فارمولا مرتب کیا گیا جس ے حزب اقتدار اور حزب اختلاف سے اتفاق کیا اس فارمولے کی روشنی میں ایک ''آئینی سمجھوتہ'' پیپلز پارٹی اور اپوزیشن پارٹیوں کے درمیان ہوا۔ جس پر 20 اکتوبر 72ء کو دستخط ہوئے۔ اس آئینی سمجھوتے میں ان متفقہ امور کی نشاندہی کی گئی تھی جن کے مطابق آئین سازی کی جانی تھی۔ 45 دفعات پر مشتمل 170 صفحات کے اس مسودے سے یہ بات عیاں تھی کہ اپوزیشن آئین سازی میں خصوصی دلچسپی لے رہی ہے۔ دراصل اپوزیشن کے راہنماؤں نے پیپلز پارٹی کے مجوزہ آئین میں 200 سے زائد ترامیم پیش کی تھیں۔ لیکن بالآخر 45 دفعات پر فریقین کا باہمی سمجھوتہ ہوگیا۔ اس مرحلے میں مولانا شاہ احمد نورانی نے جو ترامیم پیش کیں ان کا ریکارڈ اتنا ضخیم ہے کہ اس کی مدد سے آئین اور آئین سازی سے متعلق ایک علیحدہ کتاب ترتیب دی جاسکتی ہے۔

اپوزیشن اور حکومت کے درمیان آئینی سمجھوتے کے بعد توقع کی جارہی تھی کہ آئین فی الحقیقت متفقہ اور غیر متنازعہ ہوگا۔ باہمی افہام و تفہیم کے اسی جذبہ کو برقرار رکھا جائے گا۔ مگر جب پیپلز پارٹی نے آئین کا مسودہ تیار کیا۔ اس میں حکومت اور اپوزیشن کے درمیان طے پائے گئے آئینی سمجھوتے کی خلاف ورزی کر کے باہمی اعتماد کو مجروح کیا گیا تو مولانا نورانی نے اسے سنگین وعدہ خلافی قرار دیا اور اپوزیشن کے دیگر راہنماؤں نے بھی اس طرزِ عمل کی مذمت کی۔ جبکہ حکومت نے یہ تاثر دیا کہ حزب اختلاف کی جماعتیں آئین سازی میں دلچسپی نہیں رکھتیں اور وہ الزامات لگا کر حکومت کو بدنام کر رہی ہیں۔

جمہوری روایت کے مطابق اب ضروری تھا کہ عوام کو اعتماد میں لیا جائے اور انہیں صحیح صورتحال سے آگاہ کیا جائے تاکہ انہیں معاہدہ کے خدوخال کا علم ہوسکے۔ لہذا حکومت کو مجبوراً اپوزیشن لیڈروں کو ریڈیو اور ٹی وی پر آکر پاکستانی عوام سے خطاب کرنے کی دعوت دینا پڑی۔

آپ نے J.U.P کے پارلیمانی قائد کی حیثیت سے ملکی آئین پر اظہار خیال کرتے ہوئے 31 جنوری 1973ء کو قوم سے خطاب کیا وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے اس لئے وہ خطاب من وعن پیش کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

قوم سے خطاب:۔

میرے عزیز ہموطنو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میں ایک ایسے وقت میں آپ سے آئینی سمجھوتے کے بارے میں گفتگو کر رہا ہوں جب کہ سمجھوتہ مختلف تاویلات اور تضاد بیانی کی وجہ سے پر اسرار شکل اختیار کر چکا ہے۔ آپکو اس بات پر حیرت ہوگی کہ ایسا فارمولا جس پر حزب اقتدار اور حزب اختلاف کی جماعتوں نے اتفاق کے ساتھ اور جسے باہمی افہام کی فضاء میں پر خلوص نیتوں کے ساتھ مرتب کیا گیا تھا۔ اتنی جلدی متنازعہ کیسے بن گیا۔ آپ کی حیرت بجا ہے ضرور مجھے بھی حیرت ہے کیونکہ اب سے تین ماہ قبل آئینی سمجھوتے پر دستخط کئے تھے اور میری جماعت جمعیت علمائے پاکستان کے پارلیمانی سربراہ کی حیثیت سے مجھے اس میں دعوت دی گئی تھی۔

میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ اصل مسودہ آئین میں اس سمجھوتے کو نظر انداز کیا جائے گا اور حکمران حسب عادت اپنی مرضی مسلط کرنے اور اپنے اقتدار کو محفوظ رکھنے اور اپنے اختیارات کو دائمی بنانے کے لئے سمجھوتے کو اسطرح کچل کر عوامی نمائندوں کی کوششوں پر اسطرح پانی پھیر دیں گے اور ہر اسلامی وجمہوری دفعہ سے پوری ڈھٹائی اور بے باکی کے ساتھ مکر جائیں گے آئینی سمجھوتہ کیونکہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۲ء کو عمل میں آیا تھا۔ یہ رمضان کا مبارک اور مقدس مہینہ تھا۔ ہمیں خیال تھا کہ کم ازکم ماہ رمضان المبارک کا خیال کر کے حکمران جماعت اس سمجھوتہ کا احترام کریگی اور کبھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ رمضان کے جاتے ہی سمجھوتے سے آزادی حاصل کر کے اسے اس طرح رسوا کیا جائے گا۔

سب سے پہلے آپ اس بات پر غور فرمائیں کہ آئینی سمجھوتہ دراصل چند متفقہ امور کا نام ہے۔ ۷۰ اصفحات اور ۴۵ دفعات پر مشتمل اس سمجھوتے کو مکمل آئین نہیں قرار دیا جاسکتا اور نہ ہی یہ پابندی لگائی جاسکتی ہے کہ مسودہ آئین جو کہ ۲۸۰ دفعات پر مشتمل ہے محض آئینی سمجھوتے کی بناء پر بغیر کسی بحث اور رائے کے منظور کر لیا جائے کیونکہ چار دن کے آئینی مذاکرات میں مکمل آئین کے ساتھ تدوین ہرگز نہیں کی جاسکتی۔ آئینی سمجھوتے کے بعد مسودہ دستور مکمل کرنے کے بعد حکمران جماعت حزب اختلاف پر مسلسل یہ الزام لگاتی رہی ہے کہ ہم نے آئینی سمجھوتے سے انحراف کیا اور آئین سازی کے کام سے بھی کوئی دلچسپی نہیں لی۔ جبکہ آئین سازی کے کام سے

Marfat.com

ہماری دل چسپی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ہم نے آئینی کمیٹی کے اجلاس کے دوران تقریباً دوسو سے زائد ترامیم پیش کیں۔تو جو شخص دوسو سے زائد ترامیم پیش کرے اس کی دل چسپی کا اندازہ آپ اس کی ترامیم سے لگا سکتے ہیں۔آئین کمیٹی کے کسی بھی باقاعدہ اجلاس سے میں غیر حاضر نہیں ہوا۔جہاں تک آئینی سمجھوتے سے انحراف کا تعلق ہے تو مسودہ دستور اور آئینی سمجھوتے کو سامنے رکھ لیجئے تو آپ کو ضرور ہی اندازہ ہو جائے گا کہ حکمران جماعت نے کس بے دردی کے ساتھ اس کی اسلامی اور جمہوری روح کو پامال کیا۔

اسلامی دفعات سے انحراف

اب میں مختصر سا موازنہ پیش کرتا ہوں تا کہ آپ اندازہ لگا سکیں کہ اسلام کو سرکاری مذہب قرار دینے اور دیگر اسلامی دفعات کے معاملے میں حکمران پارٹی نے آئینی سمجھوتے سے کس مقام پر انحراف کیا ہے۔آئینی سمجھوتے میں اسلامی دفعات ۲۹ سے لے کر ۴۳ تک ہیں۔ان دفعات میں اسلام کو ملک کا سرکاری مذہب بتانے کے بعد ہونا یہ چاہیئے تھا کہ اسلام کو اس ملک میں مکمل طور پر نافذ کیا جائے۔

میری جماعت جمیعت علمائے پاکستان چونکہ یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ اسلام ہی پاکستان کے وجود و بقاء کا ضامن ہے۔اسلام اگر اس ملک میں نہیں ہے تو اس ملک کی بقاء کا بھی کوئی جواز باقی نہیں رہ جاتا اور پھر اس ملک کو وہ تحفظ بھی حاصل نہیں ہو سکتا ہے جو اسلام کو اس ملک میں عملی طور پر نافذ ہونے کے بعد حاصل ہونا چاہیئے۔اسلامی دفعات اسی صورت میں مؤثر ہو سکتی ہیں جبکہ انکو باقاعدہ دستوری تحفظ دیا جائے یعنی جس طرح وزیر اعظم کو با اختیار بنایا جاتا ہے یا صدر مملکت کو صاحب اختیار بنایا جاتا ہے اور اسکے اختیارات کی حدود متعین کی جاتی ہیں۔

دستوری طور پر یہ تمام چیزیں طے کرنے کے بعد قانونی شکل بھی دی جاتی ہے تا کہ وہ اپنے اختیارات کو اس دستور کی روشنی میں استعمال کرے اور ان قوانین کا پابند رہے جو دستور کی روشنی میں تیار کئے گئے ہیں لیکن اگر ہم یہ کہیں کہ سربراہ مملکت یا وزیر اعظم جو اس ملک کا صدر یا وزیر اعظم ہوگا مگر اس کو اختیارات نہ دیئے جائیں تو ظاہر ہے ایک نمائشی وزیر اعظم ہے یا ایک نمائشی صدر ہے، اسلام کے ساتھ ۲۵ سال سے مسلسل یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

Marfat.com

اسلام کا غلط استعمال

اسلام کو زیبِ داستان کے لئے ،اسلام کو ایک حسین قسم کے دستوری چوکھٹے میں سجانے کے لئے ہمیشہ استعمال کیا گیا۔اسلام کو لوگوں کے جذبات ابھارنے کے لئے ہمیشہ استعمال کیا گیا لیکن عملی طور پر نافذ کرنے اور عمل کرانے کی صلاح ہرگز نہیں کی گئی۔ہم نے دستوری سمجھوتے میں خاص طور پر یہ دفعات رکھوائی تھیں کہ اس ملک کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا اور کوئی قانون کتاب وسنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا لیکن اسکے ساتھ ساتھ آپکو یہ سن کر بڑی حیرت ہوگی کہ تمام موجودہ قوانین کو جو غیر اسلامی ہیں اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے اور انکو مؤثر طور پر نافذ کرنے کی ضمانت اس دستور میں نہیں دی گئی۔

عدم تحفظ

ہر ایک فرد کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر کسی بھی وقت حکومت اس کی آزادی کو چیلنج کرے اس کو گرفتار کر کے ہراساں کرے پریشان کرے تو وہ عدالت سے رجوع کرسکتا ہے لیکن آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ اگر اسلام کے قوانین کا مذاق اڑایا جائے ،اسلام کے احکامات پر جنکو کتاب وسنت میں قانونی حیثیت حاصل ہے ۔اگر اس ملک میں عمل درآمد نہ کیا جائے تو کوئی شخص یہ مطالبہ نہیں کرسکتا ہے کہ اسلام کے مطابق اس ملک میں زندگی گزارنے کی اجازت دی جائے اور اگر اسلام کے خلاف کوئی حرکت ہورہی ہے کتاب وسنت کے مطابق عمل نہیں ہورہا ہے تو حکومت وقت کو کہے کہ وہ عمل کرے اس قسم کی کوئی دفعہ دستور میں نہیں ہے۔

اسلامی کونسل کی بے بسی

ایک اسلامی کونسل اسلامی نظریہ کی کونسل تشکیل دی گئی جسکا نام اسلامی کونسل رکھا گیا ہے لیکن اس ادارے کو غیر مؤثر بنا کر رکھ دیا گیا۔وہ صرف اس وقت مشورہ دے سکتا ہے جب اس سے مشورہ طلب کیا جائے ،وہ صرف اس وقت ہی اپنی رائے ظاہر کرسکتا ہے جب اس سے رائے پوچھی جائے ،ورنہ وہ اس بات کی نگرانی کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتا کہ وہ خود اس بات کو عملی طور پر نافذ کرسکے۔کتاب وسنت کے مطابق قوانین جو ہیں بروئے کار لائے جائیں۔جو زیر بحث ہے کہ وہ قانون اسلامی دفعات کے خلاف ہے وہ قطعاً نافذ نہ کیا جائے اس کو اختیار نہیں۔

Marfat.com

ارتداد کی کھلی آزادی

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ہر شہری کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی ہے اسمیں کوئی شک نہیں کہ اسلام اس بات کی کھلی اجازت دیتا ہے کہ ملک میں رہنے والی جتنی بھی غیر مسلم اقلیتیں ہیں انکو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی اجازت ہے لیکن اسلام اس بات کی ہر گز اجازت نہیں دیتا کہ کوئی مسلمان اپنے مذہب کو تبدیل کرے۔ مسلمان ہونے کے بعد مسلمان اس کا پابند ہیکہ وہ مسلمان ہی رہے جو اپنے مذہب کو تبدیل کرتا ہے وہ مرتد ہو جاتا ہے۔ دستور میں مسلمان کے مرتد ہونے اور مذہب تبدیل کرنے کی ممانعت کی کوئی دفعہ موجود نہیں ہے۔ ہر شہری کو اس بات کے لئے آزادی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شہری اس بات کے لئے آزاد ہے کہ وہ جس طرح چاہے اپنا مذہب تبدیل کرے تو اب یہ دستور کہ جس میں یہ دفعہ موجود نہیں ہے ظاہر ہے کہ آپ اس کو اسلامی کیسے کہہ سکتے ہیں اور آئینی سمجھوتے میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ قانون کتاب وسنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا۔ اور تمام موجودہ قوانین کو کتاب وسنت کے سانچہ میں ڈھال دیا جائے گا تو حکومت وقت اس بات کی پابند ہے کہ وہ مسلمان کو اس کے مذہب پر عمل کرائے، مسلمانوں کو ان کے مذہب کا پابند بنائے اور قوانین کے ذریعے سے اس بات کی سختی سے جانچ پڑتال رکھے کہ کوئی شخص مذہب اسلام کی رو سے باہر نہ جانے پائے۔ یہ تو تھیں دستور کی وہ اسلامی دفعات کہ آئینی سمجھوتے میں جن کی ضمانت دی گئی تھی مگر ان سے انحراف کیا گیا۔

غیر اسلامی قوانین کو چیلنج

تو اس کے ساتھ ساتھ میں آپ سے یہ بھی عرض کروں گا کہ اگر قرآن وسنت کے خلاف قوانین اسلامی نافذ کیئے گئے تو جہاں کسی شہری مسلمان کو انہیں چیلنج کرنے کا حق نہیں ہے وہاں پارلیمنٹ کے ارکان کو بھی چیلنج کرنے حق کا نہیں یعنی حکومت وقت جب چاہے پارلیمنٹ سے اپنی مرضی کے مطابق چاہے کتاب وسنت کے خلاف ہی وہ قوانین ہوں انکو نافذ کرا سکتی ہے۔ تو ظاہر ہے کہ ایسے دستور کو آپ اسلامی کیسے کہہ سکتے ہیں اور آئینی سمجھوتے میں جو دفعات اسلام اور اسلامی قوانین کے لئے رکھی گئی تھیں انکو آئینی سمجھوتے کے بعد دستوری مسودہ تیار کرتے وقت بالکل ختم کر دیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ بڑی بدعہدی کی گئی ہے۔

Marfat.com

اسلامی آئین سے فرار کیوں؟

اور یہ بالکل اسی طرح کی بدعہدی کی گئی ہے جس طرح سے ماضی میں حکمران جماعتیں اس ملک میں مسلمانوں کے ساتھ کرتی رہی ہیں کیوں کہ وہ خود اپنے پانچ چھ فٹ جسم پر اسلام کو اپنی عملی زندگی میں نافذ نہیں کر سکے، اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ چونکہ ہم اسپر عمل نہیں کر سکے اور نہ کر سکتے ہیں۔ اگر عمل کرتے ہیں تو ہمیں ہماری عادتیں بدلنی پڑیں گی۔ عمل کرتے ہیں تو شراب چھوڑنی پڑ جائیگی، عمل کرتے ہیں تو فسق و فجور کو چھوڑنا پڑیگا۔ زنا کو چھوڑنا پڑے گا، جوئے کو چھوڑنا پڑیگا کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اسلامی قوانین کو اور اسلامی احکامات کو اگر ہم اپنے اوپر نافذ کریں تو ہمیں ان تمام چیزوں سے گریز کرنا پڑے گا اور ہم پابند ہو جائیں گے تو اس لئے وہ اپنی نجی زندگی کے خراب ہونے کی وجہ سے پاکستان کے مسلمان کی نجی اور اجتماعی زندگی اور اسلامی سوسائٹی کو خراب کرنے کے درپے ہیں۔ دستوری سمجھوتے میں اسلام کو جو تحفظ دیا گیا تھا۔ اسکی روشنی میں جو مسودہ تیار ہونا تھا اس میں ظاہر ہے اس قسم کے احکامات آجاتے تھے کہ ملک سے مکمل طور پر تمام غیر شرعی چیزوں کو تدریجی طور پر ختم کرنے کی ضمانت دی جائے لیکن اسکی کوئی ضمانت نہیں دی گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی آپ سے عرض کروں گا کہ

بنیادی حقوق پر ڈاکہ

مسودہ دستور میں اسلامی دفعات سے جہاں حکمران جماعت نے انحراف کیا اور حسب عادت اسلام پر عمل کرنے سے معذوری ظاہر کر دی وہاں اسکے ساتھ وہ جمہوری حقوق جو ہر فرد کو ہر شہری کو اس ملک میں ملنے چاہئیں ان سے بھی قطعاً انحراف کیا گیا۔ آئینی سمجھوتے میں یہ بات واضح طور پر لکھی گئی تھی کہ تمام بنیادی حقوق کا تحفظ کیا جائے لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑیگا کہ بنیادی حقوق کا تحفظ اس شان سے کیا گیا ہے کہ ایک ہاتھ سے ان کو دیا گیا ہے اور یہ بھی نہیں کہ کچھ تھوڑی دیر انتظار کرتے فوری طور پر انکو چھین لیا گیا اور بے بس بنا دیا گیا ہے اور ایسا بے بس بنا دیا گیا ہے کہ کوئی شخص بھی اسکے خلاف آواز بلند نہیں کر سکتا۔

یہ اس دستور کے اندر موجود ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک شہری کے بنیادی حقوق اور آزادی کی اقدار پر بہت بڑا ڈاکہ ہے اور اس عرصے میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ حکمران جماعت کس طرح سے شہریوں کے حقوق پر مسلسل ڈاکے ڈال رہی ہے۔ انکی آزادی کو چھین رہی ہے ہمیں یہ

Marfat.com

توقع تھی کہ آئینی سمجھوتے میں کیونکہ R.F کی ضمانت کا مکمل وعدہ کیا گیا ہے دستخط کئے گئے ہیں تو یقیناً دستور میں بھی وہی دفعات ہوں گی لیکن بڑی حیرت کی بات ہے کہ وہی حکمران جماعت کہ جو شہری آزادیوں کے لئے مسلسل چلاتی رہی مسلسل عوام میں جا کر یہ پروپیگنڈہ کرتی رہی کہ ہم شہری آزادیوں کے لئے سب سے بڑے علمبردار ہیں۔ ان ہی شہری آزادیوں کے علمبرداروں کے ہاتھوں انتہائی افسوسناک طریقہ سے شہری آزادی اور حقوق مسلسل پامال ہوتے رہے ہیں۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسلام جمہوریت کا سب سے بڑا داعی ہے چنانچہ حضرت امیر المؤمنین سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مشہور ارشاد بے شمار مؤرخین اور اکابر محدثین نے نقل کیا ہے کہ ایک موقع پر ارشاد فرمایا لما عبدتم الناس تم نے لوگوں کو کیوں غلام بنا لیا ہے؟ حالانکہ انکو ان کی ماؤں نے آزاد جنا ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ اسلام میں فرد کی آزادی خود مختاری اور عزتِ نفس کا اتنا احترام ہے کہ اسکی نظیر دنیا کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی اور اب جب ہم اس دستور کو اسلامی کہنے کے بعد شہریوں کے حقوق کو پامال کریں تو بڑے افسوس کا مقام ہے اور بڑے شرم کی بات ہے کہ ہم پھر بھی اس دستور کو اسلامی اور جمہوری کہیں، ظاہر ہے کہ آئینی سمجھوتے سے انحراف کیا گیا، بدعہدی کی گئی اور یہ بات حد درجہ باعث شرم ہے کہ ہم اس دستور کو جمہوری دستور کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش نہیں کر سکتے۔

صریح خلاف ورزی

مزید آپکی خدمت میں عرض کروں گا کہ آئینی سمجھوتہ اس بات کی بھی ضمانت دیتا ہے کہ آنے والے زمانے میں قومی اسمبلی دو سو ممبروں پر مشتمل ہوگی اور قومی اسمبلی کے ایوان بالا جس کو سینٹ کہتے ہیں۔ سینٹ کے ساٹھ ممبران ہوں گے۔ آپ خود ہی فیصلہ کیجئے اور بڑے ٹھنڈے دل کے ساتھ اس بات کو سوچئے کہ جب ہم آئینی سمجھوتے پر دستخط کرتے وقت یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ قومی اسمبلی دو سو افراد پر مشتمل ہوگی۔ اسکا نتیجہ کیا نکلا؟

اسکا مطلب یہ ہوا کہ اس وقت ۱۴۴، افراد پر مشتمل ہے آئندہ دو سو پر مشتمل ہوگی۔ ظاہر ہے کہ اسکے الیکشن کرانے پڑیں گے۔ یہ بالکل سیدھی بات ہے۔ تو یہ بالکل واضح ہے کہ پاکستان کے سب شہری نئے آئین کی بابت اس بات کے منتظر رہیں گے کہ اب بقیہ سیٹوں کا نہیں بلکہ پوری قومی اسمبلی کا نئے سرے سے انتخاب ہوگا۔ ان کو اس بات کا حق ہوگا کہ وہ نئے دستور پر

Marfat.com

اپنی رائے کو ظاہر کر سکیں۔ میں نے آئین ساز کمیٹی میں جب یہ بات کہی کہ صاحب دو سو سیٹیں اس کے اندر موجود ہیں تو اسکا مطلب بالکل واضح ہے کہ ہمیں اس ۱۴۴، کے ایوان کو پورا کرنا ہوگا۔ تو کہا گیا "یہ تو بڑی عجیب وغریب بات ہے"۔

دستور کا نفاذ اور اس پر عمل

۱۴۴ کے ایوان کو ۲۰۰ سے نہ بھریں ایسے ہی رہنے دیں اور دستور نافذ کریں۔ مارچ یا اپریل میں یعنی دستور تو آپ نافذ کر رہے ہیں۔ اب یعنی ۱۹۷۳ء کے مارچ یا اپریل میں اور عمل ہوگا ۱۹۷۷ء میں پانچ سال کے بعد یہ تو بڑی مضحکہ خیز بات ہے۔ میں عرض کر رہا تھا کہ اس شق سے کہ اسمبلی ۲۰۰ افراد پر مشتمل ہوگی۔ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اسکے الیکشن کرانے پڑیں گے اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔

نئے انتخابات کیوں؟

یہ بات بھی عام آدمی سمجھ سکتا ہے اور آپ حضرات خود بخود اسکا فیصلہ کریں گے اور اپنی رائے کا آزادی سے استعمال کرتے ہوئے آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ الیکشن یقیناً ہونا چاہئے اس لئے کہ نئے دستور پر جب عوام انتخاب میں حصہ لیں گے تو وہ اپنی رائے کا صحیح اور آزادانہ استعمال کر سکیں گے، اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے جن نمائندوں کو منتخب کیا ہے اس دستور کی روشنی میں انہیں ان پر اعتماد بھی ہوگا اور اسکے ساتھ ساتھ دستور پر جب اعتماد بھی ہوگا تو ہمیں عوام سے اختیار مل جاتا ہے کہ ہم یہ کہہ سکیں گے کہ ہم نے جو دستور بنایا اسپر عوام نے فیصلہ دیا۔ اسکو عوام کی منظوری حاصل ہوگئی۔ ایسا دستور جسکو عوام کی منظوری حاصل ہو اس کو پائداری حاصل ہوگئی ہے وہ باقی رہتا ہے ورنہ وہ دستور جسکو عوام کی نمائندگی حمایت اور اعتماد حاصل نہ ہو اسے عوامی دستور نہیں کہا جا سکتا ہے وہ چند افراد کا بنایا ہوا دستور ہے اور ایک فرد یا چند افراد کا بنا ہوا جو دستور ہے اسکا حشر ہم ماضی کی تاریخ میں دیکھ چکے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ اس دستور کا بھی وہی حشر ہو جو ماضی میں تمام دستاویزوں کا ہوتا رہا ہے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ۲۰۰ سیٹیں جو آپ نے مقرر کی ان پر فوری طور پر الیکشن کرایئے اور عام طور پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ صاحب الیکشن ہم کیوں کرائیں جب ہم ان سے یہ کہتے ہیں کہ دنیا کے تمام ممالک میں یہ طریقہ رہا ہے کہ جب بھی کوئی نیا دستور

Marfat.com

بناتے ہیں اس دستور کے مطابق نیا الیکشن کراتے ہیں اور اس سے عوام کی منظوری مل جاتی ہے تو ہم سے یہ کہا گیا اس کی مثال دیجئے۔

انتخابات نئی بات نہیں

آئین کمیٹی میں مسئلہ زیر بحث آیا چنانچہ میرے دلائل آئین ساز کمیٹی کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں میں نے اس وقت عرض کیا کہ دنیا کے تمام ممالک مثلاً، ہمارے ہی ہمسایہ ملک بھارت نے ۱۹۴۸ء میں نیا دستور نافذ ہونے کے فوراً بعد الیکشن کرایا اور نام نہاد بنگلہ دیش میں بھی نیا دستور بن گیا اور نافذ ہو گیا اور اس کے مطابق وہاں مارچ میں الیکشن ہو رہے ہیں۔ مجھ سے یہ کہا گیا کہ بنگلہ دیش تو ایک نیا ملک ہے اس لئے ظاہر ہے کہ اس میں الیکشن ہو رہے ہیں تو میں نے عرض کیا کہ یہاں بھی تو لوگ کہتے ہیں کہ نیا پاکستان ہے۔ جب نیا پاکستان ہے، نئے پاکستان کا نیا دستور ہے تو نئے الیکشن بھی ہونے چاہئیں۔ بہر حال تو میں عرض کر رہا تھا کہ سینٹ (ایوان بالا) اس کی آئینی سمجھوتے میں ساٹھ سیٹیں مقرر کی گئیں تھیں۔ تو جہاں انہوں نے ۲۰۰ کی اسمبلی مکمل کرنے کے بعد انحراف کیا اور صرف ۱۴۴ کی اسمبلی پانچ سال تک رکھی۔ اسکے ساتھ ہی انہوں نے سینٹ کے مسئلے پر بھی انحراف کیا۔ اور یہ کتنی بڑی بدعہدی ہے۔ آپ ذرا خیال فرمایئے یہ آئینی سمجھوتے کی بات ہے۔ تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ آپ ہی کو حیرت نہیں ہوگی مجھے خود حیرت ہے۔ سینٹ کے مسئلے پر یہ طے ہوا تھا کہ سینٹ ۶۰ ارکان پر مشتمل ہوگی اور یہ آئینی سمجھوتے پر موجود ہے۔ اسکا کیا کیا جاسکتا ہے۔ آئینی سمجھوتے پر کوئی خفیہ معاہدہ نہیں ہے اور وہ الم نشرح ہے۔ عوام کے سامنے اخبارات میں آچکا ہے اور ہر شخص پر اسکی دفعات بالکل واضح ہو چکی ہیں۔ سینٹ ۶۰ ارکان پر مشتمل ہوگی یہ آئینی سمجھوتے میں طے ہو گیا۔ دستور ساز کمیٹی نے جو مسودہ تیار کیا اس میں سینٹ کے ارکان صرف ۴۰ رہ گئے صرف ۴۰ اور ۲ قبائلی علاقوں اور دار السلام کے دار السلطنت کے نمائندے، تو اسطرح سینٹ ۴۴ افراد پر مشتمل ہوگا۔ بہر حال دیکھئے کہ آئینی سمجھوتے میں تو ہم یہ طے کرتے ہیں کہ سینٹ (ایوان بالا) میں ساٹھ ارکان ہونگے اور اب ہم یہ کہتے ہیں کہ صرف ۴۴ افراد ہوں گے تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آئینی سمجھوتے سے انحراف ہوا یا نہیں۔

Marfat.com

عدلیہ کی آزادی پر حملہ

اسکے ساتھ ساتھ میں آپ سے خصوصی طور پر یہ عرض کروں گا کہ ہم نے آئینی سمجھوتے میں یہ بھی طے کیا تھا کہ عدلیہ مکمل طور پر آزاد ہوگی، اور عدلیہ اس اعتبار سے آزاد ہوگی کہ اسکو کام کرنے، مروجہ قوانین پر پابندی اور عملدر آمد کرانے کا مکمل اختیار حاصل ہوگا۔ عدلیہ کے اراکین معزز جج صاحبان یہ سب کے سب آئینی تحفظ دئے جانے کے بعد اپنے آپ کو محفوظ سمجھیں گے۔ اس لئے عدلیہ کو انتظامیہ سے بالکل آزاد رکھا جائے۔ کوئی سی ایس پی افسر، بیوروکریسی ان پر اپنے احکام کی تعمیل نہ کرائے۔ ان کا اپنا بجٹ ہو، ان کے اپنے اختیارات ہوں جس کو عدلیہ کہتے ہیں اسکی باقاعدہ علیحدہ سروس ہو۔ انکا اپنا سکریٹریٹ ہو۔ ایڈمنسٹریشن ہو۔ جج حضرات اپنے معاملات میں مسائل کو ملکر طے کریں۔ اور جسطرح چاہیں کورٹس یا ہائی کورٹس کے انتظامات کو چلائیں۔

عدلیہ کی آزادی کو اس دستور میں متاثر کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے تو یہ کہ عدلیہ کو اتنا بااختیار ہونا چاہیئے تھا کہ پاکستان کے ہر حصے میں اسکے احکام کی تعمیل ہو سکے لیکن اس دستور میں حکومت نے ایک بڑا عجیب وغریب فیصلہ کیا جو قطعاً آئینی سمجھوتے کی اس روح کو ختم کر دیتا ہے آئینی سمجھوتے کو ملیا میٹ کر کے رکھ دیتا ہے۔ انہوں نے ٹربیونل قائم کر دئے ہیں۔

سپریم کورٹ کی بے بسی

جنکا مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص کسی بھی سرکاری فیصلے سے متاثر ہوا ہے وہ حکومت کا ملازم ہے اور اپنے افسر بالا کے کسی فیصلے سے متاثر ہوا ہے اور وہ شکایت لیکر جاتا ہے تو صرف کورٹ میں وہ شکایت کر سکتا ہے اور ایسے دوسرے افراد بھی جن پر براہ راست حکومت کے کسی فیصلے کا اثر پڑا ہے تو وہ اگر اسکے خلاف اپیل کرنا چاہیں تو وہ صرف A.C. میں اپیل دائر کر سکتا ہے اور اے ڈی سی اگر اسکے خلاف فیصلہ دیتا ہے تو اسکو اب یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی بھی عدالت عالیہ یا عدالت عظمیٰ میں جا کر اپیل کر سکے ADM.CON کا فیصلہ بالکل آخری اور حتمی ہوگا۔ اب آپ اس سے اندازہ لگالیں کہ پاکستان کی عدالت عالیہ کے اختیار سے A.D بالکل باہر ہے اس طرح عدلیہ کی آزادی کو بالکل محدود کر کے رکھ دیا گیا ہے اور یہ آئینی سمجھوتے میں جہاں وضاحت کے ساتھ یہ بات کہی گئی تھی کہ عدلیہ بالکل آزاد ہوگی، پر اثر انداز ہوا ہے اس کے اختیار کو محدود کر کے رکھ دیا گیا ہے۔ ٹربیونل اور انتظامی کورٹس اس عدلیہ کے

175
181
196

Marfat.com

اختیارات سے بالکل باہر ہیں تو ظاہر ہے یہ تو عدلیہ کی آزادی کا مذاق اڑایا گیا ہے۔

الیکشن کمیشن پر بالادستی

اسی طرح الیکشن کمیشن کا مسئلہ بڑا نازک اور اہم ہے۔ الیکشن کمیشن اگر غیر جانبدار ہے اس کی پوری انتظامی مشینری باقاعدہ چیف الیکشن کمیشن کے ماتحت ہے۔ اسکا اپنا بجٹ ہے۔ اسکے اپنے اختیارات ہیں تو ظاہر ہے وہ انتہائی غیر جانبدارانہ طور پر کام کرسکتا ہے لیکن اگر اس کے اختیارات بالکل محدود ہوں اسکے تقرر میں گڑ بڑ ہو اسکو مالی اختیارات حاصل نہ ہوں تو وہ اپنے اختیارات کو بروئے کار نہیں لاسکتا اور جیسے چاہے عملدر آمد نہیں کرسکتا۔

الیکشن کمیشن کے تقرر کے سلسلے میں وزیراعظم جو انتظامیہ کا سب سے بڑا سربراہ ہے وہ جس الیکشن کمیشن کو چاہے مقرر کردے تو ظاہر ہے کہ جب وزیراعظم الیکشن کمیشن مقرر کرے گا تو پھر اس ملک میں انتخابات کا حشر کیا ہوگا۔ آپ خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں اور ابھی حال ہی میں ایک سال کے عرصہ میں جو ضمنی انتخابات ہوئے ہیں انکا حشر ہم نے اور آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں لوگ اسکے گواہ ہیں کہ لائلپور میں جہاں ضمنی انتخابات ہوئے وہاں پر کیا کیا دھاندلیاں ہوئی ہیں اور کس طرح لوگ چلاتے کراہتے بے چینی کا اظہار کرتے رہے کہ ہم آزادی سے اپنی رائے کا اظہار کرسکیں لیکن کچھ نہیں ہوا۔ انتظامیہ نے پوری دھاندلی کی الیکشن کمیشن اپنے آپ کو بے بس پاتا تھا ہم چاہتے تھے کہ دستور میں مکمل طور سے تحفظ دیا جائے کہ الیکشن کمیشن پورے ملک میں آزادانہ حیثیت سے آزادانہ طور پر الیکشن کراسکے آئینی سمجھوتے میں یہ بات طے کی گئی تھی اس پر دستخط کئے گئے تھے لیکن مسودہ دستور میں اسکی دھجیاں اڑادی گئیں بہت بڑی بدعہدی کی گئی خاص طور سے رمضان شریف میں تیار کئے گئے آئینی سمجھوتے کی اگر اسطرح سے دھجیاں بکھیری جائیں تو ظاہر ہے کہ مسلمان کو اس پر رنج ہوگا حالانکہ ویسے بھی بدعہدی کی جائے تو اسپر رنج ہوتا ہے۔

مارشل لاء کے ظالمانہ قوانین

بڑے افسوس اور دکھے دل سے میں یہ بات آپ سے عرض کروں گا کہ مارشل لاء کے ظالمانہ اور جابرانہ قوانین کو تحفظ دیا گیا عجیب بات یہ ہے کہ ہم میں سے بہت سے افراد اور خاص

Marfat.com

طور پر حکمران جماعت ماضی کے ان دو بڑے ڈکٹیٹروں کو غدار اور آمر کہتے نہیں تھکتے تھے کہ صدر ایوب ایسے تھے صدر یحیی ایسے تھے لوگ ان کو برا کہتے نہیں تھکتے لیکن بڑی حیرت کی بات ہے کہ حکمران جماعت جو ان کے خلاف منظم تحریک چلانے کے بعد عوامی حکومت کی حیثیت سے ان کا تختہ الٹنے کے بعد برسراقتدار آئی تھی وہی حکومت آج ان آمروں ظالموں اور غاصبوں کے آمرانہ قوانین کو اس جمہوری دستور میں تحفظ دے رہی ہے دنیا کے سامنے جب ہم نے اس جمہوری دستور میں تحفظ دیا ہے تو دنیا ظاہر ہے یہی کہے گی کہ اگر آپ کو مارشل لاء کے قوانین کو تحفظ ہی دینا تھا تو پھر آپ کو جمہوری دستور بنانے کی کیا ضرورت تھی مارشل لاء ہٹانے کی کیا ضرورت تھی مارشل لاء چلاتے رہتے۔

یہ بات بڑی شرمناک اور حد درجہ افسوس ناک ہے اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ حکمران جماعت کو مارشل لاء کے قوانین سے کتنی محبت ہے مارشل لاء سے کتنا زیادہ لگاؤ ہے کہ مارشل لاء نافذ کرنے والے چلے گئے لیکن وہ جو یادگار چھوڑ گئے ہیں اس یادگار کو یہ نہیں چھوڑنا چاہتے اس کے بعد میں آپ کی خدمت میں یہ بھی عرض کروں گا کہ ایک بہت ہی بدنام زمانہ اور رسوائے زمانہ پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ ہے P.P.A ۱۹۶۲ء میں نافذ ہوا اس P.P.A کو مارشل لاء RAGIME نے نافذ کیا تھا اسے دستوری تحفظ دیا گیا ہے آپ نے ایک طرف یہ مسئلہ سماعت فرمایا ہوگا کہ فرد کو بنیادی حقوق حاصل ہوں گے پارٹی بنانے کا حق حاصل ہوگا شہری آزادی کے حقوق بھی اسکو حاصل ہوں گے۔ وہ جو پارٹی چاہے بنائے جس پارٹی میں چاہے شریک ہو ایک طرف تو اس میں یہ تحفظ دیا گیا ہے اور دوسری جانب P.P.A کے ذریعے یہ تمام اختیارات لے لیے گئے اب وہ P.P.A کے تحت پابند ہیں جس جماعت سے وہ بدگمان ہے جس جماعت پر اب اسے اعتماد نہیں رہا ہے، اس جماعت کو وہ اب چھوڑ نہیں سکتا اور اگر چھوڑے تو اس کی سیٹ بھی جاتی رہتی ہے۔

P.P.A کے سلسلے میں بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ ہم لوگ اس کی مخالفت اس لئے کر رہے ہیں کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ حکمران جماعت کے لوگ P.P.A ٹوٹنے کے بعد زیادہ سے زیادہ حکمران جماعت سے نکل آئیں اور اس طرح سے حکومت کمزور ہو جائے گی۔ میں یقین دلاتا ہوں۔ ہم یہ نہیں چاہتے کہ کسی طرح بھی کسی بھی آدمی کو اس کی کسی بھی حیثیت کو چیلنج کیا جائے

178

Marfat.com

یااس کے حقوق اور اختیارات غصب کیے جائیں یہ مقصد نہیں ہے۔ہم تو صرف یہی چاہتے ہیں کہ آئینی ذریعہ اور آئینی طریقے اختیار کئے جائیں اور یہ ہر شخص کو جمہوری حق حاصل ہے کہ جمہوری انداز میں تنقید کی جائے، جمہوری انداز اختیار کئے جائیں، جوڑتوڑ کی شکل میں سازشیں نہ کی جائیں۔

ایوبی یادگار

P.P.A کی ہم مخالفت کیوں کر رہے ہیں اس کی وجہ صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ صدر ایوب کے زمانے کی یادگار ہے اور ان کی جتنی بھی یادگاریں اور آثار ہیں ان کو کم از کم آثار قدیمہ ہی سمجھ کر ختم کر دیا جائے ان کی کوئی افادیت نہیں ہے اور یہ کہ ایک قومی اسمبلی کے ممبر کی آزادی پر ایک بہت بڑی قدغن ہے اسمبلی کے ممبر کی آزادی فکر اور فیصلے پر اثر انداز ہوتی ہے اس لیے اس قانون کی موجودگی ضروری نہیں ہے اور یہ میں سمجھتا ہوں کہ آئینی سمجھوتے سے اس لیے انحراف کیا گیا کہ بات جب آئینی سمجھوتے کی ہو رہی تھی تو یہ طے ہوا تھا کہ P.P.A کو اس طرح نافذ کیا جائے کہ کوئی بھی شخص اگر قومی اسمبلی میں ہی جماعت کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک پیش کرنا چاہے تو وہ اپنی سیٹ سے پہلے استعفٰی دے، دوبارہ الیکشن لڑ کر آئے اور پھر اس حکمران کے خلاف جو چاہے کرے۔

اب آپ غور فرمائیے کہ حکمران جماعت رمضان شریف میں آئینی سمجھوتے کے وقت یہ چاہتی تھی کہ P.P.A کو اور زیادہ وسیع کیا جائے اور اسے اس حد تک لایا جائے کہ اگر کوئی شخص عدم اعتماد کی تحریک اپنی جماعت کے وزیر اعظم کے خلاف لانا چاہے تو اس کی اپنی سیٹ عدم اعتماد کی تحریک سے ہی ختم ہو جائے۔ یہ بڑا عجیب سا مذاق ہے اس شخص کے ساتھ جسے تین چار لاکھ ووٹروں نے منتخب کر کے بھیجا ہے، اب اس کو یہ حق نہیں دیتے کہ وہ جس وقت چاہے عدم اعتماد کی تحریک اپنی جماعت کے وزیر اعظم کے خلاف لائے اس کو یہ بھی حق حاصل نہیں ہے اس زمانے میں یہ بھی بات ہو رہی تھی کہ P.P.A میں یہ بات رکھی جائے کہ اگر عدم اعتماد کی تجویز فیل ہو جائے، ناکام ہو جائے تو جتنے بھی افراد نے اس کے حق میں ووٹ دیے ہیں، دستخط کئے ہیں ان سب کی سیٹیں ختم کر دی جائیں اب وہ دوبارہ لڑ کر آئیں۔

یہ بھی مذاق ہو رہا ہے کہ اس کے بعد وزیر اعظم کو دو تہائی عدم اعتماد کی تجویز لا کر

Marfat.com

وزارت کو نہیں بلکہ جمہوری اقدار کو استحکام دینے کی کوشش کی گئی تا کہ اس P.P.A سے نجات پائی جائے۔ استحکام جو حکمران جماعت مانگ رہی تھی کہ اسے ملنا چاہیے جمہوریت کے استحکام کے لیے فرض ہے کہ وزیر اعظم اپنے پاس اور تمام عہد جو اس نے اپنے ووٹر سے کیے ہیں ان کو بروئے کار لا سکے ان کے لیے یہ طے کیا گیا تھا کہ یہ اس کو چاہیے کہ P.P.A کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کیا جائے۔

اس کے بعد پھر یہ تجویز کچھ حضرات نے پیش کی اور پھر آئینی سمجھوتے کے زمانے میں کہ دو تہائی سے تو کچھ ۵۱ سے چلے پھر ۵۶ آئے اور اس کے بعد ۶۱ فیصد پر آ گئے کہ دو تہائی سے عدم اعتماد کی تجویز پیش کی جا سکتی ہے تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ دو تہائی کی تجویز سے جب وزیر اعظم کو استحکام حاصل ہو گیا، جمہوریت کا استحکام حاصل ہو گیا، وزیر اعظم کو اپنی پالیسیاں بروئے کار لانے کا حق حاصل ہو گیا تو پھر P.P.A کی ضرورت کیا باقی رہ جاتی ہے دو تہائی والی بات تو موجود ہے اس کے ساتھ ساتھ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ابھی آئینی سمجھوتہ دستور کے مسودے میں سے بروئے کار نہیں لایا گیا اور ہمیں بڑا افسوس ہے کہ جن دفعات کی میں نے نشاندہی کی ہے، موازنہ کیا ہے مجھے امید ہے کہ آپ نے اس پر اچھی طرح غور فرمایا ہوگا اور آپ سمجھیں گے کہ کوشش اس بات کی کی گئی ہے کہ ہر قیمت پر دستوری مسودے میں آئینی سمجھوتے کو بروئے کار لایا جائے اور اور الفاظ و معنی دونوں کے اعتبار سے اس کو سمو دیا جائے لیکن افسوس ہے کہ ہم اقلیت میں ہیں اور حکمران جماعت آئین کمیٹی میں اکثریت سے تھی لہٰذا وہ اپنے فیصلے منوانے میں کامیاب ہو گئی آخر میں یہ بات بھی عرض کرتا چلوں کہ ہمیں آئین کمیٹی کے سمجھوتے پر عمل کرنے میں، عمل درآمد کرانے میں کوئی عذر نہیں ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس کی روح کے مطابق اس پر عمل کیا جائے اور جس طرح طے ہوا ہے اسی انداز میں اس کو باقی رکھا جائے لیکن افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ کیوں کہ انہوں نے آئینی سمجھوتے کی دھجیاں بکھیر دیں اس لیے ہم بھی مجبور ہیں اور یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہیں کہ جب انہوں نے خود ہی اس کو توڑ دیا تو وہ کارآمد نہیں رہا۔

آئینی سمجھوتے کی موجودہ حیثیت

پھر دوسری حیثیت بھی اس کی ہے آئینی سمجھوتہ چند رہنما اصول تھے، چند امور تھے کہ جن کی روشنی میں دستور کو مرتب کرنا تھا۔ آئینی سمجھوتہ دستور ساز کمیٹی کی ملکیت ہو گیا اور دستور ساز

Marfat.com

کمیٹی نے جہاں اور جس حد تک اس پر عمل کرنا چاہا عمل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ دستور کے اندر موجود ہے جیسا کہ حکمران جماعت کہتی ہے اب دستور کے اندر جو غلط چیزیں آگئی ہیں ان کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔

میرے عزیز ہموطن بھائیو اور بہنو! اس وقت ہم اپنی تاریخ کے جس نازک بحران سے گزر رہے ہیں اس کا تقاضا یہ ہے کہ متحد ہو کر ملکی سالمیت، قومی وقار اور فطری ہم آہنگی کے لیے جدوجہد کی جائے اور بے بنیاد الزامات سے ہر ممکن گریز کیا جائے۔

افسوسناک بات یہ ہے کہ حکمران پارٹی اور اس کی پروپیگنڈہ مشینری جسے اس وقت تصویر کا صحیح رخ پیش کرنا چاہئے تھا اس بے بنیاد پروپیگنڈہ میں مصروف ہے کہ حزب اختلاف سمجھوتے سے منحرف ہوگئی۔ حالانکہ ہر شخص یہ بات آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ اگر ہم کوئی آئینی بحران پیدا کرنا چاہتے تو ہمیں دستور سازی کی راہ میں کوئی رکاوٹ ڈالنی چاہیے تھی ہم افہام وتفہیم کے ذریعے متفقہ فیصلے تک پہنچنے کی کوشش ہی نہ کرتے۔

اب وقت آ گیا ہے کہ ہم قومی مفاد کو ذاتی مفاد پر ترجیح دیں ہمیں اپنے لیے ملک کو نہیں، ملک کے لیے خود کو قربان کرنے کے جذبے سے سرشار ہونا چاہیئے۔ میں اپنے عوام کے توسط سے حکمران جماعت سے اپیل کروں گا کہ آیئے ہم مل کر اپنی قوم کی بے یقینی کو دور کرنے کی جدوجہد کریں اور اپنی قوم کی بے یقینی کو دور کرنیکی جدوجہد کے ساتھ اس قوم کو اپنی رسوائیوں کے انتقام کے لیے تیار کریں جہاں تک میرا اور میری جماعت جمعیت علماء پاکستان کا تعلق ہے ہمارے نزدیک پاکستان خدا کی عطا کی ہوئی ایک بہت بڑی نعمت ہے ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا فرض ہے کہ سیاسی وابستگیوں سے بالاتر ہو کر نظام مصطفےٰ ﷺ کی روشنی میں اس ملک کو ایک سچی اسلامی فلاحی ریاست بنانے کی کوشش کی جائے اور تصادم، کش مکش، بے یقینی اور بے چینی کی بجائے اس قوم کے جذبہ تعمیر کو اجاگر کیا جائے اور اس مقصد کے لیے ہم اپنے ہم وطنوں کو یقین دلاتے ہیں کہ ہر بڑی سے بڑی قربانی سے بھی انشاء اللہ اس وطن عزیز کے تحفظ کے لیے ہم کبھی دریغ نہیں کریں گے اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو اسلام زندہ باد پاکستان پائندہ باد۔

اس وقت طریقہ کار یہ تھا کہ ہر پارٹی کا پارلیمانی لیڈر قوم سے خطاب کرتا اور اس کے بعد فوراً ہی ایک ممتاز صحافی فرہاد حکومتی نمائندے کے طور پر اس خطاب پر اعتراضات کرتے اور

Marfat.com

وہ رہنما اس کے جوابات دیتے جو کہ ٹی وی اور ریڈیو پر براہ راست نشر ہوتا۔ حضرت قائد اہلسنت کے خطاب کے معاً بعد ہی اس حکومتی نمائندے اور سرکاری وکیل نے زبردست قسم کے اعتراضات کیے اور حضرت قائد اہلسنت نے اس کے حیران کن اور برجستہ جوابات دیئے۔ چنانچہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس تاریخی خطاب کے بعد اس مناظرہ نما انٹرویو کو بھی لفظ بلفظ شائع کیا جائے تا کہ حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ کی سیاسی بصیرت بیدار مغزی اور حاضر جوابی کا مکمل ثبوت سامنے آسکے۔

مناظرہ نما انٹرویو:۔

مولانا شاہ احمد نورانی کا ریڈیو، ٹی وی میں تاریخی خطاب آپ پڑھ چکے ہیں، اب اس تاریخی خطاب پر سرکاری وکیل وحکومت کے نمائندے کے زبردست اعتراضات اور مولانا شاہ احمد نورانی کے حیران کن برجستہ جوابات ملاحظہ فرمائیں اور حکومتی نمائندے کی بے بسی اور مولانا نورانی کی بیدار مغزی اور حاضر جوابی و وسیع معلومات کا اندازہ فرمائیں۔ ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور نے اسی انٹرویو کے متعلق لکھا ہے کہ:۔

''ریڈیو'' اور ٹیلی ویژن پر آئین کے متعلق اپوزیشن کے تمام لیڈروں کے انٹرویو نشر ہوئے لیکن مولانا نورانی کے انٹرویو کی شان ہی نرالی تھی۔ جس مہارت اور حذاقت سے انہوں نے اس شاطر نقاد کو ہر نکتہ پر مات دی اور لاجواب کیا وہ انہی کا حصہ تھا''۔

لیجئے ریڈیو، ٹی وی پر مناظر خود ہی پڑھیے اور لطف اٹھایئے:

زیدی:۔ آپ نے اپنی تقریر میں پیپلز پارٹی پر ڈھٹائی، بے باکی اور بے دردی کے ساتھ بدعہدی کا الزام لگایا ہے میں اس سلسلے میں تفصیلات میں جائے بغیر آپ سے صرف یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا جمہوریت کا پہلا سبق یہ نہیں ہے کہ اکثریت کی رائے کا احترام کیا جائے؟

نورانی:۔ جی ہاں لیکن اکثریت اگر اپنے آپ کو کسی چیز کی پابند کرے تو ظاہر ہے کہ وہ اس رائے کی پابند ہوگئی، اس سمجھوتے کی پابند ہوگئی تو اس سے انحراف لازمی طور پر نہیں کرنا چاہیئے۔

زیدی:۔ آپ کی مراد اس آئینی سمجھوتے سے ہے؟

نورانی:۔ یقیناً آئینی سمجھوتے سے ہے۔

Marfat.com

زیدی:۔ اچھا آپ کا فرمانا ہے کہ اس آئینی سمجھوتے کی پابندی آپ نے تو کی اور جہاں تک میں سمجھا ہوں آپ کا یہ بھی تاثر ہے کہ اس سلسلہ میں حزب اختلاف کی دوسری جماعتوں نے بھی پابندی کی ہے اگر کسی نے بدعہدی کی ہے تو وہ اکثریتی پارٹی نے کی ہے۔

نورانی:۔ اس لیے کہ اکثریتی پارٹی نے مسودہ آئین کو آئین ساز کمیٹی میں مرتب کیا اور چونکہ ان کی اکثریت تھی اسی لیے اس کے بنانے والے بھی وہی تھے۔ ہم تو صرف ترمیم دینے کا حق رکھتے تھے تو ظاہر ہے......

زیدی:۔ (بات کاٹتے ہوئے) معاف کیجیئے گا اس پر آپ کو کوئی اعتراض ہے کہ کسی ایک پارٹی کو وہاں اکثریت حاصل ہو؟ بات کو ذرا آگے بڑھاتے ہوئے آپ سے یہ پوچھا جائے کہ کیا آپ اس طرح کی کسی تجویز کو پسند کریں گے کہ آئندہ قومی اسمبلی میں کسی پارٹی کو اتنی اکثریت نہ حاصل ہو جائے کہ جسے ظالمانہ یا اس قسم کے کسی اور لقب سے یاد کیا جا سکے؟

نورانی:۔ یہ تو ہمیشہ ہوتا رہے گا کہ کوئی نہ کوئی پارٹی اکثریت سے برسر اقتدار آئے گی سوال اس کا نہیں ہے کہ ہم کسی کو حق دیتے ہیں کہ نہیں، یہ تو حق قدرتی طور پر الیکشن میں ووٹ ڈالنے والے افراد ہی دیتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اکثریتی پارٹی آئین ساز ادارے میں بیٹھ کر آئینی سمجھوتے کی روشنی میں دستور تیار کرنے کی پابند تھی اس نے از خود یہ پابندی قبول کی تھی۔

زیدی:۔ جس پارٹی پر آپ بدعہدی کا الزام لگا رہے ہیں وہ یہ کہتی ہے کہ ہم نے پوری طرح اس کی پابندی کی ہے اور اگر کوئی بدعہدی ہوئی ہے تو وہ دوسری جماعتوں کی طرف سے ہوئی ہے۔

نورانی:۔ اس الزام تراشی کا صحیح جواب یہی ہے کہ ہر دو فریق ریڈیو، ٹیلی وژن پر بیٹھ جائیں اور قوم کے سامنے اس بات کا فیصلہ کر دیا جائے کہ کس نے یہاں بدعہدی کی ہے اگرچہ میں نے اپنی تقریروں میں خود اس کی نشاندہی کی ہے اور اگر آپ اس نشاندہی سے مطمئن نہیں ہوئے تو اس کی صورت یہی ہے کہ دونوں بیٹھ جائیں۔

زیدی:۔ کیا ریڈیو اور ٹیلی وژن کے علاوہ آپ کے خیال میں کوئی اور ادارہ نہیں ہے جہاں آپ جا کر اس بات کا تصفیہ کر سکیں کہ کس نے کتنی پابندی کی ہے؟

نورانی:۔ ہاں! ایک بہت بڑا با اختیار ادارہ ہے وہ ہے قومی اسمبلی۔ جب قومی اسمبلی آئین ساز

Marfat.com

ادارے کی حیثیت سے کام شروع کرے گی تو اس میں یہ بات آجائے گی۔

زیدی:۔تو اس سے پہلے میرے خیال میں یہ جو باتیں آئی ہیں......

نورانی:۔اس سے پہلے کیلئے، کیوں کہ طریقہ کار یہ تجویز کیا گیا ہے کہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر سب کو دعوت دی جائے اور ہر ایک کا نقطہ نظر سمجھنے کی کوشش کی جائے تو ظاہر ہے کہ یہ بھی ایک طریقہ ہے اس کے علاوہ اب میں اپنی تقریر میں کسی کے متعلق یہ کہہ رہا ہوں کہ اس نے بدعہدی کی ہے ،دوسرا اپنی تقریر میں کہہ رہا ہے کہ تم نے کی ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ دونوں بیٹھ جائیں ایک ساتھ۔

زیدی:۔(بات کاٹتے ہوئے) بہت بہتر......

نورانی:۔(بات پوری کرتے ہوئے) اور دونوں ساتھ بیٹھ کر بات قوم کے سامنے رکھ دیں قوم خود فیصلہ کرلے گی۔

زیدی:۔اس سلسلہ میں آپ کی توجہ میں ایک مسئلہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں آپ کے علم میں ہوگا کہ ''نیپ'' جس نے بہر حال اس سمجھوتے پر دستخط کیے تھے اس نے حال ہی میں کچھ نئے مطالبات پیش کیے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ محکموں کی مشترکہ فہرست میں سے ۱۴ محکمے نکال کر صوبوں کی تحویل میں دیئے جائیں اس طرح کچھ دوسرے مسائل ہیں۔مثلاً کچھ دفعات کو کچھ پارٹیوں نے غیر جمہوری قرار دیا جس پر آپ نے آئینی سمجھوتے میں اتفاق کیا تھا خود آپ نے اپنے اختلافی نوٹ میں یہ فرمایا ہے کہ وزیر اعظم کے خلاف دو تہائی....

نورانی:۔(بات کاٹتے ہوئے) معاف کیجئے گا زیدی صاحب! آپ کا سوال بڑا لمبا ہو گیا ...سوال بڑا طویل ہے سوال خود مجھے اس میں سے (چھانٹ) کر نکالنے پڑیں گے۔

زیدی:۔میں صرف ان تضادات کی طرف آنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا ہے کہ اکثریتی پارٹی نے آئینی سمجھوتے سے انحراف کیا ہے جبکہ دوسری تمام پارٹیاں اس کی روح کے ساتھ لفظ کی پابند ہیں میں آپ کی توجہ ان تضادات کی طرف دلانا چاہتا تھا جو مختلف پارٹیوں نے آئینی سمجھوتے سے اختلاف رائے کی صورت میں ظاہر کیے ہیں جس میں آپ کی پارٹی بھی شامل ہے۔

Marfat.com

نورانی:۔ ان تمام پارٹیوں کو جن کے متعلق آپ ذکر فرما رہے ہیں ان کو بلا لیا جائے ان پارٹیوں کے متعلق آپ مجھ سے کیوں دریافت کر رہے ہیں آپ مجھ سے میری پارٹی کے متعلق سوال کریں۔

زیدی:۔ جی! آپ کی پارٹی بھی اس میں شامل ہے. آپ نے اپنے ایک اختلافی نوٹ میں فرمایا تھا کہ....

نورانی:۔ (فوراً بولے) کیا آپ کے خیال میں اختلافی نوٹ لکھنے کا حق باقی نہیں رہتا؟

زیدی:۔ بیشک.... بالکل باقی رہتا ہے۔

نورانی:۔ آپ نے غور فرمایا ہوگا کہ آئینی سمجھوتے میں کل ۴۵ دفعات ہیں جبکہ دستوری مسودہ میں دوسواسی دفعات ہیں تو ظاہر ہے اختلافی نوٹ تو لکھنا ہی پڑے گا۔

زیدی:۔ میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ نے کہا "بدعہدی انہوں نے کی" لیکن آپ کی پارٹی سرے سے اس ایک دفعہ کے خلاف ہے جس پر آپ نے سمجھوتے پر دستخط کیے تھے اور یہ اختلاف غالباً مسودہ آئین کے آنے سے پہلے ہی شروع ہو گیا تھا۔

نورانی:۔ کس سلسلے میں؟

زیدی:۔ مثلاً دو تہائی کی اکثریت والی بات تھی اس پر چند پارٹیوں نے اعتراض کیا کہ یہ غیر جمہوری ہے۔

نورانی:۔ مسودہ آئین کے باہر آنے سے پہلے تو حزب اختلاف کی کوئی بات ہی نہ تھی مسودہ آئین جب زیر بحث تھا اور آئینی سمجھوتے کی جہاں جہاں جس جس شق پر خلاف ورزی ہو رہی تھی ظاہر ہے اس پر تو اختلافی نوٹ لکھنا ہی تھا۔ اگر اس کی نشاندہی نہ کی جاتی تو کیسے پتہ چلتا کہ آئینی سمجھوتے سے کہاں کہاں انحراف کیا گیا ہے؟

زیدی:۔ آپ نے اپنی تقریر میں اسوقت یہ تاثر دینے کی کوشش بھی کی ہے کہ اگر یہ مسودہ آئین موجودہ شکل میں منظور کر لیا گیا تو یہ چند افراد کا بنایا ہوا آئین ہوگا۔ کیا یہ واقعہ نہیں مولانا صاحب! کہ یہ مسودہ آئین جس پارٹی نے تیار کیا ہے اسنے اسمبلی میں غالب اکثریت کے باوجود آئین سازی کے مسئلے پر اجماع کی ضرورت بھی محسوس کی اور ۲۰ اکتوبر کا سمجھوتہ اس بات کا ثبوت ہے۔

Marfat.com

نورانی:۔ ۲۰ اکتوبر کے سمجھوتے میں تمام پارٹیاں شریک تھیں اور اب جبکہ اس آئینی سمجھوتے کی خلاف ورزی ہوگی تو اس میں شریک پارٹیاں اس سمجھوتے میں شریک نہ رہیں گی جب اس کی خلاف ورزی ہوگئی تو سمجھوتہ ٹوٹ گیا۔

زیدی:۔ میں صرف یہ پوچھ رہا ہوں کہ اس تعبیر کا حق آپ کسے دیں گے کہ خلاف ورزی ہوئی ہے یا نہیں؟

نورانی:۔ اس تعبیر کا حق ہر دو فریق کو دیا جائے گا۔

زیدی:۔ دو فریق سے آپ کی کیا مراد ہے؟

نورانی:۔ معاہدہ کرنے والے یعنی حزب اقتدار اور حزب اختلاف۔

زیدی:۔ آپ نے ابھی فرمایا تھا کہ آپ مجھ سے صرف میری پارٹی کی بات کریں اور ابھی آپ نے پوری حزب اختلاف کو ایک فریق بنا دیا؟

نورانی:۔ ہاں جب سب پارٹیاں بیٹھی ہوں یعنی حزب اختلاف بھی اور حزب اقتدار بھی تو آپ مکمل طور پر سوالات کر سکتے ہیں سبھی سے، یعنی حزب اختلاف کے نظریات کیا ہیں، انہوں نے کہاں اختلاف کیا اور کہاں نہیں کیا؟

اب آپ جو فرما رہے ہیں کہ کسی ایک پارٹی نے فلاں فلاں جگہ اختلاف کیا ہے تو ظاہر ہے کہ آپ اس پارٹی کو بلا کر دریافت کریں کہ صاحب آپ کے نظریات کیا ہیں۔ مجموعی طور پر سوالات آپ اسی وقت کر سکتے ہیں جب تمام پارٹیاں موجود ہوں۔ آئینی مسودہ اور سمجھوتے کیلئے میں نے جمعیت علماء پاکستان کے متعلق جو کچھ بھی عرض کیا ہے اسپر دریافت فرمائیں۔

زیدی:۔ کچھ تو رائے آپ نے آج ظاہر کی ہے اور کچھ اس سے پہلے بھی آپ اپنی پریس کانفرنس میں سمجھوتے کے سلسلے میں کہہ چکے ہیں۔ مثلاً ۸ جنوری ۷۳ء کو ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا تھا کہ قومی اسمبلی میں جو مسودہ آئین پیش کیا گیا ہے میری جماعت اسے صرف اس شرط پر من وعن تسلیم کرنے کو تیار ہے کہ آئین کی منظوری کے ساتھ ہی ملک میں ازسرنو انتخابات کرا دیے جائیں۔ کیا اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط ہوگا کہ آپ کو اصولی طور پر مسودہ

Marfat.com

آئین سے کوئی اختلاف نہیں۔آپ صرف ایک سیاسی شرط کی تکمیل کرانا چاہتے ہیں۔اگر یہ بات واقعی اصول کی ہوتی تو انتخابات کرانے یا نہ کرانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا؟

نورانی:۔زیدی صاحب! آپ تو ماشاءاللہ اخبار سے متعلق رہے ہیں، اخبار میں کسی بھی رہنما کا کوئی بھی سیاسی بیان آتا ہے تو اس سیاسی بیان کی مختلف سرخیاں مختلف اخبار لگاتے ہیں اور ہر شخص اپنے اپنے نظریہ کے مطابق، اپنی اپنی فہم کے مطابق اسکی تفسیر کرتا ہے تو یہ بیان کسی صاحب نے اپنے کسی اخبار میں لکھا ہوگا۔غالباً ''ایجاد بندہ'' ہی اس کو کہا جاسکتا ہے میں نے اس قسم کی کوئی شرط نہیں لگائی (تھوڑا تیز مگر نرم لہجہ میں) کون سے اخبار میں آیا ہے اس کا حوالہ دیں۔تین چار اخبارات اگر سامنے رکھ کر پڑھے جائیں تب تو ظاہر ہے قابل غور ہوتا ہے لیکن اگر ایک اخبار میں ایک بیان ہو اور اس کی ایک ہی سرخی کو لے لیا جائے تو پھر بات صحیح طور پر سمجھ میں نہیں آتی۔

زیدی:۔میں وہ اخبار بھی آپ کے سامنے پیش کرسکتا ہوں۔ایک پالیسی اسٹیٹمنٹ تھا۔میں نے آپ کے کسی سرسری بیان سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا تھا اور جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے آپ نے کوئی تردید اس سلسلے میں جاری نہیں کی۔صفحہ اول پر سے یہ بیان شروع ہوتا ہے اور یہ صرف ایک سرخی نہیں ہے۔

نورانی:۔ملک میں متعدد روزنامے شائع ہوتے ہیں اور ان میں زعماء وسیاسی رہنماؤں کے مختلف بیانات شائع ہوتے ہیں اور تمام ہی اخبارات کے بیان ظاہر ہے نہیں پڑھے جاسکتے۔میرا یہ بیان ملک کے کسی ایک اخبار میں آیا ہوگا دوسرے کسی اخبار میں نہیں ہوگا۔

زیدی:۔نہیں، سبھی اخباروں میں ہے غالباً۔

نورانی:۔اگر سبھی اخبارات میں ہے تو آپ دو یا تین اخبارات ملا کر دکھائیں تب ہی میں بتا سکتا ہوں کم از کم تین اخبارات تو ہونے چاہئیں۔

زیدی:۔ویسے میں ایک دفعہ آپ کا بیان پڑھ دوں (اخبار نکالتے ہوئے)۔

نورانی:۔نہیں، میں یہ عرض کررہا تھا کہ صرف یہ ایک اخبار ہے۔دو تین اخبارات ہونے چاہئیں آپ نے پریس کانفرنس کا حوالہ دیا ہے۔کیا پریس کانفرنس صرف ایک ہی اخبار میں چھپی ہے۔

زیدی:۔اور اخبارات میں بھی ہے لیکن میں پورا پلندہ نہیں لاسکتا تھا میں نے سمجھا کہ شاید آپ

Marfat.com

اسے ہی کافی سمجھیں۔

نورانی:۔ دیکھئے۔ میں آپ سے عرض کروں کہ تمام اخبارات یہاں موجود نہ ہوں اور انکی تمام سرخیوں کا تقابل نہ کیا جائے تب تک اس بیان کی روح سمجھ میں نہیں آسکتی۔

زیدی:۔ میں نے آپ سے سرخی کا ذکر نہیں کیا تھا پورے متن کا ذکر کیا تھا۔

نورانی:۔ پریس کانفرنس صرف ایک اخبار میں آئی ہوگی دوسرے کسی اخبار میں نہیں ہوگی۔

زیدی:۔آپ کی پریس کانفرنس میں کیا صرف ایک ہی آدمی ہوتا ہے؟

نورانی:۔ میری پریس کانفرنس میں متعدد افراد ہوتے ہیں لیکن چونکہ آپ ایک ہی اخبار کا حوالہ دے رہے ہیں اس لئے اس کا مطلب یہ نکلا کہ اس پریس کانفرنس میں صرف ایک ہی صاحب تھے (ہنستے ہوئے) اور انہوں نے اپنی فکر اور اپنے خیالات کی ترجمانی کی ہے انہوں نے یہی سمجھا ہوگا اور میں انکی سمجھ پر پابندی نہیں لگا سکتا جو چاہیں سمجھیں۔

زیدی:۔ مولانا صاحب! جہاں تک مجھے علم ہے قومی اسمبلی کے ایک سو پچاس کے ایوان میں آپ کی جماعت یعنی جمعیت علماء پاکستان کے اراکین کی تعداد تقریباً چھ ہے۔

نورانی:۔تقریباً سات ہے (طنز کرتے ہوئے)

زیدی:۔ تقریباً سات۔ بہرحال یہ تمام اراکین دو صوبوں سندھ اور پنجاب سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ ان دو صوبوں کے سو کے لگ بھگ ارکان اسمبلی آپ کی پارٹی کے مشوروں پر عمل کریں؟

نورانی:۔ میں تو نہیں چاہتا کہ میری پارٹی کے سات ارکان کے مشورے پر عمل کیا جائے۔ میں نے اپنے کسی بیان میں نہیں کہا۔

زیدی:۔اس سے پہلے چونکہ جمہوری اصول کی بات ہو چکی تھی اور یہ اس فیڈریشن کے دو یونٹ ایسے ہیں جس میں جس پارٹی کو آپ اکثریتی پارٹی کہتے ہیں اسکو بہت بڑی اکثریت حاصل ہے۔

نورانی:۔ دیکھئے صاحب! خلط مبحث ہو جاتا ہے۔ یہاں اس وقت یہ سوال نہیں ہے کہ ہماری

Marfat.com

رائے کو قبول کیا جائے یا ہمارے مشورے کی پابندی کی جائے اسوقت سوال یہ ہے کہ ایک آئینی سمجھوتہ ہوا اس سمجھوتے پر دستخط کرنے والی جماعتوں۔ نے کس حد تک پابندی کی ہے۔

زیدی:۔ اس سے پہلے آپ نے اپنے ایک بیان میں، اگر آپ اس سے اتفاق کریں تو، یہ فرمایا تھا کہ پیپلز پارٹی کو چاہیئے کہ وہ نیپ سے کوئی نہ کوئی مفاہمت کرے۔

نورانی:۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ آپ آئینی سمجھوتے کی حد تک محدود رہیں اور میرے پریس کے بیانات اگر آپ نکالنا شروع کر دیں گے تو غالباً ۷۰ء سے جو سلسلہ شروع ہوگا تو وہ سلسلہ لامتناہی ہوگا اور پتہ نہیں بات کہاں تک پہنچے گی۔

زیدی:۔ میں صرف وہ بیانات آپ کی خدمت میں پیش کر رہا تھا جو آئینی سمجھوتے سے متعلق ہیں۔

نورانی:۔ بہر حال میں نے ابھی چھیالیس منٹ تک مسلسل آئینی سمجھوتے کے سلسلے میں تقریر کی تھی اس سلسلے میں جو چاہیں پوچھ لیں۔

زیدی:۔ یہ بڑی اہم بات تھی اور آئینی سمجھوتے کے سلسلے میں تھی جس میں آپ نے اپنی پارٹی کو اتنی زیادہ اہمیت نہیں دی ہے اور کہا ہے کہ نیپ سے سمجھوتا کرنا ہوگا اس لیے.....

نورانی:۔ (بات کاٹتے ہوئے گویا ہوئے) میں نے کہا! کب کہا؟ (طنزیہ انداز میں) کسی ایک ہی اخبار میں ہوگا۔ دیکھئے بیان اگر متفقہ طور پر تمام اخبارات میں اسی ایک مضمون کا آئے تب تو بات ہے ورنہ......

زیدی:۔ اچھا جی، وہ بات اب ختم ہوگئی میں اب اسی تقریر کا ذکر کروں گا جس میں آپ نے یہ فرمایا ہے کہ افہام و تفہیم سے کام لے کر متفقہ فارمولے کی ضرورت ہے تو آپ مجھے یہ بتا سکیں گے کو خود حزب اختلاف کتنے معاملات میں متفق ہے؟ اور اگر حزب اختلاف پر ہی چھوڑتے ہوئے اکثریتی پارٹی اپنے آپ کو آئین سازی کے معاملات سے الگ کر لے تو کیا حزب اختلاف کوئی متفقہ فارمولا تلاش کر سکتی ہے؟

نورانی:۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حزب اختلاف کن باتوں پر متفق ہے تو آئینی سمجھوتا اس بات کا سب سے بڑا ثبوت ہے کہ حزب اختلاف میں کوئی اختلاف نہیں تھا، وہ متفق تھی آئینی

Marfat.com

سمجھوتے سے سب ہی نے اتفاق کیا تھا اور حزب اختلاف میں کوئی بھی اختلاف نہیں تھا۔

زیدی:۔ کیا اب بھی نہیں ہے؟

نورانی:۔ یہ تو آئینی سمجھوتے کی بات ہو رہی ہے نا۔!

زیدی:۔ جی آئینی سمجھوتے ہی کے سلسلے میں پوچھ رہا ہوں۔

نورانی:۔ ظاہر ہے کہ حزب اختلاف کی جماعتیں متفقہ طور پر اس بات پر حزب اقتدار کو مورد الزام ٹھہرا رہی ہیں کہ اس نے بدعہدی کی۔ اس نے اپنے مواعید سے انکار کیا اور آئینی سمجھوتے میں جو کچھ بھی تحریر کیا گیا تھا اس کو من وعن مسودہ آئین میں شامل نہیں کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حزب اختلاف یہاں بھی متفق ہے آئینی سمجھوتے کے وقت بھی متفق تھی اور اب بھی متفق ہے۔

زیدی:۔ جی ہاں تقریر میں تو ایسا ہی نظر آتا ہے کے سب بڑے متفق ہیں لیکن میں آپ کی توجہ مسودہ آئین اور آئینی سمجھوتے کی ایک شق کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ مسودہ آئین میں جو جائیداد کو بلا معاوضہ تحویل میں لینے کے سلسلے میں قانون سازی کا اختیار پارلیمنٹ کو دیا گیا ہے آپ کی جماعت کا موقف اس سلسلے میں کیا ہے؟

نورانی:۔ میری جماعت کا موقف بالکل واضح ہے اور وہ یہ کہ ہر وہ جائیداد جو غیر قانونی طریقے سے حاصل کی گئی ہو یا وہ دولت جو غیر قانونی ذرائع سے جمع کی گئی ہو اس کو ضبط کر لیا جائے۔

زیدی:۔ لیکن آپ نے اپنے اختلافی نوٹ میں ایسی کوئی وضاحت نہیں کی اور اس کے بجائے یہ مطالبہ کیا ہے کہ جائیداد کی ضبطی سے متعلق پورا آرٹیکل حذف کر دیا جائے۔

نورانی:۔ آرٹیکل کو اس لیے حذف کر لیا جائے کہ اس آرٹیکل میں حکومت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ہر قسم کی جائیداد کو ضبط کر لے میں چاہتا ہوں کہ یہاں ایسی چیز ہو کہ ہر وہ جائیداد جو خلاف قانون، غیر آئینی ذرائع اور حرام روزی سے جمع کی گئی ہو ضبط کر لی جائے اور حلال روزی سے کمائی گئی جائیداد کو باقی رہنا چاہیے۔

زیدی:۔ صاحب! میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے ایسی کوئی وضاحت نہیں کی۔ اگر آپ یہ فرما دیتے کہ ان چیزوں سے تو ہم متفق ہیں لیکن ان سے نہیں۔

نورانی:۔ اختلافی نوٹ میں اتنی زیادہ تفصیل دینے کی ضرورت نہیں تھی ہم نے اس دفعہ سے اس

Marfat.com

لیے اختلاف کیا کہ اس دفعہ میں وہ تمام لوگ، خواہ ان کی آمدنی حلال ہو خواہ حرام کیسی بھی ہو، سب کو ایک لکڑی سے ہانکا گیا ہے اس لیے ہم نے اس دفعہ سے اختلاف کیا اور کہا یہ دفعہ اس طرح سے ٹھیک نہیں ہے۔ دستور پر جب بحث شروع ہوگی تو ظاہر ہے کہ اسمبلی میں اس میں ترمیم آئے گی اور پھر آپ اس کو ملاحظہ فرمالیجئے گا۔

زیدی:۔ لیکن اس میں جو دوسری دفعات ہیں۔ ایک میں تو ملکیت کی حد مقرر کرنے کا حق دیا ہے دوسرے ناجائز ذرائع سے حاصل کی ہوئی جائیداد کو قبضہ میں لینے کا حق دیا گیا ہے باقی جو چیزیں ہیں مثلاً یہ کہ حکومت کوئی املاک جبری طور پر حاصل کرسکتی ہے یا ایسی جائیداد کو تحویل میں لے سکتی ہے جو انسانی زندگی، املاک یا صحت کے لیے خطرہ ہو یا جن کے تحت حکومت، ایک خاص مدت کے لیے کسی جائیداد کے نظم و نسق کو اپنی تحویل میں لے سکتی ہے۔ یہ تو ۱۹۵۶ء کے آئین میں بھی شامل تھا لہٰذا میں نہیں سمجھتا کہ اس معاملے میں کوئی بڑا انحراف کیا گیا ہے۔

نورانی:۔ آپ کے کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ چونکہ ۵۶ء کے آئین میں بھی یہ سب کچھ شامل ہے اس لیے یہاں بھی ہونا چاہیے۔

زیدی:۔ یہ میں نے نہیں کہا میں صرف اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ایک زمانے میں ۵۶ء کے آئین کی بڑی پرزور سفارش کی جارہی تھی کہ کسی طرح اسے نافذ کردیا جائے، مختلف جماعتوں کی طرف سے۔

نورانی:۔ بہرحال میری جماعت اس میں شریک نہیں تھی۔

زیدی:۔ آپ سے متفق ہونے والی کچھ جماعتیں تو شریک تھیں۔

نورانی:۔ ٹھیک ہے، ہونگی مگر یہ آپ ان ہی سے دریافت کرسکتے ہیں کہ وہ کیوں متفق تھیں اور کیوں نہیں تھیں۔

زیدی:۔ اچھا صاحب! اسی حزب اختلاف کی بات ہورہی تھی کہ حزب اختلاف میں کئی معاملات میں کس حد تک اختلاف ہے۔ آپ نے آئین کی منظوری کے بعد انتخابات کو سب سے بڑا مسئلہ قرار دیا ہے اور اس کا تذکرہ آپ نے اختلافی نوٹ میں اور تقریر میں بھی کیا ہے جبکہ نیپ اور جمعیت علماء اسلام اس کے حق میں نہیں ہیں تو حزب اختلاف میں اس بارے میں اتفاق رائے

Marfat.com

کیوں کر ہوگا؟

نورانی:۔ یہ بات ابھی ابتدائی مرحلے سے گزر رہی ہے۔ جوں جوں وقت گزرتا جائے گا اور دستور تیار ہوگا تو آپ دیکھیں گے کہ پورا ملک اس بات کا مطالبہ کرے گا کہ نئے انتخابات کرائے جائیں۔

زیدی:۔ بہرحال آئینی سمجھوتے سے اس کا تعلق نہیں ہے۔

نورانی:۔ آئینی سمجھوتے سے بڑا خاص تعلق ہے۔

زیدی:۔ آپ فرماتے ہیں؟

نورانی:۔ آئینی سمجھوتہ کہتا ہے میں نہیں کہتا۔

زیدی:۔ آئینی سمجھوتے پر دستخط کرنے والوں میں مولانا مفتی محمود، جناب غوث بخش بزنجو اور شیر باز مزاری شامل تھے مگر ان تمام حضرات نے اس مطالبہ سے اختلاف کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ حزب اختلاف اس معاملے میں بھی پوری طرح متفق نہیں ہے۔

نورانی:۔ دیکھئے، میں ایک بات عرض کروں۔ ہر شخص کا اپنا اپنا خیال ہوتا ہے ممکن ہے کہ اس وقت وہ انتخاب نہ چاہتے ہوں اور کہتے ہوں کہ ٹھیک ہے پہلے دستور تو بناؤ۔ یہ ایک مقصد ہوا کرتا ہے اور بعض جماعتیں ایسی ہیں جن کا باقاعدہ ایک منظم پروگرام ہے۔ ان کی وسعت نظر ہے اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ ملک کے حالات کا تقاضا کیا ہے۔ وہ اسوقت کے کہنے کی بعض باتیں بھی کہہ دیتے ہیں اور مستقبل کے کہنے کی بعض باتیں بھی، اور بعض جماعتیں ایسی ہیں جو اس وقت کے کہنے کی باتیں اسوقت کہتی ہیں اور مستقبل کی باتیں اپنے ذہنوں میں محفوظ رکھتی ہیں۔ ظاہر ہے وہ آگے چل کر ظاہر کردیں گی سیاست میں عام طور پر یہی ہوتا ہے۔

زیدی:۔ تو پھر یہ ہیر پھیر!!

نورانی:۔ اس کو آپ ہیر پھیر یا اختلاف نہ کہیں اس کو آپ یوں کہہ سکتے ہیں کہ بعض سیاست دان اپنے بعض پروگراموں کو ایک مقررہ وقت کے لیے اپنے ذہن میں محفوظ رکھتے ہیں اور اس کو مناسب وقت اور حالات کے تقاضے کے مطابق ظاہر کرتے ہیں اور بعض حضرات اپنے پروگرام پہلے ہی سے ظاہر کردیتے ہیں تاکہ آنے والے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے قوم کو ابھی سے تیار

Marfat.com

کر لیا جائے۔

زیدی:۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ سیاسی چال ہے۔

نورانی:۔ آپ اسے سیاسی چال نہیں کہیں گے یہ تو سیاسی حکمت عملی ہے اور سیاسی تدبر، یعنی آپ کو اس بات کا اعتراف کرنا چاہئے کہ وہ جماعتیں جو ابھی سے انتخابات کا مطالبہ کر رہی ہیں انکی حال پر بھی نظر ہے اور مستقبل پر بھی۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ملکی حالات کا تقاضہ ہے کہ نئے انتخابات اس آئینی سمجھوتے کے مطابق ہونے چاہئیں اس لیے کہ آئینی سمجھوتے میں دوسوارا کین کی اسمبلی طے کی گئی ہے جب کہ دوسو کی اسمبلی مقرر کی گئی ہے تو اس کو پورا کرنا چاہیے لیکن پُر کی جائے گی پانچ سال بعد تو اس کا مطلب یہ ہو کہ آئین پر عملدر آمد پانچ سال بعد ہوگا جب کہ آئینی سمجھوتے میں یہ نہیں لکھا، تو کیا یہ سمجھوتے سے انحراف نہیں ہے؟

زیدی:۔ انحراف آپ فرما رہے ہیں دوسری جماعتیں اسے انحراف نہیں سمجھ رہی ہیں۔

نورانی:۔ ممکن ہے دوسری جماعتیں نہ سمجھ رہی ہوں بہر حال یہ آپ کا خیال ہے۔

زیدی:۔ اور جسے آپ حال اور مستقبل پر نظر رکھنے کی بات کہہ رہے ہیں میں سمجھ رہا ہوں کہ اس سے بہر حال اس قوم کو تو بہت زیادہ خوشی نہیں ہو رہی۔

نورانی:۔ قوم کو بڑی خوشی ہوگی۔ قوم کو ایسے سیاسی رہنماؤں کی ضرورت ہے جن کی حال پر بھی نظر ہو اور مستقبل پر بھی، جو ماضی سے سبق لیں۔

زیدی:۔ اسی سلسلے میں، اب میں اسلامی دفعات پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مسودہ آئین میں شامل اسلامی دفعات کو زیادہ مؤثر بنانا چاہتے ہیں جب کہ نیپ اس پہلو کو زیادہ لائق توجہ نہیں سمجھتی۔

نورانی:۔ میرے خیال میں نیپ نے اس آئینی سمجھوتے پر دستخط کیے ہیں۔ انہوں نے اتفاق کیا ہے کہ اس ملک کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا انہوں نے اتفاق کیا ہے کہ اسلام کو ایک مؤثر اور فعال قوت کی حیثیت سے اس ملک میں نافذ کیا جائے۔

زیدی:۔ یہ میں نے سوال کیا تھا ان سے۔

Marfat.com

نورانی:۔ انہوں نے آئینی سمجھوتے سے اتفاق کیا ہے۔

زیدی:۔ مسودہ آئین میں جو کچھ دفعات شامل کی گئی ہیں اس کے بارے میں آپ کا یہ کہنا کہ یہ سمجھوتے سے انحراف ہے اور اس میں سمجھوتے کی روح مسخ کر دی گئی ہے جبکہ نیپ جو بعض دوسرے معاملات پر متفق نہیں ہے وہ اپنے طرز عمل سے ثابت کرتی ہے کہ ٹھیک ہے۔ میں آپ سے یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کس کس کو اور کس کس طرح سے مطمئن کرنے کی کوشش کی جائے؟ اور آپ کے خیال میں مسودہ آئین یا کسی آئین کی منظوری کے لیے صد فیصد اتفاق رائے ضروری ہے اور یہ ممکن ہے؟

نورانی:۔ کس کو کہاں اور کس طریقے پر متفق کیا جائے اس کی ضرورت نہیں۔ ۷ صفحہ کا جو آئینی سمجھوتہ ہے اس میں جس قدر دفعات ہیں اس کی ایک ایک دفعہ پر عمل کر لیا جائے سارا اختلاف یہی ہے کہ آئینی سمجھوتے پر عمل نہیں ہو رہا، آئینی سمجھوتے میں کل پینتالیس دفعات ہیں ان پر اتفاق کر لیا جائے بس اس کی روح برقرار رہے گی۔

زیدی:۔ میں نے عرض کیا ہے کہ آئینی سمجھوتے پر دستخط کرنے والوں میں سے ایک جماعت اس سے مطمئن ہے۔ وہ کہتی ہے کہ اس پر عمل ہوا ہے جب اختلاف رائے کی یہی بات رہی تو اس کی تشریح و تعبیر کا اختیار قومی اسمبلی کو دے دینا چاہیے کہ اس پر عمل ہو رہا ہے یا نہیں؟

نورانی:۔ قومی اسمبلی کو اختیار دیا جائے گا لیکن چونکہ اس سے قبل ہی مباحثہ شروع ہو گیا ہے اور ایک دوسرے پر الزام تراشی کا آغاز ہو گیا ہے اور اسی لیے آپ کو بھی ضرورت پیش آئی کہ یہاں سب کو دعوت دی جائے تاکہ ہر پارٹی اپنا نقطہ نظر بیان کرے عوام کو اس سے سمجھنے میں آسانی ہوگی اور یہ معلوم ہو جائے گا کہ کس نے اور کس کس مقام پر بدعہدی کی ہے اور جہاں تک قومی اسمبلی کا تعلق ہے تو وہاں پر جماعت اپنے views (نظریات) کو ظاہر کرے گی۔

زیدی:۔ مسودہ آئین پر ان دنوں بے شمار ایسے اعتراضات بھی اٹھائے جا رہے ہیں جن کا اس سے پہلے کوئی تذکرہ نہیں کیا گیا آئینی سمجھوتے اور اس کے مندرجات سے بھی انکار کا کوئی تعلق نہیں کیا آپ کے خیال میں یہ طریقہ کار مناسب ہے اور کیا آئین اسمبلی کے باہر ہی مرتب ہو جانا چاہیے؟

Marfat.com

نورانی:۔ تمام آئین تو ظاہر ہے اسمبلی کے باہر مرتب ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ ضرور ہو سکتا ہے کہ آئین کے لیے چند رہنما اصول یا ایسے باتیں جو انتہائی اہم ہیں اور جن کے متعلق امکان ہے کہ وہاں اختلافی نقطہ نظر ہو گا، اتفاق کر لیا جائے تو بہت اچھا ہے۔

زیدی:۔ مولانا صاحب! آپ نے مسودہ آئین پر جو اختلافی نوٹ لکھا ہے اس پر جمعیت علماء اسلام کے مولانا مفتی محمود نے بھی دستخط کیے تھے لیکن انھوں نے آپ کے نوٹ کے پیراگراف ۸، ۱۳، ۱۴، اور ۱۵ سے اتفاق نہیں کیا تھا۔ آپ وضاحت فرمائیں گے کہ اس کا سبب کیا تھا؟

نورانی:۔ یہ تو آپ انہی سے دریافت فرمایئے گا۔

زیدی:۔ جب ایک مشترکہ دستاویز لکھی جاتی ہے اور اس پر دو آدمی دستخط کرتے ہیں اور ایک کہتا ہے کہ میں یہاں آپ سے متفق نہیں ہوں تو کوئی تو بات ہوئی ہو گی؟

نورانی:۔ چونکہ یہاں وہ بھی تشریف لانے والے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آپ نے انہیں دعوت دی ہو گی تو ان سے آپ دریافت فرما لیجئے گا۔ وہ اچھی طرح اس کی وضاحت کر سکیں گے۔

زیدی:۔ تو اگر میں آپ سے یہ عرض کروں کہ یہ سمجھوتہ ان باتوں کے لیے کیا گیا تھا کہ:

۱:۔ ملک میں وفاقی پارلیمانی نظام قائم کیا جائے۔

۲:۔ صوبوں کو زیادہ سے زیادہ خود مختاری دے دی جائے۔

نورانی:۔ اسلام کو اس ملک میں بالادستی حاصل ہو۔ نظام مصطفےٰ ﷺ رائج کیا جائے۔

زیدی:۔ اور جمہوری اداروں کے فروغ کا اہتمام کیا جائے۔

نورانی:۔ (مزید وضاحت کرتے ہوئے) عدلیہ کو مکمل آزادی دی جائے۔

زیدی:۔ تو اگر میں کہوں کہ سمجھوتے کی پوری طرح پابندی کی گئی ہے صرف تفصیلات میں اختلاف ہو سکتا ہے اور اس کے لیے صریح بدعہدی یا صریح وعدے سے مکرنے کا الزام لگانا کچھ زیادتی ہے تو اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

نورانی:۔ سب سے بڑی شکایت تو یہی ہے کہ اگر کہیں تفصیلات میں اختلاف ہوتا تو بدعہدی کا

Marfat.com

الزام نہیں لگ سکتا تھا۔ یہاں سب سے زیادہ رونا تو اس بات کا ہے حکمران جماعت نے جو بنیادی اصول طے کیے تھے ان سے انحراف کیا ہے، تعبیر وتشریح سے اختلاف نہیں کیا۔ سب سے زیادہ دکھ کی بات یہی ہے اور بدعہدی کا الزام اسی لیے لگایا گیا ہے کہ یہاں طے شدہ بنیادی اصولوں سے انحراف کیا گیا ہے۔ تعبیر وتشریح کا اختلاف تو ہمیشہ ہی چلتا رہے گا عدالت میں۔

زیدی:۔ آپ نے اپنے اختلافی نوٹ میں جداگانہ انتخاب کو ایک بنیادی مسئلہ قرار دیا ہے۔ اگر یہ واقعی بنیادی مسئلہ تھا تو آپ نے اسے سمجھوتے میں شامل کرنا کیوں ضروری نہیں سمجھا؟

نورانی:۔ دیکھئے، بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو آئینی سمجھوتے میں شامل نہیں ہیں لیکن دستور کا مسودہ تیار کرنے کے وقت ۲۸۰ دفعات اسی لیے بنی ہیں کہ بہت سی چیزیں جو وہاں شامل نہیں ہوئیں یہاں ہو گئیں۔ یہی بات ہم دوسری طرح سے بھی کہہ سکتے ہیں کہ آئینی سمجھوتے میں تو صرف پینتالیس دفعات تھیں پھر ۲۸۰ آپ نے کیسے کر دیں؟

زیدی:۔ دیکھئے صاحب! نظام حکومت کی بات ہے اس میں ایک صدارتی نظام ہوتا ہے، دوسرا وفاقی پارلیمانی۔ کیا مسودہ آئین پارلیمانی نظام پر مبنی ہے تفصیلات سے قطع نظر؟

نورانی:۔ زیدی صاحب میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہاں (مسودہ دستور کا) پارلیمانی نظام اس قسم کا ہے کہ شاید اس کی نظیر تاریخ میں کہیں نہ ملے اس لیے کہ اس پارلیمانی نظام میں وزیراعظم کی ذات کو اتنا عظیم بنا کر رکھ دیا گیا ہے کہ اس کے گرد پورا پاکستان گھومتا ہے۔ یوں سمجھ لیجیے کہ اس کی ذات ایسا محور ہے کہ گھوم پھر کر سب وہیں پہنچ جاتے ہیں یا اگر ایک گھنٹہ گھر بنا دیا جائے جیسا کہ لائلپور شہر کے بیچ میں ہے، آپ کسی بھی راستے سے نکلتے ہوئے چلے جائیں گھنٹہ گھر پر پہنچ جائیں گے، اسی طرح اس دستور میں وزیراعظم کو ایک گھنٹہ گھر بنا دیا گیا ہے اور گھوم پھر کر ساری مشینری خواہ وہ عدلیہ کی ہو، انتظامیہ کی ہو، صدارت کی ہو، پارلیمنٹ کی ہو، اسمبلی کو ہو یا ٹربیونس کی سب گھوم کر اسی طرف آ جاتی ہے جو اصل میں پارلیمانی روح کے منافی ہے۔

زیدی:۔ ملک میں آخر کسی کو تمام معاملات میں انتظامیہ کا سربراہ بنانا ہو گا اور وہ عوام کا منتخب نمائندہ بھی ہو گا تو مرکزیت پیدا کرنے کے لیے آپ کوئی تو ایک علامت اسمیں رکھیں گے، وہ کون ہونا چاہیے؟

Marfat.com

نورانی:۔ پارلیمانی نظام میں عام طور پر مرکزیت کی علامت صدر ہوا کرتا ہے اور انتظامیہ کے اختیارات وزیراعظم کے ہاتھ میں ہوتے ہیں، عدلیہ آزاد ہوتی ہے اور الیکشن کمیشن اپنی جگہ آزاد ہوتا ہے، وزیراعظم کا عدلیہ سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہوتا یعنی وزیراعظم بھی عدلیہ کے سامنے جواب دہ ہوتا ہے، انتظامیہ کو عدلیہ پر ہرگز بالادستی حاصل نہیں ہوتی اور ان تمام فنکشن کی نگرانی کے لیے.....

زیدی:۔ (بات کاٹتے ہوئے) میں آپ سے یہی پوچھنا چاہوں گا کہ صاحب! اس میں انتظامیہ کو کہاں بالادستی دی گئی ہے۔ عدلیہ پر یا الیکشن کمیشن پر؟

نورانی:۔ جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے انتخاب کے بعد اگر سپریم کورٹ میں کسی قسم کی بدعنوانی ہوتی ہے تو سپریم جوڈیشیل کونسل (Supreme Judicial Council) کی بجائے پارلیمنٹ کو یہ حق دیا گیا ہے کہ بحث مباحثہ کے بعد کثرت رائے سے عدلیہ کے کسی بھی رکن کو نکال سکتی ہے۔ آپ نے ملاحظہ کیا کہ عدلیہ ایک سیاسی جماعت کے ماتحت ہوگئی جس کو اکثریت حاصل ہے۔

زیدی:۔ میں آپ سے بڑے ادب سے عرض کروں گا کہ یہ کوئی پہلا موقع نہیں ہے کہ پارلیمنٹ کو اسطرح کا حق دیا گیا ہے۔ اس سے پہلے ہمارے یہاں ۵۶ء کے آئین میں بھی یہی گنجائش موجود تھی اس سلسلے میں متعلقہ دفعہ سے متعلق مسودہ آئین کے آرٹیکل ۱۷۷ میں کہا گیا ہے کہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کا تقرر صدر کرے گا اور باقی ججوں کا تقرر صدر ان تین ناموں میں سے کرے گا جنکی سفارش چیف جسٹس کریگا۔ گویا یہ اختیار بھی چیف جسٹس کو حاصل ہے۔ ۵۶ء کے آرٹیکل ۱۴۹ میں ہے کہ چیف جسٹس کا تقرر صدر کرے گا اور باقی ججوں کا تقرر صدر چیف جسٹس کے مشورے سے کرے گا یعنی ۵۶ء آئین میں صدر کو مشورہ قبول کرنے کا پابند نہیں بنایا گیا تھا جب کہ موجودہ مسودہ آئین چیف جسٹس جو تین نام دیگا انہی میں سے ایک کو صدر منتخب کرے گا یہ تو تقرر کی بات ہوگئی جہاں تک علیحدگی کا سوال ہے آپکا کہنا ہے کہ اسطرح سیاستدانوں۔۔۔

نورانی: (زیدی صاحب کے سوال کو طول دینے سے روکتے ہوئے) پہلے سوال کا جواب دیدوں پھر آپ کا دوسرا سوال آئے گا۔ عدلیہ کے سلسلے میں آپ نے جو پہلی بات کہی ہے کہ صدر عدلیہ

Marfat.com

کے سربراہ کو مقرر کریگا اور وزیر اعظم کا اس سے کوئی تعلق نہیں تو محترم یہ صدر کی صوابدید پر نہیں ہے کیونکہ صدر کو اصل میں مکمل طور پر وزیر اعظم کا پابند بنا دیا گیا ہے۔

زیدی:۔ وہ تو آپ ہی نے بنایا ہے۔ آئینی سمجھوتے میں کہا گیا ہے کہ صدر مکمل طور پر پابند ہوگا۔ مجھے یہ نہیں معلوم کہ اس کا پس منظر کیا تھا؟ اور آپ نے کیوں ایسا کیا؟ البتہ میں یہ تصور کر سکتا ہوں کہ اس سے پہلے اس ملک میں جمہوری اداروں کے ساتھ صدر یا گورنر جنرل جو کچھ کرتے رہے ہیں اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ نے یہ دفعات رکھنی ضروری سمجھی ہیں تاکہ عوام کے براہ راست منتخب نمائندوں کو زیادہ با اختیار بنایا جائے، اب آپ کو اسی پر اعتراض ہے؟

نورانی:۔ مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے۔ آپ جب یہ فرما رہے ہیں تو ساتھ ساتھ اس شق پر بھی نظر رکھیں کہ جہاں تک عدلیہ کا تعلق ہے اس پر وزیر اعظم کو بالادستی نہیں ہوگی۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ صدر وزیر اعظم کے مشورے کا پابند ہوگا لیکن آئینی سمجھوتے میں عدلیہ کی بالادستی والی شق بھی اس کے ساتھ ساتھ الگ رکھی گئی ہے۔

"THE JUDICIORY ELECTION COMMISION SHALL BE INDEPENDENT OF THE EXECUTIVE". 146
201

آپ نے غور فرمایا، اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وزیر اعظم اس سلسلہ میں کوئی مشورہ نہیں دے سکتا۔ صدر اپنی صوابدید پر ججوں کا تقرر کرے گا۔ اور الیکشن کمیشن بنائیگا۔

زیدی:۔ آپ متعلقہ دفعہ میں صرف اپنی صوابدید کے مطابق یہ بڑھانا چاہتے ہیں کہ صدر اپنی صوابدید پر-----

نورانی:۔ صدر اپنی صوابدید پر اپنی رائے اور اپنے اختیارات کو استعمال کرے جیسا کہ آئینی سمجھوتے میں کہا گیا ہے۔ عدلیہ اور الیکشن کمیشن کی آزادی برقرار رکھنے کی صورت یہ ہے کہ انکا تقرر براہ راست صدر اپنے اختیارات خصوصی سے کریگا۔ جبکہ یہاں وزیر اعظم کے تحت کر دیا گیا ہے۔

زیدی:۔ اسمیں جو الفاظ ہیں وہ تو صدر کے تحت ہیں اور آپ اسکی توضیح کر رہے ہیں چونکہ اس آئینی سمجھوتے میں صدر وزیر اعظم کے مشورے کا پابند ہوگا اسلئے میں یہاں علیحدگی والی شق آپکے

Marfat.com

سامنے پڑھنا چاہتا ہوں۔۵۶ء کے آئین میں ہائی کورٹ کا جج اس بنا پر الگ کیا جا سکتا ہے کہ سپریم کورٹ کے صدر سے استفسار پر کسی جج کے بارے میں برے رویہ یا ذہنی یا جسمانی معذوری کی بناء پر اسے علیحدگی کا مستحق قرار دیدے۔ اسی طرح آرٹیکل ۱۵۱(A) میں کہا گیا ہے کہ سپریم کورٹ کا جج صدر کے حکم سے الگ کیا جا سکے گا۔ بشرطیکہ قومی اسمبلی کے ارکان کی اکثریت اس سے درخواست کرے اور موجودہ ارکان کی دو تہائی تعداد اس کے حق میں ووٹ دے، تو یہ نئی دفعہ نہیں ہے۔ موجودہ مسودہ آئین میں فرق یہ ہے کہ سپریم جوڈیشل کونسل صدر یا۔۔۔۔۔

نورانی:۔ یہ آپ ۵۶ء کے آئین کا حوالہ دے رہے ہیں، میں ۵۴ء کا حوالہ دینا شروع کر دوں گا۔ اگر آپ تمام دساتیر کا مطالعہ کریں جو اس ۲۵ سال کے عرصہ میں اس ملک میں بنتے اور بگڑتے رہے تو ان میں آپ ملاحظہ کریں گے کہ عدلیہ کے اختیارات کو مسلسل ہر دستور میں کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس دستور میں خاص طور سے کی گئی ہے۔ ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں کہ موجودہ مسودہ آئین میں ایڈمنسٹریٹر اور ٹریبونل پر عدلیہ کو بالکل اختیار ہی نہیں، یہ کیسی آزادی ہے کہ عدلیہ کو پاکستان میں اپنے فیصلہ کو نافذ کرنے کا اختیار رہی نہیں ۔Courts 698
اور Joudicial Courts پر فیصلہ نافذ نہیں کر سکتی۔

زیدی:۔ میں اگر یہ عرض کروں کہ ایڈمنسٹریٹر کورٹس اور ٹریبونل جو ہیں وہ ہماری عدلیہ ہی کا حصہ ہیں تو؟

نورانی:۔ ٹریبونل اور ایڈمنسٹریٹر کورٹس عدلیہ ہی کا ایک حصہ ہیں۔ بہت خوب!! اگر عدلیہ ہی کا ایک حصہ ہیں تو عدلیہ کا ایک حصہ تو ہائی کورٹ بھی ہے لیکن ہائی کورٹ میں اگر کسی کے خلاف کوئی فیصلہ ہوتا ہے تو اس کی اپیل سپریم کورٹ میں ہو سکتی ہے لیکن یہاں (یعنی ایڈمنسٹریٹر کورٹس اور ٹریبونل) کے فیصلوں کے خلاف اپیل کرنے کا حق ہی نہیں دیا گیا، مطلب یہی ہوا کہ یہ عدلیہ سے باہر ہے۔

زیدی:۔ یہ تو خاص مقاصد کے لئے قائم کی جائیں گی اور اس میں کوئی ایسی خاص بات نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ معاملات کے جلد تصفیہ کے لئے شاید۔۔۔

نورانی:۔ جس مقصد کے لیے بھی قائم کی جائیں اس کو سپریم کورٹ کے ماتحت ہونا چاہئے۔ کسی

Marfat.com

بھی شہری کی اس بات کا حق ہے کہ اگر عدالت نے اس کے خلاف کوئی فیصلہ دیا ہے اور وہ اس فیصلے سے مطمئن نہیں ہے تو عدالت عالیہ سے اور اگر اس سے مطمئن نہیں ہے تو عدالت عظمیٰ میں اپیل کرے دونوں اعلیٰ عدالتوں میں سے کسی جگہ تو اپیل کا حق دینا چاہیے تا کہ وہ مطمئن ہو سکے۔

زیدی:۔ بہت بہتر جناب! اچھا اسلامی نظریات کی کونسل کا آپ نے ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ بالکل غیر مؤثر ادارہ ہے۔ میں صرف یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا دستور کی آرٹیکل ۲۲۷ پارلیمنٹ کو پابند نہیں کرتی کہ کوئی قانون قرآن وسنت کے منافی نہیں بنایا جائے گا اور تمام موجودہ قوانین کو اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالا جائے گا جبکہ یہ آرٹیکل پابند کرتی ہے تو پھر آپ نے اسلامی دفعات کو غیر مؤثر کیوں کہا ہے؟ اور کیا یہ دفعہ اس کی ضمانت نہیں دیتی؟

نورانی:۔ آئینی سمجھوتے کی یہ دفعہ تو ضمانت دیتی ہے لیکن اگر آپ مسودہ دستور دیکھیں تو اسمیں ضمانت نہیں ملتی۔

زیدی:۔ میرا تو خیال ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے تو دیکھا ہے۔

نورانی:۔ اور اچھی طرح سے پڑھ لیجئے اور آپ دیکھئے کہ ایک طرف تو لکھا ہے کہ:

"All existing laws shall be brought in conformity with the injunctions of Islam as laid down in The Holy Quran and Sunnah, in this part refer to that injunction of Islam and now how it shall be enacted which is repugnant to such injunction".

اور یہ گارنٹی دی گئی ہے، مگر آگے چل کر دیکھیں کہ وہاں گورنر، وزیر اعظم اور صدر مملکت کو یہ اختیار حاصل ہو گا کہ وہ جس قانون کو چاہیں کونسل آف اسلامک آئیڈیا لوجی کو refer کر دیں مگر اس درمیانی مدت میں جبکہ اس قانون کو پاس کرنیکی ضرورت پیش آرہی ہو تو بغیر اسلامک کونسل کے فیصلے کا انتظار کیئے اس کو نافذ کر سکتے ہیں۔ اس طرح خلاف اسلام قانون کو نافذ کر دیا گیا۔ گویا ایک طرف ضمانت دی گئی ہے مگر دوسرے ہی ہاتھ سے واپس بھی لے لی گئی ہے۔ آپ اسکی پوری دفعات کو پڑھیں۔

Marfat.com

زیدی:۔ جی میں نے پوری دفعات پڑھی ہیں اس میں تو یہ کہیں نہیں کہا گیا کہ آپ قرآن وسنت کے منافی قوانین کو عدالت میں چیلنج نہیں کر سکیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہاں ایک طریقہ کار طے کیا گیا ہے جو اسلامی نظریے کی کونسل کو Refer کرنے سے متعلق ہے اس کے لیے آئینی سمجھوتے میں آپ نے خود ہی شرط رکھی تھی کہ ایک کونسل بنائی جائے گی جو مسلمانوں کو اسلام کے مطابق زندگی گزارنے میں مدد دینے کے لیے مناسب اقدامات کرے گی۔ اس کے علاوہ آرٹیکل ۲۲۷ بھی ایک مؤثر ضمانت ہے۔

نورانی:۔ ذرا غور فرمائیے آپ نے جو ارشاد فرمایا ہے اس کی تردید خود بخود ہو جاتی ہے۔

"Where of a parliament a provincial assembly The President or The Governor, as the case may be consider, that in the public interest the making of the proposed law, in reaction to which question arose, should not be postponed under the advice of the Islamic Conis furnished, the law may be made before the advice is furnished ."

اس کا مطلب یہ ہوا کہ قانون قرآن وسنت کے خلاف بنا دیا جائے گا۔

زیدی:۔ اس کا یہ مطلب قطعی نہیں ہے۔

نورانی:۔ Before the advice is furnished کا یہ مطلب نہیں کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی تحریری اجازت آنے سے پہلے کوئی قانون خواہ وہ قرآن وسنت کے منافی ہو بنا دیں گے؟

زیدی:۔ قرآن وسنت کے منافی قانون بنانے کی کہیں بات نہیں کی گئی صرف urgency کی بات ہے۔

نورانی:۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ urgency میں خلاف کتاب وسنت قانون بنائے جا سکتے ہیں یہ تو اور بھی بدتر بات ہو گئی۔

Marfat.com

زیدی:۔ ابھی یہ طے ہی کہاں ہوا کہ یہ قرآن وسنت کے خلاف ہے۔

نورانی:۔ اسلامی نظریاتی کونسل کو Refer نے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں شک تھا کہ یہ قرآن وسنت کے منافی ہے؟

زیدی:۔ جی شک تھا۔

نورانی:۔ تو پھر اس شک کو رفع کیوں نہیں کیا گیا؟ انتظار کیے بغیر اس قانون کو پاس کر لیا گیا، یہ کیا بات ہے؟

زیدی:۔ جب اسلامی نظریہ کی کونسل یہ کہہ دے کہ فلاں قانون قرآن وسنت کے منافی ہے تو کیا آپ کے خیال میں وہ قانون اس ملک میں رائج نافذ رہ سکتا ہے؟

نورانی:۔ نہیں رہنا چاہیے مگر کوئی ضمانت اس میں نہیں دی گئی ہے۔

زیدی:۔ دفعہ ۲۲۷ کے تحت آپ چیلنج کر سکتے ہیں۔

نورانی:۔ چیلنج کہاں کریں گے؟

زیدی:۔ کورٹ میں۔

نورانی:۔ چیلنج کورٹ میں!! نہیں صاحب!

زیدی:۔ اس میں یہ بھی کہیں نہیں کہا گیا کہ آپ نہیں کر سکتے۔

نورانی:۔ آپ دیکھ لیں گے بالکل دیکھ لیں گے، وضاحت کے ساتھ تمام طریقہ کار...

زیدی:۔ قانون سازی کا طریقہ کار!!

نورانی:۔ آپ ذرا غور فرمائیے:

"Effect shall be given to the provision of clause 1 only in the manner provided in this part ."

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ قانون سازی جو کتاب وسنت کے خلاف ہے اس کو کورٹ میں چیلنج نہیں کر سکتے۔ اس کو چیلنج کرنے کا طریقہ صرف یہ ہے۔

زیدی:۔ اس میں چیلنج کرنے کا کہیں ذکر نہیں ہے میں نے اچھی طرح پڑھا ہے صاحب!

Marfat.com

نورانی:۔ اس کو مؤثر کس طرح بنایا جائے گا؟

زیدی:۔ جو طریقہ کار یہاں ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کو بھیجا جائے گا بس اسکا طریقہ کار یہی دیا گیا ہے۔

نورانی:۔ اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ کار نہیں ہے؟

زیدی:۔ جی ہاں! کوئی طریقہ کار نہیں ہے۔

نورانی:۔ وہی بات میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں، اچھا ہوا آپ مان گئے۔ دیکھ لیجئے اور غور فرمالیجئے۔ clause 1 میں ہے کہ:

"All the existing laws shall be brought in conformity with the injunction of Islam as laid down in The Holy Quran and Sunnah."

زیدی:۔ یہ آئین کا حصہ ہے نا!

نورانی:۔ ہاں، یہ آئین کا حصہ ہے۔

زیدی:۔ آئین کے کسی حصے کے خلاف ورزی ہو رہی ہو تو اسکی تعبیر وتشریح کے لیے اس کو آپ کورٹ میں لے جا سکتے ہیں۔

نورانی:۔ جا سکتے ہیں لیکن یہاں یہ پابند کر دیا گیا ہے کہ نہیں جا سکتے دیکھئے!! اس قانون کو مؤثر بنانے کے لیے یہاں یہ پابندی لگا دی گئی ہے کہ اس پارٹ کے اندر دیے ہوئے طریقہ کار کے مطابق ہی چلنا ہوگا ورنہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ کھلا چھوڑ دیتے۔

زیدی:۔ قانون سازی کے طریقہ کار میں بتایا گیا ہے کہ جب آپ قانون بنائیں گے تو اس کو قرآن وسنت کے مطابق بنانے کے لیے کیا کریں گے۔ (شک کی صورت میں) پہلے آپ اسلامی نظریاتی کونسل کو refer کریں جس میں علماء، جج اور ماہرین اقتصادیات ہونگے اور وہ مشورہ دیں گے کہ "آپ اسکو کس طرح قرآن وسنت کے مطابق بنا سکتے ہیں"۔ بس، اس کے لیے یہی شرط رکھی گئی ہے اور اس میں کہیں یہ نہیں ہے کہ صاحب۔

Marfat.com

نورانی:۔ یہ تو آپ ذاتی طور پر اپنی رائے سے کہہ رہے ہیں لیکن میں اپنی رائے نہیں دے رہا ہوں وہ بات کہہ رہا ہوں کہ جو میں نے آئین کے بناتے وقت اور مسودہ دستور تیار کرنے کے وقت سنی ہے اور اس کے مطالعہ کے بعد مجھ پر واضح ہوئی ہے۔

زیدی:۔ (چڑچڑے انداز میں) بہر حال مجھ پر بھی مطالعہ ہی سے واضح ہوئی ہے۔

نورانی:۔ آپ غور کیجئے کہ "foerentive detention" میں کسی شخص کو اگر نظر بند کیا گیا ہے، یہاں وہ کسی بھی جرم کے سلسلے میں ہو تو وہ کورٹ کے سامنے پیش ہوگا۔ اسکا یہ طریقہ کار معین کیا گیا ہے۔ یہاں بھی ایک طریقہ کار متعین کر دیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ قانون اسلامک آئیڈیالوجی کونسل کے پاس بھیجا جائے گا مگر کتاب وسنت کے خلاف جو قانون پارلیمنٹ بنا رہی ہے وہ پاس بھی کر لے اور کونسل کے فیصلے کا انتظار بھی کرے اور جس وقت چاہے اسکو نافذ بھی کر دیا جائے تو کتاب وسنت کے خلاف قانون تو نافذ ہو ہی گیا۔ کوئی ضمانت ہی نہیں ہے۔

زیدی:۔ میرا خیال ہے کہ ضمانت ہے۔

نورانی:۔ اس میں کوئی ضمانت نہیں ہے۔

زیدی:۔ اچھا، بہت بہت شکریہ۔

نورانی:۔ بہت شکریہ۔

اس کے بعد قومی اسمبلی میں 10 اپریل 1973ء کو نئے آئین سے متعلق رائے شماری کرائی گئی۔ تا کہ معلوم کیا جاسکے کہ اپوزیشن کے کون کون سے رہنما مجوزہ آئین کی مخالفت کرتے ہیں۔ آئین پر رائے شماری سے قبل متحدہ جمہوری محاذ کے لیڈروں کا اجلاس اسلام آباد میں ہوا جس میں شریک زیادہ تر پارٹی راہنماؤں کی رائے یہی تھی کہ آئین کے حق میں ووٹ دیا جائے۔ لیکن مولانا شاہ احمد نورانی نے اس رائے کی مخالفت کی۔ ان کا موقف یہ تھا کہ چونکہ پیپلز پارٹی نے دستوری معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے اور آئین میں اسلامی دفعات تسلی بخش نہیں ہیں۔ اس لئے جمعیت علماء پاکستان کے ارکان آئین کے حق میں ووٹ نہیں دیں گے۔

خان عبدالولی خان سردار شوکت حیات، مولانا ظفر احمد انصاری اور متحدہ جمہوری محاذ کے دیگر قائدین کے دلائل کے بعد طے پایا کہ جمعیت علماء پاکستان کے ارکان آئین کے خلاف

Marfat.com

ووٹ نہیں دیں گے۔ لیکن مولانا شاہ احمد نورانی اپنے اس نظریئے پر ثابت قدمی سے قائم رہے کہ وہ اور جمعیت کے ارکان قومی اسمبلی مجوزہ آئین کے حق میں کھڑے نہیں ہوں گے۔

مولانا نورانی اور ان کے رفقاء اپنے اس عزم پر عمل پیرا رہے۔ جب دستور پر رائے شماری ہوئی تو مولانا شاہ احمد نورانی، علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، مولانا محمد علی رضوی اور مولانا محمد ذاکر نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا۔ جب کہ اپوزیشن کے دیگر رہنماؤں میر غوث بخش بزنجو، عبدالولی خان اور پروفیسر غفور نے آخری وقت تک یہ کوشش جاری رکھی کہ مولانا نورانی کسی طرح کھڑے ہو جائیں۔ لیکن آپ ہمیشہ کی طرح اپنے مضبوط ارادے پر قائم رہے۔ اسمبلی میں تحریک استقلال سے وابستہ ارکان محمود علی قصوری، احمد رضا قصوری اور پیپلز پارٹی کے ایک رکن میر علی احمد تالپور نے بھی دستور کے خلاف ووٹ دیا۔

مولانا نورانی سے ایک صحافی نے جب یہ سوال کیا کہ آپ مشترکہ حزب اختلاف کے رابطہ سیکریٹری کے اہم عہدے پر فائز ہیں جب کہ اپوزیشن نے نئے آئین کے حق میں ووٹ دیا ہے۔ آپ نے اس کے حق میں ووٹ کیوں نہیں دیا؟ آپ نے جواب دیا:۔

آئین کی دفعات کو میں مکمل طور پر اسلامی نہیں سمجھتا اور یہی میری جماعت کا بھی موقف ہے۔ جہاں تک متحدہ جمہوری محاذ کا تعلق ہے، ہم نے اپنی پارلیمانی پارٹی کے اجلاس میں یہ طے کیا تھا کہ ہر شخص انفرادی طور پر آئین کے بارے میں جو رائے رکھتا ہے اس کا اظہار کرے۔ اس لئے رابطہ کمیٹی یا مشترکہ حزب اختلاف سے اختلاف کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ رابطہ کمیٹی نے اپوزیشن کے تمام ارکان کو یہ اجازت دے دی تھی کہ وہ اپنے ضمیر کی آواز کے مطابق ووٹ دیں یا نہ دیں۔

دستور کے متعلق رائے شماری میں جمعیت علماء پاکستان کے اراکین کی طرف سے حصہ نہ لینا ایک اہم خبر بن گئی تھی اور قومی صحافتی حلقے اس پر تبصرے کر رہے تھے۔ مولانا نورانی نے کراچی میں اخبار نویسوں کو بتایا کہ دستور کی تیاری کے دوران جمعیت علماء پاکستان کے رہنماؤں کو مرکز اور سندھ میں وزارتوں اور سفارتوں کی پیشکش کی گئی۔ لیکن ہم نے اسلام اور جمہوریت کی خاطر اسے ٹھکرا دیا۔

آپ نے کہا کہ ہم ایسے دستور کو کس طرح مکمل اسلامی کہہ سکتے ہیں جس کے اندر اسے

Marfat.com

مکمل طور پر اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے 9 سالہ مدت مقرر کی گئی ہے اور اس طرح خود حکمران پارٹی نے بھی یہ اعتراف کیا ہے کہ اس عرصے کے بعد ہی آئین سازی مکمل طور پر قرآن و سنت کی روشنی میں ہوگی۔ پاکستان کی آئین سازی کی تاریخ میں مملکت کا سرکاری مذہب اسلام قرار دینے اور آئین میں مسلمان کی تعریف شامل کرنے کا مطالبہ سب سے پہلے پیش کرنے کا سہرا جمعیت علماء پاکستان کے سر ہے۔

لیکن ابھی تک ہمارے بہت سے بنیادی مطالبات تسلیم نہیں کئے گئے ہیں۔ اس لئے ہم نے رائے شماری میں حصہ نہ لیکر واضح طور پر اپنے اختلافات کا اظہار کر دیا ہے اور نئے آئین کی منظوری کے بعد دراصل ہمارے کام کا آغاز ہوا ہے۔ اب ہم اسلامی دفعات کو آئینی تحفظ دلانے اور عائلی قوانین کی تنسیخ، تینوں افواج کے سربراہوں کے لئے مسلمان ہونے کی شرط اور فتنہ ارتداد کو روکنے کی ضمانت حاصل کرنے کی جدوجہد کریں گے۔

اگرچہ 1973 کا آئین مکمل طور پر اسلامی آئین نہیں کہا جا سکتا لیکن مولانا شاہ احمد نورانی اور دیگر علمائے کرام کی کوششوں سے اس آئین میں بعض اسلامی شقیں شامل کر لی گئیں اور اس طرح کمیونسٹ عناصر جو پاکستان کو کمیونزم کی آماجگاہ بنانا چاہتے تھے، اپنے مقاصد میں ناکام ہو گئے۔ 1973ء کے آئین کی جو اسلامی شقیں مولانا شاہ احمد نورانی کی طرف سے تجویز کردہ ترمیمات کی وجہ سے آئین کا حصہ بنیں تھیں، ان کا خلاصہ یہ ہے:۔

1.... مملکت کا مذہب اسلام ہوگا۔

2.... قران وسنت کے منافی کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا۔ پہلے سے موجود قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھالا جائے گا۔

3.... دستور کے نفاذ کے 90 دن کے اندر اندر اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل ضروری ہوگی۔ کم از کم دو ممبران سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کے جج ہوں گے کونسل کا چیئرمین ان میں سے کسی ایک کو مقرر کیا جائے گا۔

4.... صوبائی یا مرکزی اسمبلی کی 2/5 اقلیت بھی کسی زیر غور قانون کو اسلامی نظریاتی کونسل کے پاس بھیج سکنے کی مجاز ہوگی (پہلے یہ حق صرف اکثریتی پارٹی کو حاصل تھا)

5.... کونسل کا مشورہ موصول ہونے سے پیشتر انتہائی ناگزیر حالات میں اگر کوئی قانون پاس

Marfat.com

ہو جائے اور کونسل بعد میں یہ رائے دے کہ قرآن وسنت کے منافی ہے، تو لازما اس پر نظر ثانی کی جائے گی۔ کونسل کی آخری رپورٹ وصول ہونے کے دو سال کے اندر اندر قومی اور صوبائی اسمبلیاں ان قوانین کو کونسل کے مشوروں کے مطابق قرآن وسنت کے مطابق بنانے کی پابند ہوں گی۔

آئین کی تشکیل تک بھٹو ملک کے سیاہ سفید کے مالک تھے اس دور میں ایک خوف و ہراس کی فضا قائم تھی کوئی بھی شخص اختلافی آواز بلند کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا حتیٰ کہ صوبہ سرحد و بلوچستان میں جمعیت علماء اسلام اور نیپ نے وزارتوں اور صوبوں کی گورنری کی قیمت پر حکومت سے سودے بازی کرلی اور حکومت میں شمولیت اختیار کرلی۔ حزب اختلاف میں شامل مسلم لیگی رکن ذرا سا جھجک کر بلبل غم زدہ بن کر خاموش ہو گئے ہر دور کے وزیر خان عبدالقیوم خان نے حسب معمول وزارت داخلہ کے حصول کے بعد حزب اختلاف کو خیر باد کہہ دیا، ممتاز محمد خان دولتانہ سفیر برطانیہ بن کر لندن سدھار گئے حتیٰ کہ خود جمعیت علماء پاکستان کے تین ارکان میاں محمد ابراہیم برق، مہر غلام حیدر بھروانہ اور صاحبزادہ نذیر سلطان نذر سلطان ہو گئے۔

ابتداء میں حزب اختلاف کے قائد مسلم لیگ کے سربراہ مرزا شوکت حیات خان تھے جن کے گیارہ ممبران تھے مگر جلد ہی وہ گیارہ گھٹ کر صرف ایک ہو گیا اور حزب اختلاف گھٹ کر چند ارکان پر مشتمل رہ گیا تھا تو از سر نو قائد حزب اختلاف بنانا پڑا جس کے لئے قرعہ فال خان عبدالولی خان کے نام نکلا کہ وہ حزب اختلاف کی تمام جماعتوں میں سب سے زیادہ ارکان لئے ہوئے یعنی سات ارکان ان کی پارٹی کے منتخب ہوئے تھے وہ سات کے سات ہی اپوزیشن میں ڈٹے رہے ان کے علاوہ مسلم لیگ کے گیارہ میں سے دس ارکان، جمعیت علماء پاکستان کے سات میں سے تین ارکان، جمعیت علماء اسلام کے سات میں سے تین ارکان منحرف ہو کر حکومتی گروہ میں شامل ہو چکے تھے۔

اسی دوران حضرت قائد اہلسنت نے تمام اپوزیشن جماعتوں سے رابطہ کر کے ایک اجتماعی اپوزیشن بنانے کی ترغیب دی جو کہ اسمبلی میں بھی اور باہر عوام میں بھی پیپلز پارٹی کے خلاف اجتماعی سیاست کرے اور اس کی ضرورت اس لئے بھی تھی کہ اسمبلی کے اندر اپوزیشن کی آواز میں جب ہی توانائی پیدا ہو سکتی ہے جب عوام میں بھی اس کا شعور اجاگر ہو اس وقت بھٹو حکومت کے

Marfat.com

خلاف کسی کو منظم کرنا اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا موت کو دعوت دینا تھا مگر اس حق گو اور بے باک شخص نے 28 فروری 1973ء کو اپنے کمرہ، ایم این اے ہوسٹل میں ملک کے سرکردہ سیاستدانوں کو مدعو کیا اور ایک جمہوری محاذ تشکیل پا گیا اور پیر پگارا اس کے صدر نامزد کردئے گئے جبکہ قائد اہلسنت عوامی رابطہ مہم کے انچارج قرار پائے۔

چنانچہ بھٹو حکومت کے خلاف عوامی رائے عامہ کو بیدار کرنے اور پاکستانی معاشرے کے بگڑتے ہوئے کلچر کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے اور ملک میں ڈکٹیٹر شپ کے خاتمے اور حقیقی جمہوریت لانے کیلئے آپ نے عوامی رابطہ مہم کے انچارج کی حیثیت سے ملک کے طول و عرض کے دورے شروع کردیے اور پھر مشترکہ طور پر جلسوں کا پروگرام بنایا چنانچہ متحدہ حزب اختلاف کی جانب سے عوامی طاقت کا پہلا مظاہرہ بصورت جلسہ پشاور میں ہوا جو حکومتی توقع کے برخلاف انتہائی زیادہ کامیابی سے ہمکنار ہوا اس جلسے میں تمام اپوزیشن رہنماؤں کا نہایت ہی پرجوش استقبال کیا گیا اور خاص طور پر قائد اہلسنت کو اسمبلی کے اندر اور باہر جرأت مندانہ کردار کی وجہ سے بے حد پزیرائی حاصل ہوئی متحدہ اپوزیشن کی یہ مہم جو پشاور سے شروع کی گئی تھی بہت ہی زیادہ کامیابی سے ہمکنار ہوئی اس سلسلے میں پشاور کے علاوہ کوئٹہ اور حیدرآباد کے جلسے حد سے زیادہ کامیاب رہے۔

ادھر حکومت کی یہ کوشش تھی کہ کسی نہ کسی طرح اپوزیشن کی یہ رابطہ مہم ناکامی سے ہمکنار ہو اور عوام کے ذہنوں سے ان کے اثرات کو زائل کیا جاسکے لیکن حکومت کی یہ خواہش ناکام ہوگئی تو بھٹو حکومت بوکھلاہٹ کا شکار ہونے لگی اور آئندہ کے پروگراموں کو سبوتاژ کرنے کیلئے غیر روایتی ہتھکنڈے استعمال کرنا شروع کردئے جس کے تحت لاؤڈ اسپیکر اکھاڑ دئے گئے اور عوام میں خوف و ہراس پیدا کرنے کیلئے سیکیورٹی کے نام پر برسر عام جلسے میں شرکت کرنے والوں پر لاٹھیاں برسائی گئیں، پیپلز پارٹی کے غنڈوں کو کھلی چھوٹ دی گئی کہ وہ جس طرح بھی چاہیں ان جلسوں کو ناکام بنائیں تو انہوں نے جلسہ گاہ میں پتھراؤ بھی کیا۔ گولیاں بھی چلائیں اور ادھر پولیس امن وامان کے نام پر جلسے کے منتظمین اور کارکنوں کو گرفتار کرتی رہی اور انہیں جیلوں میں بند کرکے اذیتیں دیتی رہی حتیٰ کہ جمہوریت کی دعویدار حکومت نے حزب اختلاف کی کامیابیوں کو دیکھتے ہوئے ان کے تمام جلسوں کے اجازت نامے منسوخ کردیئے تاکہ اپوزیشن راہنماؤں کا رابطہ عوام

Marfat.com

سے منقطع کر دیا جائے۔

اسی قاعدے کی رو سے ملتان میں جلسہ عام نہ ہونے دیا گیا جلسہ گاہ قاسم باغ کے چاروں طرف ناکہ بندی کر دی گئی کسی کو اندر داخلے کی اجازت نہ دی گئی لیکن عوام پھر بھی ہزاروں کی تعداد میں پہنچ گئی تو ان پر لاٹھی چارج کر کے منتشر کیا جاتا رہا لیکن عوامی سیلاب نے چھوٹے چھوٹے جلسوں اور ریلیوں کی شکل اختیار کر لی اور خود ہی علاقائی راہنما تقاریر کرنے لگے۔

ادھر جس ٹرین سے قائد اہلسنت علیہ الرحمہ ملتان تشریف لا رہے تھے اس ٹرین کو روہڑی روک دیا گیا اور اتنی تاخیر سے روانہ کیا گیا کہ جلسے کا وقت ہی ختم ہو چکا تھا مگر اس نظام مصطفیٰ ﷺ کے متوالے کیلئے عوام اسٹیشن پر جمع ہو گئی حتیٰ کہ صبح سے شام ہو گئی مگر عوام بڑھتی ہی چلی گئی۔ ریلوے اسٹیشن میں تل دھرنے کی جگہ نہیں رہی، آپ ملتان پہنچے اور اسی جگہ خطاب کرنا شروع کر دیا تو پولیس فورس نے آپ کو وہیں روک دیا اور حکم نامہ دکھایا کہ آپ پورے ملتان ضلع میں کہیں خطاب نہیں کر سکتے۔ اس طرح متحدہ محاذ کی عوامی رابطہ مہم کے اجتماعات پر پابندی لگا دی گئی اور اس کو بالجبر ختم کر دیا گیا مگر قائد اہلسنت علیہ الرحمہ نے مذہبی جلسوں، بزرگان دین کے عرس کے عنوان سے ایک نئے انداز سے عوامی رابطے کو برقرار رکھا اور ہر جگہ اپنی تقاریر میں جمہوریت کا راگ الاپنے والی حکومت کے آمرانہ اقدامات سے عوام کو آگاہ کیا۔

پیپلز پارٹی کی حکومت مولانا شاہ احمد نورانی کو غیر جمہوری انداز میں سچائی بیان کرنے سے جتنا روکتی تھی مولانا کا لہجہ اتنا ہی سخت ہوتا جا رہا تھا اور وہ اپنی جدوجہد کو مزید تیز کر دیتے تھے۔ انہوں نے صادق آباد میں جمہوریت کے نام پر قائم آمریت کا عوامی عدالت میں ان الفاظ میں پردہ چاک کیا:۔

''موجودہ حکومت آزادی تحریر و تقریر اور جمہوریت کے ساتھ مذاق کر رہی ہے۔ موجودہ حکومت کے دور میں غنڈہ گردی اور عیاشی میں زبردست اضافہ ہوا ہے۔ اپوزیشن کو ناکام بنانے کے لئے پتھراؤ کیا جاتا ہے۔ غنڈہ گردی کو پھلنے پھولنے کا موقع دیا جا رہا ہے اور غنڈوں پر کوئی قانون لاگو نہیں کیا جاتا۔ پچیس سالہ تاریخ میں مزدوروں پر اتنا ظلم کبھی نہیں ہوا جتنا آج کل ہو رہا ہے۔ ایسی ظالم حکومت کے قائد کو قائد عوام کیسے کہا جا سکتا ہے۔ حکومت کا عوام سے رشتہ ٹوٹ چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت عوام کے سامنے آنے کی جرأت نہیں کرتی۔'' مولانا نے

Marfat.com

اپنے مشن اور عزم پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا:۔

''ہم اس ملک میں اسلامی آئین کا نفاذ دیکھنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اس سرزمین میں رسول عربی ﷺ کے پروانے رہتے ہیں۔ پاکستان اس لئے بنا تھا کہ اس کے اندر قرآن کے احکامات کی بالادستی ہوگی۔ دین مصطفیٰ ﷺ جاری وساری کیا جائے گا۔ لیکن آج اس ملک میں کیا ہو رہا ہے۔ کیا آپ نے اس بارے میں سوچا ہے؟ اب اس ملک میں ہوجمالو ہونے لگی ہے۔ کیا پاکستان ہوجمالو کے لئے بنایا گیا تھا۔ ہرگز نہیں۔ ملک کے کونے کونے سے آج یہ مطالبہ کیا جارہا ہے کہ مرزائیوں کو اقلیت قرار دیا جائے لیکن ہماری حکومت اسے فرقہ وارانہ مسئلہ سمجھتی ہے''۔ پیپلز پارٹی کی حکومت کا پاکستان کے سیاسی کلچر کو عیاشیوں کے ذریعے بگاڑنے کا تذکرہ یوں کیا:۔

''عوامی وزیر اٹھارہ اٹھارہ فٹ لمبی کاروں میں پھر رہے ہیں۔ عوام بھوکے مر رہے ہیں لیکن انہیں اپنا ٹھاٹھ باٹھ عزیز ہے۔ غریب عوام چلا رہے ہیں کہ آٹا مہنگا ہوگیا ہے، کپڑا مہنگا ہوگیا ہے۔ جواب ملتا ہے کہ خزانہ خالی ہے۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ جشن منانے کے لئے روپیہ کہاں سے آیا۔ قوم کو حساب دینا پڑیگا۔ قوم پوچھتی ہے کہ بتاؤ خزانہ خالی ہے تو کس نے کیا؟ یحیٰی خان نے کیا ہے تو اسے عوام کے سامنے لایا جائے۔ لیکن ایسا نہیں کیا جاتا۔ اس غدار قوم کو تحفظ دے کر عالیشان بنگلہ دیا ہوا ہے۔ اس ملک میں بے پناہ دولت کے ذخائر موجود ہیں۔ لیکن کروڑوں روپے کی چینی، گندم اور چاول بھارت اسمگل کئے جارہے ہیں۔ خزانہ چوروں، ڈاکوؤں اور اسمگلروں کے ہاتھوں میں آچکا ہے''۔

مولانا نے حکومت کو براہ راست پیغام دیا کہ ہمارے عزائم میں ڈی پی آر اور جیلوں کی قید وبند کی صعوبتیں حائل نہیں ہوسکتیں۔ جمہوریت کا قافلہ اب چل پڑا ہے۔ اسکے آگے بڑے سے بڑا بند بھی کارگر نہ ہوگا۔ اب جمہوریت پسند مولانا نورانی اور آمرانہ خواہشات رکھنے والے ذوالفقار علی بھٹو کے درمیان براہ راست تصادم شروع ہوچکا تھا۔

جمہوریت کے لبادے میں لپٹے جاگیردار بھٹو جس نے کبھی اختلاف کو قبول ہی نہ کیا تھا، مولانا شاہ احمد نورانی سے بہت نالاں تھے۔ وہ مولانا کا راستہ روکنے کیلئے تمام انتظامی حربے استعمال کررہے تھے۔ لیکن مولانا نورانی تمام حربوں کو ناکام کرتے ہوئے سول آمریت کے

Marfat.com

سامنے چٹان کی مانند کھڑے تھے تاکہ ملک میں جمہوریت کے کمزور پودے کو تناور کرسکیں اور فرد واحد، فوجی ڈکٹیٹروں کی مانند مطلق العنان نہ بن جائے۔ مولانا کے شب و روز جمہوریت کے استحکام اور نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے وقف تھے۔ یہاں بھٹو کے مقابلے میں انکا جمہوری اپوزیشنل کردار مکمل طور پر نکھر کے سامنے آتا ہے۔ وہ اکثریت کی دعویدار حکومت کی نااہلی اور ممبران اسمبلی کے ربڑ اسٹمپ کے کردار کو بھرپور انداز سے تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے یوں اظہار خیال کرتے ہیں:-

''موجودہ ارباب حکومت کے عزائم ایک سال سات ماہ کے عرصے میں بالکل عیاں ہو چکے ہیں۔ یہ عوامی نہیں بلکہ فسطائی حکمران ہیں جو ہٹلر اور مسولینی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے دور حکومت میں اتنے مزدوروں کو گولیوں سے مارا ہے کہ شکاگو کی تاریخ کو بھی مات دیدی۔ حکومت نے نہ صرف جمہوری اقدار کو پامال کیا ہے بلکہ جمہوری عمل کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ حکومت عوام کا اعتماد کھو چکی ہے اور اب وہ صرف سرکاری مشینری، پولیس، فیڈرل سیکورٹی فورس، پیپلز گارڈ اور لاقانونیت کے عادی عناصر کے بل پر چل رہی ہے۔ حکومت کے بعض افراد کے بارے میں یہ تاثر عام ہے کہ انہوں نے اپنی سرپرستی میں اسمگلنگ کرائی اور اب تک کرا رہے ہیں۔ انہوں نے سرمایہ داروں کو تحفظ دیا ہے۔ انہیں بڑے بڑے عہدوں پر مامور کیا ہے۔ ابھی حال ہی میں سیاحت کارپوریشن کا چیئرمین ۲۲ خاندانوں کے ایک ممتاز نمائندے مسٹر کاوس جی کو مقرر کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے مسٹر رفیق سہگل کے سپرد پی آئی اے کو کیا جا چکا ہے۔

افسر شاہی اور نوکر شاہی کو پھر قوم پر مسلط کیا جا رہا ہے۔ افسر شاہی کے ایک بہت بڑے نمائندے مسٹر عزیز احمد کو وزیر بنا دیا گیا ہے جو اس بات کا ثبوت بلکہ اعتراف ہے کہ پیپلز پارٹی میں اہل افراد موجود نہیں ہیں۔ یہ ارباب حکومت کی نااہلی اور ناکامیوں کا کھلا اعتراف ہے۔ ایسی حکومت کیلئے جسکے زمانہ اقتدار میں اسمگلروں اور چوروں کو کھلی چھٹی مل جائے۔ جسکے پاس اہل افراد موجود نہ ہوں، جو مزدور دشمن، سرمایہ داری کی سرپرست ہو اور انکے مفادات کی نگہبان ہو۔ بہتر یہ ہے کہ خود مستعفی ہو جائے ورنہ نوشتہ دیوار پڑھ لے کہ اسے مستعفی ہونا پڑے گا اور عوام ان کے ظلم و تشدد کا حساب لے کر رہیں گے''۔

Marfat.com

پیپلز پارٹی کی حکومت ہر اس شخص کا راستہ روک رہی تھی جسکا تعلق حزب اختلاف سے تھا۔انہوں نے آزاد کشمیر میں ووٹوں کی اکثریت کی بنیاد پر آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کی سردار عبدالقیوم کی صدارت میں قائم حکومت کے خلاف محض اس لئے اقدامات کرنا شروع کر دیئے کہ سردار عبدالقیوم کے روابط اپوزیشن رہنماؤں سے تھے اور سردار عبدالقیوم نے مسٹر بھٹو کی خواہش کے برعکس قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور اسکے کچھ عرصے بعد مسلم کانفرنس کی منتخب حکومت کو ایک فرمان کے ذریعے ختم کر دیا گیا۔

مولانا شاہ احمد نورانی اس وقت ملک گیر دورہ کرتے ہوئے ملتان پہنچے۔انہوں نے سردار عبدالقیوم کی حکومت برطرف کرنے کے فیصلے پر سخت احتجاج کیا اور پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ملک کے کروڑوں غیور مسلمان قادیانیوں کے ایماء پر آزاد کشمیر کے صدر سردار عبدالقیوم خان کی برطرفی برداشت نہیں کریں گے۔سردار عبدالقیوم نے آزاد کشمیر اسمبلی سے قادیانیوں کے خلاف قرارداد منظور کروا کر ساری دنیا کے مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔حکومت کو اپنے اس فیصلے پر نظر ثانی کرنا چاہیئے۔

لیکن حکومت اپنی اکثریت کے زعم میں مبتلا رہی اور قادیانی لابی نے آزاد کشمیر سے مسلم کانفرنس کی حکومت ختم کرانے کے بعد یہ تاثر دیا کہ پاکستان اور آزاد کشمیر کے معاملات پر ان کا گہرا اثر ہے اور مسٹر بھٹو اس لابی کے اس لئے بھی اسیر ہو گئے تھے۔کیونکہ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں قادیانیوں نے پیپلز پارٹی کی بھرپور مدد کی تھی۔لیکن ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کے خلاف جو ملک گیر مہم چلی اسکی وجہ سے بھٹو بھی بے بس ہو گئے تھے اور انہیں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا پڑا۔مولانا شاہ احمد نورانی ذوالفقار علی بھٹو کے ہر غلط اقدام کو چیلنج کر رہے تھے اور ہر مسئلے پر ترکی بہ ترکی جواب دیکر قوم کو صحیح حالات سے آگاہ کر رہے تھے۔انہوں نے بھٹو کو چیلنج کرتے ہوئے کہا کہ وہ عہدہ صدارت سے مستعفی ہو جائیں۔میں بھٹو سے صدارت سمیت کسی بھی عہدے کے لئے مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہوں۔انہوں نے تجویز پیش کی کہ اس عبوری دور کے لئے حکومت نائب صدر نور الامین کے حوالے کر دی جائے۔

انتخاب وزیراعظم:۔

اس دوران 1973ء کے آئین کے تحت وزیر اعظم کے انتخاب کا مرحلہ آ گیا تو متحدہ

Marfat.com

جمہوری محاذ نے اس اہم معاملے پر غور وخوض کیلئے سربراہی اجلاس منعقد کیا جس میں یہ طے کرنا تھا کہ آیا وزارت عظمیٰ کا الیکشن لڑا جائے یا نہیں اور اگر لڑا جائے تو وزیر اعظم کا امیدوار کون ہونا چاہیے کیوں کہ پیپلز پارٹی کیطرف سے مسٹر بھٹو وزیر اعظم کے امیدوار تھے جو اس وقت صدارتی عہدے پر بھی فائز تھے۔

نیز یہ کہ وزیر اعظم کے ووٹر قومی اسمبلی کے ارکان تھے اور جس طرح ایوان میں پیپلز پارٹی کی اکثریت تھی اس کے پیش نظر اس کی ناکامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا جبکہ بھٹو صاحب کی یہ خواہش تھی کہ وہ بلا مقابلہ وزیر اعظم منتخب ہو جائیں تا کہ وہ قوم میں یہ تاثر دے سکیں کہ پورے ملک میں میرے سامنے کوئی شخصیت نہیں جو کہ کسی سطح پر میرے مقابلے میں آئے چنانچہ تفصیلی غور وخوض کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ وزارت عظمیٰ کا الیکشن لڑا جائیگا تا کہ قوم کے سامنے متبادل قوت وقیادت کا تصور پیش کیا جائے اور بھٹو کے طلسم کو توڑا جائے اور اس کے بلا مقابلہ منتخب ہونے کے ارادے کو خاک میں ملا دیا جائے اب مسئلہ یہ پیدا ہوا کہ اس کے مقابلے میں کون آئیگا کیوں کہ ضروری تھا کہ اس اہم ترین منصب کیلئے مقابلے پر وہی شخصیت ہو جس کا ماضی وحال اقتدار پرستی کی غلاظتوں سے پاک ہو جو فہم وفراست، جرأت و بہادری، معاملہ فہمی اور ملکی و بین الاقوامی سیاست پر گہری نظر رکھتا ہو، جو درمیان ہی میں بھٹو کے دباؤ یا لالچ میں آکر الیکشن لڑنے سے انکار نہ کر سکے۔

چنانچہ اس نازک ترین موقعہ پر تمام اپوزیشن رہنماؤں کی نظر انتخاب جس شخصیت پر پڑی وہ شخصیت قائد اہلسنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی کی شخصیت تھی جو تمام مذکورہ بالا خصوصیات کے حامل تھے یعنی یہ کہ 5، اگست 1973ء کے اس کل اپوزیشن جماعتی اجلاس میں مولانا نورانی کی نامزدگی نے یہ بات طے کر دی کہ سوشلسٹ، ذہین وفطین سیاستدان بھٹو کا مقابلہ نظام مصطفیٰ ﷺ کا داعی ایک فقیر منش شخص ہی کر سکتا ہے اور وہ مولانا نورانی ہیں یہی وجہ تھی کہ دیگر جماعتوں کی قیادت نے قائد اہلسنت کو اپنا قائد تسلیم کر لیا۔

یوں حضرت قائد اہلسنت عملی سیاست کے صرف تین سال بعد ہی اس مقام پر پہنچ چکے تھے جن پر دیگر قومی رہنما عرصہ دراز سے نہ پہنچ پائے تھے، وزیر اعظم کے انتخاب میں آپ نے بڑے ہی وثوق واعتماد سے مسٹر بھٹو کا مقابلہ کیا اور 32 ووٹ حاصل کئے یوں آپ نے بھٹو کے بلا

Marfat.com

مقابلہ وزیر اعظم بننے کی اس خواہش کو ہمیشہ کیلئے خاک میں ملا دیا۔

آپ کو اپوزیشن کے تقریباً تمام ہی ارکان نے ووٹ دیا صرف جمعیت علماء اسلام کے تین ارکان مولوی غلام غوث ہزاروی، مولوی عبدالحکیم اور مولوی عبدالحق (والد مولوی سمیع الحق) نے آپ کے مقابلے میں بھٹو کو ووٹ دینے کو ترجیح دی جس پر جمعیت علماء اسلام نے ان ارکان کو مطلع کیا کہ آپ نے جماعتی فیصلے کی خلاف ورزی کی ہے جو کہ پارٹی کے نظم وضبط کی خلاف ورزی کے مترادف ہے اور جماعتی فیصلہ کے برخلاف ایک عالم دین کے بجائے ایک آمر وقت کو ووٹ دیا ہے لہٰذا آپ تینوں ارکان کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ فوراً جمعیت سے مستعفی ہو جائیں ورنہ تینوں ارکان کو پارٹی سے خارج کر دیا جائیگا کہ آپ نے علی الاعلان پارٹی سے بغاوت کی ہے اور جمعیت علماء اسلام کے آئین کی رو سے کوئی شخص اس قسم کی کاروائیوں کے بعد جمعیت کا رکن نہیں رہ سکتا چنانچہ انہوں نے مستعفی ہونے کا اعلان نہ کیا تو مفتی محمود نے خود ہی ۲۱ اگست ۱۹۷۳ء کو ان ارکان کو پارٹی سے خارج کر دینے کا اعلان کر دیا۔ ذوالفقار علی بھٹو کا وزارت عظمٰی کے انتخابات میں مقابلہ کرنے کے بعد آپ کی نورانی شخصیت قومی سیاسی افق پر ایک نئے انداز سے ابھری کہ تمام قومی راہنماؤں کا آپ کی شخصیت پر اعتماد ایک غیر معمولی واقعہ تھا۔

آپ کے پارلیمانی دور کو ملک کے تمام اخبارات ورسائل نے اس زمانے میں بھرپور طریقے سے خراج تحسین پیش کیا۔

چنانچہ پیر کرم شاہ الازہری نے ضیاء حرم کے اداریہ میں سردلبراں کے عنوان سے جون 1973ء کی اپنی اشاعت میں آپ کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا کہ عام انتخابات کے بعد قومی اسمبلی میں جمعیت علماء پاکستان کا جو پارلیمانی گروپ تشکیل دیا گیا اس کی قیادت مولانا شاہ احمد نورانی کے سپرد کی گئی اس عرصہ میں بڑے کٹھن اور صبر آزما مراحل بھی آئے، ابتلاء و آزمائش کی روح فرسا اذیتوں کو بھی طے کرنا پڑا۔ ترہیب و ترغیب کے ہتھکنڈے بھی استعمال کئے گئے لیکن ہر موقع پر اس بطل جلیل نے اپنی بالغ نظری مومنانہ فراست اور قائدانہ صلاحیتوں کا وہ مظاہرہ کیا کہ اپنے اور بیگانے سب عش عش کر اٹھے، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پہ آئین کے متعلق اپوزیشن کے عام لیڈروں کے انٹرویو نشر ہوئے لیکن مولانا نورانی کے انٹرویو کی شان ہی نرالی تھی جس مہارت اور حذاقت سے انہوں نے اس شاطر نقاد کو ہر نکتے پر مات دی اور لاجواب کیا وہ انہی کا حصہ تھا غرض

Marfat.com

کہ نجی گفتگو ہو یا مجمع عام میں سیاسی خطاب اپنے حامی اور عقیدت مندوں کا حلقہ ہو یا مخالفین کا ہجوم، آئین سازی کی مہم ہو یا متحدہ محاذ کی تشکیل کا مرحلہ ہر جگہ نورانی میاں منفرد نظر آتے ہیں اہلسنت کو ان کی کارکردگی پر فخر ہے یہ مرد درویش ابتداء سے آخر تک اپنے موقف پر ڈٹا رہا ان کو جن جان گسل مرحلوں سے گزرنا پڑا ان کی شدت کا صحیح احساس وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے حالات پر کڑی نظر رکھی ہو۔

ہمیں افسوس ہے کہ جمعیت علماء پاکستان کے وہ نمائندے جو پنجاب سے منتخب ہوئے بجز حضرت مولانا محمد ذاکر کے انہوں نے اپنا قومی فرض ادا نہ کیا انہوں نے ہمارے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے اپنے بے غرض اور بے لوث کارکنان کا منہ چڑایا ہے جو قوم سے ان کیلئے ووٹوں کی بھیک مانگتے رہے۔

کمیونسٹ اخبار روزنامہ آزاد لاہور لکھتا ہے کہ بھائیو مولانا شاہ احمد نورانی کا کیا پوچھتے ہو؟ جو بگولے کی طرح سیاست میں آئے اور آندھی کی طرح چھا گئے۔

جماعت اسلامی کا ترجمان روزنامہ جسارت فروری ۷۲ء کی اشاعت میں آپ کے بارے میں رطب اللسان ہے کہ مولانا شاہ احمد نورانی اصلاً ایک مبلغ ہیں ان کی زندگی کا بیشتر حصہ اپنے والد مولانا عبد العلیم صدیقی کی طرح اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں گزرا ہے ان کی سیاسی زندگی کا آغاز 1970ء کے عام انتخابات سے ہوا اور سچی بات یہ ہے کہ اس میدان میں وہ اپنی جماعت کے دیگر امیدواروں پر بازی لے گئے ان کی کامیابی کا راز اتنا ہی نہیں ہے کہ ان کے حلقہ انتخاب میں ان کے ہم مسلک اور عقیدت مند لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اس کامیابی میں ان کی سیاسی سوجھ بوجھ، خوش گفتاری بذلہ سنجی عام لوگوں میں جلد گھل مل جانے کی صلاحیت اور ذاتی وجاہت بھی کا کچھ نہ کچھ حصہ ہے مختصر سیاسی زندگی میں ایک منجھے ہوئے سیاستدان کے انداز سے ابھر آتے ہیں اور انہوں نے ملک کے پرانے سیاستدانوں کی نگاہوں میں بھی ایک محترم مقام پیدا کر لیا۔

جمعیت علماء پاکستان کو ایک خالص مذہبی جماعت سے اٹھا کر ملک کی معروف سیاسی جماعتوں کی صف میں لا کھڑا کرنے کا سہرا انہی کے سر ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی بروقت اظہار رائے پر خاص توجہ دیتے ہیں جو ایک اچھے سیاسی رہنما کیلئے ضروری وصف ہے۔ وہ جرأت و بے

Marfat.com

باکی کیساتھ کسی ذہنی تحفظ کے بغیر بات کرنے کے قائل ہیں۔

ہفت روزہ استقلال لاہور نے اپنی ۲ جولائی ۷۳ء کی اشاعت میں آپکا تعارف ان الفاظ میں کرایا، آپ کی سیاسی خدمات پر اس خوبصورت انداز میں روشنی ڈالی کہ مولانا شاہ احمد نورانی برصغیر کے علماء کے یک ممتاز خاندان کے چشم و چراغ ہیں اوراب بریلوی مکتب فکر کے علماء کی نمائندہ جماعت جمعیت علمائے پاکستان کی قیادت بھی ان جیسے علماء کے ہاتھوں میں چلی گئی ہے "جو خدائے بزرگ و برتر کے سوا کسی کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ اس سے ڈرا جائے"۔

جمعیت کی سابقہ قیادت کے برعکس موجودہ قیادت نے ملکی سیاست میں انتہائی جاندار کردار انجام دے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ محض قیادت کی وجہ سے کسی مکتب فکر کے بارے میں کوئی پختہ رائے قائم نہیں کر لینی چاہئے۔ جمعیت کی سیاست میں دسمبر ۷۰ء کے انتخابات کے بعد مولانا شاہ احمد نورانی بہت ابھرے ہیں انہوں نے انتہائی نامساعد حالات میں بھی کلمہ حق بلند کرنے میں کبھی پس و پیش سے کام نہیں لیا اور اس حقیقت کو نظر انداز کرنا آسان نہیں کہ پہلے قومی اسمبلی میں مشترکہ حزب اختلاف اور بعد میں متحدہ جمہوری محاذ کے قیام میں مولانا نے نمایاں اور ٹھوس کردار ادا کیا ہے۔ مولانا بڑی دلآویز شخصیت کے مالک ہیں ایک طرف وہ معرکہ حق و باطل میں چٹان بنے دکھائی دیتے ہیں تو دوسری طرف اپنوں کے درمیان جان محفل بنے نظر آتے ہیں دوسرے الفاظ میں وہ شاعر مشرق کے ارشاد کی عملی تفسیر ہیں:

مصاف زندگی میں سیرت فولاد پیدا کر
شبستان محبت میں حریر و پرنیاں ہوجا
گزر جا بن کے سیل تند رو کوہ و بیاباں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا

قومی اسمبلی کے اندر بھی مولانا کی باغ و بہار شخصیت نے کئی مرتبہ مسکراہٹیں اور قہقہے بکھیر دیئے اور سرکاری پارٹی پر انکی برجستہ چوٹوں پر خود چوٹوں کا نشانہ بننے والے بھی جھوم جھوم جاتے ہیں سرکاری پارٹی کے بعض وزراء کہ وہ بامحکمہ بھی ہیں اور بے محکمہ بھی ہیں اس سے مستثنیٰ ہیں اس لئے کہ مولانا ہی کے بقول

؎ مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

Marfat.com

حضرت قائد اہلسنت کا موقف تھا کہ حکومت کا ہر سطح پر ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے اور ہر ممکن حد تک عوام میں اپنی آواز پہنچائی جانی چاہیے جب کہ دیگر اپوزیشن پارٹیاں عبوری حکومت کے جور و جبر سے تنگ آکر اسمبلی کی کاروائی اور اخباری بیانات تک بھٹو حکومت کی مخالفت کے حق میں تھیں یہ ہی وہ اصولی اختلافی نکتہ تھا جس کی وجہ سے قائد اہلسنت کو اپنی جماعت کے پالیسی ساز ادارے کے مشورے سے متحدہ جمہوری محاذ سے علیحدگی اختیار کرنا پڑی۔

فوری اسباب یہ بنے کہ اپوزیشن کی دیگر پارٹیوں کا یہ موقف تھا کہ جہاں ضمنی الیکشنز ہوں وہاں انتخابات کا بائیکاٹ کیا جائے لیکن آپ کا موقف تھا کہ ضمنی الیکشن میں بھرپور حصہ لے کر حکومت کی جانب سے کی جانے والی دھاندلیوں کو طشت از بام کیا جائے کیوں کہ اگر ایسا نہ کیا گیا اور مقابلے سے انحراف کیا گیا تو بھٹو یہ تاثر دیں گے کہ میری بے پناہ عوامی مقبولیت کے مقابلے میں ہمارے سامنے کوئی نمائندہ کھڑا نہیں ہوسکتا جب کہ مقابلے میں بھٹو کی ساری خوش فہمی دور ہو جائے گی اسی لئے لاہور کے صوبائی ضمنی الیکشن میں غلام مصطفیٰ کھر کے مقابلے میں جمعیت نے اپنا نمائندہ الیکشن میں کھڑا کر دیا جب کہ اپوزیشن کی دیگر جماعتوں نے اس سے اظہار لاتعلقی کا اعلان کر دیا اسی طرح جب آپ قومی اسمبلی کی سیٹ چھوڑ کر سینٹ کے رکن منتخب ہوئے تو اپنی چھوڑی ہوئی سیٹ پر بھی پیپلز پارٹی کے نور العارفین کے مقابلے پر جمعیت نے اپنا نمائندہ حاجی حنیف طیب کی شکل میں کھڑا کیا جس پر متحدہ اپوزیشن نے جمعیت کی پالیسی پر زبردست تنقید کی اور بالآخر یہ تمام اختلافات متحدہ اپوزیشن سے علیحدگی پر منتج ہوئے اسی دوران اپوزیشن کی بعض جماعتوں کی من مانیوں کی وجہ سے تحریک استقلال نے بھی متحدہ محاذ پر عدم اعتماد کا اظہار کر دیا۔

یوں اپوزیشن کا اتحاد غیر موثر ہو گیا اور وہ ایک بے جان لاشے کی صورت اختیار کر گیا ان تمام کے باوجود جمعیت علماء پاکستان اور مولانا نورانی کی یہ خواہش تھی کہ اپوزیشن جماعتیں متحد ہوں تا کہ حکومت کے غیر آئینی اور آمرانہ اقدامات کا بھرپور جواب دیا جا سکے اسی وجہ سے جمعیت نے ہر اس کوشش کا خیر مقدم کیا جس کا مقصد باہمی اتحاد و ہم آہنگی ہو۔ ادھر اصغر خان بھی اسی سوچ کے حامل تھے مگر وہ اپوزیشن کی بعض جماعتوں سے انتہائی شاکی تھے۔

اسی اثناء میں اپوزیشن کی تمام جماعتوں کا ایک اجلاس ۳۰ اکتوبر ۱۹۷۶ء کو لاہور کے

Marfat.com

ایک ہوٹل میں نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی کے سربراہ شیر باز مزاری کی دعوت پر ہوا جسمیں قائد اہلسنت علیہ الرحمہ، مفتی محمود، نواب زادہ نصر اللہ خان، پیر پگاڑا، میاں طفیل محمد پروفیسر غفور احمد نے شرکت کی جبکہ اصغر خان نے شرکت سے معذوری کا اظہار کر دیا۔ اسی وجہ سے اجلاس میں کوئی خاص پیش رفت نہ ہوئی بس ایک اہم بات یہ ہوئی کہ تمام جماعتوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ کم سے کم پروگرام پر اتحاد قائم کرنے کی اہمیت کو تسلیم کیا اور اسے موجودہ وقت کی اہم ترین ضرورت قرار دیا مگر تحریک استقلال کے بغیر ایسے کسی اتحاد کے قیام کو غیر اہم قرار دیا اور یہ طے ہوا کہ آئندہ کے اجلاس میں اصغر خان کی شرکت یقینی بنانے کیلئے ایک وفد تشکیل دیا جائے جو انہیں اتحاد میں شمولیت پر آمادہ کر سکے اور انکے خدشات کو دور کر سکے۔

یہ اجلاس اس وقت ہوا تھا جب بھٹو یہ چاہتے تھے کہ اپوزیشن جماعتیں کسی بھی طور پر ملکر نہ بیٹھیں اور انکے درمیان اختلافات کی فضا قائم رہے اسی وجہ سے اس اجلاس کے انعقاد میں بھی حکومت نے زبردست رکاوٹیں ڈالیں۔ حتیٰ کہ ہوٹل والوں نے شرکاء اجلاس کو ہوٹل سے پانی مہیا کرنے سے بھی انکار کر دیا۔

دوسرے اجلاس میں اصغر خان کی شرکت کو یقینی بنانے کیلئے جو وفد تشکیل دیا گیا اس میں قائد اہلسنت علیہ الرحمہ سردار شیر باز مزاری اور پروفیسر غفور احمد شامل تھے مگر اصغر خان کے نزدیک کسی ایسے اتحاد کی کوئی ضرورت نہیں تھی کہ جس کا کوئی نتیجہ نہ نکلے جسمیں شامل جماعتوں کو برابری کا حق نہ دیا جائے وہ اپوزیشن کی بعض جماعتوں سے اسقدر خفا تھے کہ انکے ساتھ اجلاس میں بیٹھنے کو تیار نہ تھے مگر وفد میں شامل راہنماؤں خاص کر قائد اہلسنت علیہ الرحمہ نے انکو بالآخر قائل کر لیا اور یہ طے پایا کہ چونکہ بھٹو کسی بھی وقت عام انتخابات کا اعلان کر سکتے ہیں اس لئے جیسے ہی اعلان ہو تو اسمیں حزب اختلاف کی تمام جماعتیں مشترکہ طور پر حصہ لیں اور اس سلسلے میں باہمی تعاون کے لئے ایک ورکنگ پیپر تیار کیا جائے حزب اختلاف کی جماعتوں کے درمیان آپس کی نااتفاقی اور عدم اعتماد کی فضا مسٹر بھٹو کیلئے نہایت سازگار تھی اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے بھٹو نے ۷ جنوری ۱۹۷۷ء کو اسمبلی توڑنے اور ۷ مارچ کو نئے انتخابات کرانے کا اعلان کر دیا۔

Marfat.com

تحریک نظام مصطفیٰ:۔

چونکہ اب حالات اس نہج پر پہنچ چکے تھے کہ باہمی اتحاد کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہ تھا اس لئے حضرت قائد اہلسنت جو ایک عرصے سے اپوزیشن جماعتوں کے ایک سیاسی اتحاد کے قیام کے لئے کوشاں تھے ایک بار پھر میدان عمل میں کود پڑے اور ملک کی تمام سیاسی جماعتوں کو ایک جگہ بیٹھانے اور گفت وشنید کا ماحول پیدا کرنے لگے اسکے لئے آپنے شبانہ روز محنت شروع کردی ہر پارٹی کے راہنماؤں سے ملاقات کی اور انہیں وقت کی نزاکت کا احساس دلایا چنانچہ آپکی محنت رنگ لائی اور ۱۰ جنوری ۱۹۷۷ء کو تمام جماعتوں کے سربراہ آپکی دعوت پر جمعیت علمائے پاکستان کے مرکزی دفتر میں جمع ہوگئے اور تاریخ ساز اجلاس شروع ہوگیا اور کچھ دیر کے بعد ہی رفیق احمد باجوہ کی رہائش گاہ پر منتقل کردیا گیا اس کل جماعتی اجلاس میں ملک کی تمام مقتدر جماعتوں کے صرف سربراہان شریک ہوئے حتیٰ کہ مولانا عبدالستار خان نیازی اور پروفیسر عبدالغفور احمد بھی موجود تھے مگر انکو بھی اجلاس میں شرکت کی اجازت نہ دی گئی۔

اجلاس کی صدارت حضرت قائد اہلسنت نے فرمائی آپ نے حسن تدبر سے ماحول کو سازگار بنادیا اور اختلاف کی چنگاری کو شعلہ نہ بننے دیا اسی اجلاس میں آپ نے یہ بات بھی بتائی کہ جمعیت اور تحریک استقلال اتحاد کے اندر ۳۶ فیصد کے حساب سے قومی وصوبائی اسمبلیوں کی نشستیں حاصل کریں گی جس پر سوائے جماعت اسلامی کے کسی نے کوئی اختلاف نہ کیا کیونکہ جماعت اسلامی کا رویہ ابتداء ہی سے سرد مہری پر مبنی تھا حتیٰ کہ ایک مرحلہ پر جماعت کے راہنماؤں نے اتحاد میں شمولیت سے بھی انکار کردیا لیکن قوم کی نگاہیں اس اجلاس پر مرکوز تھیں عالمی اور ملکی ذرائع ابلاغ ایک دھماکہ خیز خبر سننے کے لئے بے تاب تھے، مسٹر باجوہ کی رہائش گاہ کے باہر عوام کا ایک ہجوم جمع ہو چکا تھا جو آپس میں اتحاد واتفاق کے نعرے بلند کررہے تھے جس کی وجہ سے اتحاد کے قیام کیلئے ایک جذباتی کیفیت پیدا ہوگئی لہٰذا پاکستان قومی اتحاد کے نام سے ایک نئے سیاسی اتحاد کا اعلان ہوا یوں جو حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ کی شبانہ روز کوششوں سے تاریخ پاکستان کا اہم ترین اتحاد معرض وجود میں آیا یہ آپکی سول آمریت کے خلاف جمہوریت پسندی کیلئے کوششوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اتحاد کے اعلان کے بعد ہی قائدین کے معتمدین کو بھی اجلاس میں شریک ہونے کی

Marfat.com

اجازت دے دی گئی اب ایک معرکہ سر ہونا تھا اور وہ مرکزی عہدیداروں کا چناؤ تھا۔ اجلاس میں مولانا عبدالستار خان نیازی نے تجویز دی کہ اتحاد کا صدر ایسی شخصیت ہو جس پر ملک دشمنی کا الزام نہ ہوتا کہ ہمارا عیار دشمن اسکو بطور پروپیگنڈہ استعمال نہ کر سکے جسکی جماعت اسلامی کے امیر میاں طفیل محمد نے بھی پوری تائید کی اور کہا کہ صرف دو جماعتیں ایسی ہیں جو اس الزام واعتراض سے پاک ہیں جمعیت علمائے پاکستان اور مسلم لیگ تو اتحاد کا صدر ان دو جماعتوں میں سے لیا جائے یہ سنتے ہی نواب زادہ نصر اللہ خان کی رگ وہابیت پھڑک اٹھی اور انہوں نے فوراً مفتی محمود کا نام پیش کر دیا دوسری طرف سے پیر پگاڑا کا نام پیش ہوا مگر مفتی محمود نے اسکو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا اجلاس میں کشیدگی کے آثار پیدا ہونے لگے اور اتحاد کا وجود ہی خطرے میں محسوس ہونے لگا کہ بقول کسے

اڑنے بھی نہ پائے تھے کہ زیر دام آگئے

کے مصداق حالات بالکل ہی خراب ہو گئے اصغر خاں جو پہلے ہی اس قسم کے اتحادوں اور جماعتوں سے مایوس بیٹھے تھے انہوں نے بائیکاٹ کی دھمکی دے دی مگر حضرت قائد اہلسنت کی فہم وفراست اور معاملہ فہمی پھر کام آگئی اور آپ نے اس مشکل گھڑی میں انتہائی فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مفتی محمود کی صدارت کو قبول کر لیا اور اصغر خان کو بھی قائل کر لیا جبکہ جنرل سیکریٹری کے لئے جمعیت علمائے پاکستان کے رفیق احمد باجوہ بلا مقابلہ چن لئے گئے جبکہ مرکزی پارلیمانی بورڈ کا سربراہ پیر پگاڑا کو منتخب کیا گیا۔ اتحاد کے عہدیداران کا اعلان ہونا تھا کہ عوام ایک شدید اضطرابی کیفیت میں مبتلا ہو گئے عوام کی اکثریت حضرت قائد اہلسنت کی بے پایاں خدمات اور مسلسل جدوجہد اور بھٹو کے خلاف لازوال کردار کی وجہ سے آپ کی قیادت کی توقع کر رہی تھی مگر حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ نے اسکو اپنی انا کا مسئلہ نہیں بنایا۔

جمعیت علمائے پاکستان نے قومی اتحاد کے وجود کے لئے بے پناہ قربانیاں دیں حتیٰ کہ طے شدہ اصولوں کے مطابق جتنی نشستیں بنتی تھیں اس سے کم پر بھی راضی ہو گئے اور جہاں جہاں جمعیت کو سیٹیں الاٹ کی گئیں جمعیت کے افراد نے ہر صورت میں کاغذات نامزدگی جمع کرا دیئے

مسٹر بھٹو اس انتخابات میں اپنی پارٹی کی واضح ترین ناکامی پر بوکھلاہٹ کا شکار ہو گئے کہ عوام سے قومی اتحاد کے راہنماؤں نے بھرپور رابطہ رکھا ہر جگہ کاغذات نامزدگی جمع کرانے کے وقت پورا علاقہ امڈ کر آتا اور امیدوار کاغذات نامزدگی جمع کراتے مسٹر بھٹو نے اپنی آمرانہ ذہنیت

Marfat.com

کیمطابق دھونس دھمکیاں اور پر تشدد واقعات شروع کرادیئے حتیٰ کہ کئی امیدواروں کو اغواء کرواکر خود اور دیگر کئی راہنماؤں کو بلامقابلہ کامیاب قرار دلوادیا لیکن قومی اتحاد کے حوصلے پست نہ ہوئے اور ۲۳ جنوری کو کراچی کے نشتر پارک میں قومی اتحاد کے تحت پہلا جلسہ عام منعقد کیا گیا جس میں قومی اتحاد کی طرف سے جمعیت علماء پاکستان کے منشور کو اپنانے کا اعلان کیا گیا اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے عملی جدوجہد کا عہد کیا گیا۔

یہ حضرت قائد اہلسنت اور جمعیت کی بہت بڑی کامیابی تھی کہ ہر جماعت نے اپنا منشور پس پشت ڈال دیا جماعت اسلامی، جمعیت علماء اسلام، مسلم لیگ، تحریک استقلال جیسی جماعتوں کے منشور کو ناقابل قبول قرار دیا گیا اور صرف جمعیت کے منشور کو اپنایا گیا اور تمام جماعتوں نے جمعیت کے منشور کو نافذ کرنے کا عملی مظاہرہ کرنے کا لاکھوں عوام کے سامنے عہد کیا کیونکہ جمعیت کا منشور دراصل قرآن وسنت کے مطابق طرز حکومت ہے اور جمعیت اور مولانا نورانی نے اسی کے نفاذ کے لئے جدوجہد کی ہے۔

آپ نے اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اتحاد نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے ہے اور ہم نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے متحد رہینگے پوری قوم اس ڈکٹیٹر سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہے ۷ مارچ کو پوری قوم ڈکٹیٹر شپ کے خاتمے اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے ووٹ دیگی اور ملک میں ایک نئے دور کا آغاز ہوگا۔

کراچی کے جلسہ عام کے بعد راولپنڈی سے ایک ملک گیر جلوس کا آغاز کیا گیا جسکو صوبہ پنجاب کے تمام چھوٹے بڑے شہروں سے گزرنا تھا تاکہ چھوٹے علاقے کے لوگ بھی اس تحریک میں شامل ہوسکیں اس جلوس کے ابتدائی دور میں تمام قائدین کو آنا تھا مگر وہ نہ آسکے اس لئے اس پہلے دور کے قائد حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ اور اصغر خان تھے۔

اس تاریخی سفر کے موقع پر عوام کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے کے اختر کاشمیری نے لکھا کہ ۵ فروری ۱۹۷۷ء کو ایوان صدر کی دیواروں نے جو منظر دیکھا وہ ناقابل فراموش ہے اس روز راولپنڈی کی عوام نے پورے ملک کو چیلنج کیا اور یہ ثابت کیا کہ ہمارا شہر بھی تحریک اٹھا سکتا ہے۔ جونہی اس عزم کا اظہار ہوا تو شہر کے عوام جوق در جوق ایوان صدر کی طرف بڑھنے لگے قومی قیادت ابھی پہنچی نہ تھی کہ عوام پہنچ گئے۔ قائدین پہنچے تو ایوان صدر کی اونچی

Marfat.com

دیواروں کے سامنے جلوس ترتیب پانے لگا اس جلوس کی قیادت کے لئے مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی، اصغر خان اور جان محمد عباسی کو آنا تھا مگر جان محمد عباسی کو اسی روز الیکشن کمیشن نے بلا لیا، مفتی محمود علالت کے باعث اتنا طویل سفر نہ کر سکے۔

بالآخر یہ جلوس مولانا شاہ احمد نورانی، اصغر خان اور کشمیری راہنما سردار سکندر حیات کی قیادت میں مختلف رکاوٹوں کو عبور کرتا ہوا ہزاروں افراد کے ساتھ گوجر خان، سرائے عالمگیر، کھاریاں، لالہ موسیٰ سے ہوتا ہوا گجرات پہنچا پھر یہ کاروان جمہوریت گجرات سے وزیر آباد تک گیا اور پھر پورے پنجاب میں یہ جلوس نمودار ہوتا ہوا صادق آباد پر اختتام پذیر ہوا۔ جوں جوں قومی اتحاد کی عوامی مقبولیت میں اضافہ ہوتا گیا ویسے ویسے پیپلز پارٹی کی صفیں بوکھلاہٹ کا شکار ہوتی گئیں اور اسکے ارکان تشدد اور غنڈہ گردی پر اتر آئے۔

چنانچہ ۶ فروری کو کراچی میں انہوں نے قومی اتحاد کے کارکنوں پر حملہ کر کے انہیں تشدد کا نشانہ بنایا جس میں ایک کارکن شہید ہوا یوں شہداء نظام مصطفی ﷺ کی فہرست ترتیب پانے کا آغاز ہو گیا اور اس مقدس نظام کے لئے تحریک کی خون سے آبیاری شروع ہو گئی اس کے بعد پورے ملک میں انہوں نے قومی اتحاد کے کارکنوں، راہنماؤں پر حملے شروع کر دیئے اس کے ساتھ ہی بھٹو اور اسکے حواریوں نے اقدار اسلام کا سر عام مذاق اڑانا شروع کر دیا چنانچہ گوجرانوالہ کے ایک جلسہ عام میں بھٹو نے ہرزہ سرائی کی کہ جنرل چودھری کہتا تھا کہ ہم جم خانہ کلب لاہور میں شراب پی کر دکھائینگے وہ کون ہوتا ہے؟ یہ ملک ہمارا ہے ہم شراب پی کر دکھائیں گے اور واقعی انہوں نے شراب پی کر دکھائی اسی روز صوبائی وزیر رانا اقبال نے سر عام شراب تقسیم کی پیپلز پارٹی اقتدار کے نشے میں مست تھی اور ہر قیمت پر انتخابات میں اکثریت سے کامیاب ہونا چاہتی تھی۔

چنانچہ وزیر قانون پیرزادہ عبدالحفیظ نے بیان دیا کہ اگر قومی اتحاد کے راہنما ۷ مارچ کو اپنے گھر سے باہر نکلے تو انکا سر اڑا دیا جائے گا۔ اسی لب ولہجہ، انہی دھمکیوں اور پھر ان پر بھرپور عمل کیساتھ ہی ۷ مارچ کو الیکشن ہوا یہ الیکشن سے زیادہ سلیکشن تھا پاکستان کی تاریخ میں انتخابی دھاندلیوں کے نئے ریکارڈ قائم کئے گئے البتہ قومی اتحاد کے مرکزی راہنماؤں کی نشستیں محفوظ رکھی گئیں تاکہ یہ لوگ خود اسمبلی میں پہنچ جائیں اور عوامی احتجاج کم سے کم تر ہو۔

اس الیکشن میں قومی اتحاد کو ۳۸ نشستوں پر کامیاب قرار دیا گیا جبکہ پیپلز پارٹی

Marfat.com

نے ۱۵۴ نشستیں بزور قوت حاصل کیں اور پھر اپنی فتح کا جشن منایا اور جب پیپلز پارٹی کے لیڈروں نے یہ بیان دینا شروع کیا کہ جیت عوام کے ووٹوں سے ہوئی ہے تو اس وقت قومی اتحاد نے بھٹو اور اسکے حواریوں کو اسکی اصلیت اور عوامی مقبولیت دکھانے کے لئے ۱۰ مارچ کو منعقدہ صوبائی اسمبلی کے انتخاب کا بائیکاٹ اور اس دن ملک گیر ہڑتال کا اعلان کر دیا تا کہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ عوام کی طاقت کس کے ساتھ ہے اور اس وقت تمام ذرائع ابلاغ اور غیر جانبدار تجزیہ نگاروں نے اس بات کی شہادت دی کہ ۱۰ مارچ ۷۷ء کو پولنگ اسٹیشن ویران نظر آتے تھے۔

عوام نے دس مارچ کو الیکشن کا بائیکاٹ کر کے واضح طور پر قومی اتحاد کی حمایت کا ثبوت دے دیا تھا اور پیپلز پارٹی کو اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہئے تھا اور فوری طور پر وہ منصفانہ انتخابات کا اعلان کر دیتی تو پاکستان میں ایک طویل فوجی حکومت نہ آتی مگر بھٹو اقتدار کے نشے میں مست تھے اس لئے انہوں نے اس بائیکاٹ اور ہڑتال سے نتیجہ اخذ کرنے کی بجائے اپنی روش کے مطابق ہٹ دھرمی اور دھونس دھمکی کا راستہ اختیار کیا بھٹو نے ملک گیر ہڑتال کے بعد یہ بیان دیا کہ میں کمزور ہوں لیکن میری کرسی مضبوط ہے میں نے قومی اتحاد والوں سے نمٹنے کا مکمل انتظام کر لیا ہے اور میں تحریک کو دبانے کے لئے ہر ہتھکنڈہ استعمال کرونگا اب دو ہی راستے ہیں یا تو موجودہ انتخابات کو تسلیم کر لو ورنہ تم کو سختی سے کچل دیا جائے گا۔

مگر قومی اتحاد اپنے موقف پر ڈٹ گئی اور ملک گیر احتجاج اور تحریک کا آغاز کر دیا اور عوام نے بھرپور پزیرائی بخشی اور قومی اتحاد کی آواز پر لبیک کہا عوام کی اتحاد سے وابستگی کا حال یہ تھا کہ جب قومی اتحاد کا اجلاس ہونا تھا تو باہر ہزاروں افراد فیصلے کے منتظر ہوتے اور اجلاس کے کچھ ہی دیر بعد ملک کے کونے کونے میں پہنچ جاتے تھے، عوام کے اندر ایک جوش و جذبہ تھا اور لوگ نظام مصطفیٰ ﷺ کے دیوانے تھے اور اپنے مقصد کے لئے مخلص تھے چنانچہ تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کا آغاز ہوا ہر روز مظاہرے ہوتے جلسوں کا انعقاد ہوتا جلوس اور ریلیاں منعقد کی جاتیں جس کی قیادت مرکزی عہدیداران کرتے اور عوام کی ایک کثیر تعداد اس میں شرکت کرتی اور انتخابی دھاندلیوں پر احتجاج کرتے۔

چنانچہ مسٹر بھٹو نے اپنی عادت و روش کے مطابق تحریک کو دبانے کے لئے ہر ہتھکنڈہ استعمال کیا، احتجاجی عوام پر شیلنگ، فائرنگ، لاٹھی چارج ہوتا تھا، مرکزی و علاقائی راہنما گرفتار

Marfat.com

کر لئے گئے مگر تحریک کو جتنا دبانے کی کوشش کی اتنا ہی وہ ابھری اور ابھرتی ہی چلی گئی اور عوام کا جوش وخروش بجائے کم ہونے کے بڑھتا ہی چلا گیا تحریک جوں جوں زور پکڑتی جا رہی تھی حکومت مفاہمت کی بجائے طاقت کے استعمال میں اضافہ کرتی رہی اور اسنے یکے بعد دیگرے اتحاد کے قائدین کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔

اسی سلسلے میں حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ کو ۱۸ مارچ کو گرفتار کرلیا گیا آپ تو تحریک کی جان تھے اور عوام آپ ہی پر مرمٹتی تھی اس لئے آپ کی گرفتاری کیوجہ سے تحریک میں اور شدت پیدا ہوگئی چنانچہ مجبوراً چار دن کے بعد حکومت نے آپ کو رہا کر دیا ۲۴ مارچ کو لاہور میں حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ اور مفتی محمود کی قیادت میں احتجاجی جلوس نکالنے کا اعلان کیا گیا اور مقام آغاز نیلا گنبد قرار پایا۔ حکومت نے جلوس کو روکنے کے لئے اس کے آغاز سے کئی گھنٹے پہلے ہی نیلا گنبد کے اطراف کی تمام گلیوں اور سڑکوں پر مسلح پولیس اور فیڈرل سیکیورٹی کے دستے متعین کردیئے تاکہ لوگ خوف وہراس کا شکار ہوجائیں اور جلوس ناکامی سے دوچار ہو لیکن نظام مصطفیٰ ﷺ کے باہمت اور حوصلہ مند شیدائیوں نے کسی قسم کا دباؤ اور خوف قبول کرنے سے انکار کر دیا اور وقت عصر سے پہلے ہی مسجد نیلا گنبد اس کے برآمدے اور ملحقہ مکانات، سڑکیں اور گلیاں انسانی سروں کا سمندر دکھائی دینے لگیں نماز عصر سے کچھ دیر پہلے مفتی محمود اور ملک محمد قاسم مسجد میں آئے تو حاضرین نے پر جوش استقبال کیا لیکن لوگ بار بار بے چینی کے عالم میں گردنیں اٹھا کر مسجد کے دروازے پر دیکھ رہے تھے ان کے دلوں میں محبت ووارفتگی کے جذبات مچل رہے تھے انکی نگاہیں قائد تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کی بے تابی سے متلاشی تھیں کہ اچانک ہی نماز سے پانچ منٹ قبل ان کا محبوب قائد، جسکی بہادری، بے خوفی، حقیقت شناسی اور عشق رسالت مآب ﷺ کیوجہ سے وہ لوگوں کے دلوں میں اتر گیا تھا تشریف لے آیا وہ شخصیت کون سی تھی کہ جس کا اس بے تابی سے انتظار ہو رہا تھا وہ شخصیت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ کی شخصیت تھی آپ مسجد میں داخل ہوئے تو پورا مجمع آپ کو دیکھ کر استقبال کیلئے کھڑا ہوگیا۔

آپ نے عوام سے نماز عصر کے بعد خطاب کیا اور اسکے بعد فوراً ہی جلوس مسجد سے برآمد ہوا تو عوام نے اپنے قائدین کا بھرپور اور پر جوش طریقے سے استقبال کیا ہر گھر کی بالکونی سے پھولوں کی بارش ہوتی رہی ہر شخص اپنے قائدین پر دیوانہ وار وارفتگی کے عالم میں ساتھ تھا کہ

Marfat.com

ہمیں ان ہی کے ساتھ گرفتاری کی سعادت نصیب ہو جائے پولیس نے تینوں قائدین کو راستے ہی میں گرفتار کر لیا اور پھر تھوڑی دیر بعد رہا بھی کر دیا۔

اسی دن بھٹو کو خط روانہ کیا گیا جس میں واضح طور پر کہا گیا تھا کہ غیر مشروط کوئی بات چیت نہیں ہوگی اسی دوران اتحاد کے رہنماؤں نے یہ فیصلہ کیا کہ تحریک کو منظم طریقے سے آگے بڑھایا جائے اور مرکزی قیادت کی متوقع گرفتاری کے پیش نظر دوسرے درجے کی قیادت کو متحرک رہنے کی ہدایات دی جائیں آپ اسی دن کراچی پہنچے اور جمعیت کے مقامی راہنماؤں کا ہنگامی اجلاس طلب کیا اور انہیں منظم رہنے کے مسئلے میں ہدایات دیں اس کے دوسرے ہی دن حضرت قائد اہلسنت سمیت اتحاد کی پوری قیادت کو گرفتار کر لیا گیا یہ کاروائی اس لئے کی گئی کہ اگلے روز دھاندلی سے منتخب ہونے والی نام نہاد قومی اسمبلی کا افتتاحی اجلاس ہونا تھا اور اس دن کو قومی اتحاد نے یوم سیاہ کے طور پر منانے کا اعلان کیا تھا۔

حکومت نے یہ سمجھا کہ شاید اس طرح تحریک کو دبالیا جائے گا مگر یہ حکومت کی خام خیالی تھی صف اول کی قیادت جیلوں میں چلی گئی تو دوسرے درجے کے لیڈروں نے تحریک کی قیادت کو سنبھالا اور اس کو بحسن وخوبی سرانجام دیا تحریک میں ایک نیا جوش وولولہ پیدا ہو گیا آئے روز ملک گیر ہڑتالوں کی وجہ سے ملک کی معیشت کا رہا سہا بھٹہ بیٹھنے لگا۔

پولیس نے اس دوران ظلم وبربریت کا وہ مظاہرہ کیا جو پولیس کے ماتھے پر ہمیشہ کے لئے کلنک کا ٹیکہ کہلایا جاتا رہے گا خاص کر مسلم مسجد لاہور کے سانحہ کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی جہاں پولیس نے چنگیزیت کا ایسا مظاہرہ کیا کہ پورا ملک نوحہ کناں ہو گیا اور پوری ملت اسلامیہ کے دل خون کے آنسو رونے لگے اللہ کے گھر میں جسطرح اللہ کی مقدس کتاب کی توہین کی گئی وہ ایک داستان ہے مدرسے کے طلباء کو مادرزاد برہنہ کر کے رسوا کیا گیا داڑھیوں سے پکڑ کر گھسیٹا گیا مسجد کے تقدس کو بوٹوں سے پامال کیا گیا اس تشدد کا آغاز اس وقت کیا گیا جب لوگ نماز عصر کے وقت اپنے معبود حقیقی کے سامنے سجدہ ریز تھے۔ ان پر پتھروں کی بارش جاری تھی اور وہ شیدائیان نظام مصطفیٰ ﷺ اپنے آقا ومولیٰ کی طائف والی سنت کو ادا کرتے ہوئے خون سے نہا رہے تھے۔

ادھر بھٹو کے جیالے خنجر لہرا لہرا کر فحش گالیوں سے انھیں نواز رہے تھے اور ان کی سرپرستی کے لئے پولیس اپنے اعلیٰ افسران کے ساتھ موجود تھی جنھوں نے آنسو گیس کے گولے

Marfat.com

مسجد کے اندر اس شدت سے پھینکے کہ دروازے کھڑکیاں جلنے لگیں۔ مسجد کی صفوں میں آگ لگ گئی اور اس بربریت کا مظاہرہ کیا کہ مسجد کے حوض کا پانی خون سے لال ہو گیا۔ مسجد کے اندر مقدس کتاب کے متبرک اوراق جا بجا بکھرے ہوئے تھے مگر وارثان محراب و منبر اور دینی علوم و حمیت کی عظمتوں کے امینوں نے یہ سارا تشدد برداشت کیا لیکن اپنے موقف سے پیچھے ہٹنے کو ایک لمحے کے لئے بھی نہ سوچا بلکہ اس سفاکانہ کاروائی پر عوام غیظ و غضب سے بھڑک اٹھے اور تحریک میں مزید شدت پیدا ہو گئی۔

مسلم مسجد لاہور کے واقعہ کی اطلاع پورے ملک میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور لوگ غم و غصے سے بے قابو ہونے لگے حتیٰ کہ قائد عوام کے جمہوریت کش رویہ اور بے گناہ عوام پر مظالم کی انتہا کو دیکھتے ہوئے مسٹر بھٹو کی پارٹی کے جنرل سیکریٹری ڈاکٹر مبشر حسن نے اپنے ضمیر کی خلش کو دور کرنے کے لئے پارٹی سے استعفیٰ دے دیا اسی طرح چودھری اعتزاز احسن اور عبدالحفیظ کاردار نے صوبائی اسمبلی اور اسپین و یونان میں پاکستان کے سفیر ریٹائرڈ ائیر مارشل رحیم خان اور لیفٹیننٹ جنرل (ر) گل حسن نے بھی احتجاجاً استعفیٰ دے دیا مگر دوسری طرف مسٹر بھٹو پر اقتدار کا بھوت پوری طرح سوار تھا۔

اس واقعہ کے بعد پولیس کی حوصلہ افزائی کے لئے پنجاب کے وزیر اعلیٰ نواب صادق حسین قریشی نے اعلان کیا کہ ڈی ایس پی کے عہدے تک پولیس کے تمام عملے کو دو دو ماہ کی اضافی تنخواہ دی جائے گی۔ یہ وہ انعام تھا جو پولیس والوں کو شعائر اسلام و مرکز اسلام کی بے حرمتی کی وجہ سے دیا گیا مگر قومی اتحاد کے رہنماؤں اور عوام کے جوش و جذبے میں کوئی کمی نہ آئی۔ ۲۱ اپریل ملکی تاریخ کا وہ یادگار ترین دن ہے جب قومی اتحاد کی طرف سے ہڑتال کا اعلان کیا گیا یہ ہڑتال اس قدر کامیاب تھی کہ اس دن پورے ملک میں ہر طرح کا ٹریفک معطل رہا حتیٰ کہ ریلوے اور ہوائی سفر کا نظام بھی شدید متاثر ہوا۔

اس تمام احتجاج کا مقصد یہ ہی تھا کہ حکومت کو یہ احساس دلایا جائے کہ اب عوام روٹی کپڑا اور مکان سے زیادہ نظام مصطفیٰ کو چاہتے ہیں اور وہ نظام حقیقی فلاحی نظام ہے اسی لئے اب عوامی طاقت قومی اتحاد کے ساتھ ہے مگر حکومت نے اپنی روش نہ بدلی اور ہٹ دھرمی سے کام لیا حتیٰ کہ ایک ایسا فیصلہ کیا گیا جو ملک کے لئے انتہائی نقصان دہ ثابت ہوا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ

Marfat.com

حکومت فوری طور پر منصفانہ الیکشن کرا دیتی مگر اس نے جو فیصلہ کیا وہ یہ تھا کہ فوج کو اقتدار میں شامل کر لیا جائے اور کراچی، حیدر آباد اور لاہور کو فوج کے حوالے کر دیا گیا جہاں فوج نے مارشل لاء نافذ کر دیا فوج نے آتے ہی قومی اتحاد کی خبروں پر مکمل پابندی عائد کر دی اور اخبارات کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ قومی اتحاد کی خبر شائع نہیں کر سکتے۔

مذکورہ شہروں میں کرفیو نافذ کر دیا گیا اور کسی کو گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں دی گئی مگر نظام مصطفیٰ کے متوالے بھلا ان پابندیوں سے کہاں دبنے والے تھے اس لئے بادل ناخواستہ مسٹر بھٹو نے سہالہ ریسٹ ہاؤس میں اتحاد کے رہنماؤں سے ملاقات کی لیکن وہ دوبارہ انتخاب کے مطالبہ کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہوئے اس لیے بات آگے نہ بڑھ سکی ادھر تحریک بدستور چلتی رہی صف اول کے رہنما پس دیوار زنداں تھے۔ مگر اس سے تحریک پر کوئی اثر نہ پڑا بلکہ اسمیں روز بروز شدت پیدا ہوتی گئی ادھر سہالہ ریسٹ ہاؤس میں نظر بند قائدین نے تحریری طور پر ان بنیادی اصولوں کو بھٹو کو پہنچایا جن پر مذاکرات ہو سکتے ہیں۔

پاکستان کی تحریک کی خبریں بین الاقوامی دنیا میں پہنچ گئیں اور دوست ممالک ان خبروں سے پریشانی کا شکار ہو گئے۔ چنانچہ اسی دوران سعودی حکومت نے قومی اتحاد اور حکومت کے درمیان تصفیہ کرانے کی کوشش شروع کر دی اس سلسلہ میں سعودی سفیر شیخ ریاض الخطیب سہالہ آ کر قومی اتحاد کے رہنماؤں سے مذاکرات کرتے رہے مگر اسوقت مشکل یہ پیش آئی کہ سفیر صاحب اردو سے نابلد تھے اور عربی زبان جانتے تھے تو اس مشکل گھڑی میں مولانا نورانی ہی کام آئے آپ مذاکرات میں شریک ہونے کے علاوہ ترجمانی کے فرائض بھی ادا کرتے تھے کہ سعودی سفیر کی عربی گفتگو کا خلاصہ آپ اتحاد کے رہنماؤں کو بتاتے اور پھر انکی گفتگو سے عربی میں سفیر کو آگاہ کرتے لیکن یہ کوشش ناکام ہو گئی۔

نازک گھڑی:۔

اسی دوران قائد اہلسنت پر ایک اور مشکل گھڑی آ گئی جو کہ آپکی فہم و فراست اور معاملہ فہمی کا امتحان بھی تھا ہوا یہ کہ اسی دوران یہ اطلاع ملی کہ قومی اتحاد کے جنرل سیکریٹری اور JUP کے رہنما رفیق احمد باجوہ نے بھٹو سے خفیہ ملاقاتیں کی ہیں اور وہ انکے مخبر کی حیثیت سے اجلاس کی

Marfat.com

مکمل کاروائی کو ان تک پہنچاتے ہیں یہ اطلاع ملنا تھی کہ اتحاد کے تمام قائدین نے JUP اور باجوہ صاحب پر لعن طعن شروع کر دی اور یہ آپ پر چھوڑ دیا کہ آپ کیا فیصلہ کرتے ہیں۔ آیا باجوہ کے خلاف کوئی سخت ایکشن لیکر اتحاد کو بچاتے ہیں یا اپنے ایک رہنما کی خاطر اتحاد سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں اکثریت کا خیال یہ تھا کہ آپ اتحاد کو خیر باد کہہ دینگے مگر باجوہ جیسی اہم شخصیت کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لینگے۔ مگر آپ نے جو فیصلہ کیا اس کو سن کر سب حیران و ششدر رہ گئے آپ نے باجوہ صاحب کی اس حرکت کو نا قابل تلافی قرار دیتے ہوئے اسکو جمعیت کے اصولوں کی خلاف ورزی قرار دیا اور ان کو جمعیت کی ابتدائی رکنیت سے خارج کر کے اتحاد سے نکال دیا گیا حالانکہ آپ کے اس فیصلے سے اتحاد کی سیکریٹری شپ جماعت اسلامی کے پاس چلی گئی مگر آپ اتحاد کو بچانے کیلئے ہر ممکن قربانی دینے کا عہد کر چکے تھے آپ کے اس فیصلے کو اخبارات و دیگر ذرائع ابلاغ نے آپکی نظام مصطفیٰ کیلئے دیانت و اخلاص پر مبنی قرار دیا اور آپ کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا کہ آپ کے اس جرأت مندانہ فیصلے سے اتحاد ٹوٹ پھوٹ سے بچ گیا۔

نتیجتاً قائد اہلسنت سمیت تمام قائدین کو سہالہ سے مختلف جیلوں میں منتقل کر دیا گیا جس میں میاں طفیل محمد کو بہاولپور جیل، نصر اللہ خان اور شیر باز مزاری کو میانوالی جیل، پروفیسر غفور احمد کو کراچی جیل، پیر پگاڑا کو انکے گھر اسلام آباد میں نظر بند اور قائد اہلسنت کو ملک کی خطرناک ترین جیل گڑھی خیرو میں بھیجا گیا جبکہ صرف مفتی محمود کو سہالہ ریسٹ ہاؤس میں رکھا گیا اس دوران آپ نے ثابت قدمی کا وہ مظاہرہ کیا جو تاریخ پاکستان کا ایک روشن باب ہے ادھر ان تمام ظالمانہ کاروائیوں کے باوجود تحریک پرزور طریقے سے جاری تھی جس نے بالآخر بھٹو کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا اور وہ دوبارہ انتخابات کرانے پر آمادہ ہو گئے چنانچہ مسٹر بھٹو نے ریسٹ ہاؤس میں عبدالحفیظ پیرزادہ، کوثر نیازی اور میر افضل کے ہمراہ مفتی محمود اور سردار عبدالقیوم سے ملاقات کی اور انھیں اپنے ارادے سے آگاہ کیا اس دوران یہ طے پایا کہ دوسرے تمام لیڈران سے رابطہ کر کے انکو اعتماد میں لیا جائے۔

چنانچہ سردار عبدالقیوم خان کو رہا کر دیا گیا اس وقت مسٹر بھٹو اندر سے ٹوٹ پھوٹ چکے تھے تحریک کا مسلسل عروج اور بین الاقوامی دباؤ ان کے لئے نا قابل برداشت تھا اسی لئے انھوں نے بظاہر حالات سے سمجھوتہ کر کے مفاہمت کا راستہ اختیار کیا اور سردار عبدالقیوم سے کہا کہ میں

Marfat.com

نے اپنی ساری بات تمھیں بتادی ہے۔اب میرا استعفیٰ تمھارے ہاتھ میں ہے چاہوتو کل جا کر اعلان کردو۔

چنانچہ سردار صاحب نے مختلف جیلوں میں جا کر نظر بند رہنماؤں سے ملاقات کی مگر حضرت قائد اہلسنت جس جیل میں تھے ادھر انکو نہ جانے دیا گیا بلکہ مولانا نورانی کو جیکب آباد ریسٹ ہاؤس لے جایا گیا اور وہاں ملاقات کرائی گئی تا کہ سردار صاحب مولانا نورنی کے ساتھ روا رکھے جانے والے سلوک کو دیکھ کر برگشتہ نہ ہو جائیں تمام رہنماؤں سے ملاقات کے بعد سردار عبدالقیوم خان نے مسٹر بھٹو سے ملاقات کی اور انکو اس امر سے آگاہ کیا کہ اتحاد کے تمام قائدین مذاکرات کے لئے تیار ہیں بھٹو نے پھر ہر ایک کے بارے میں فرداً فرداً دریافت کیا جب قائد اہلسنت کا ذکر آیا تو بھٹو کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہا کہ وہ بھی تیار ہیں جس پر جواب دیا کہ ہاں وہ بھی تیار ہے تو اس وقت بھٹو کو اپنے دور میں اپوزیشن پر کئے گئے مظالم یاد آ گئے اور اس کو یہ گمان تھا کہ اسکو دیکھتے ہوئے قائدین اتحاد اب مذاکرات کی راہ اختیار نہیں کرینگے۔

مگر قائدین اتحاد نے اپنی ذاتی تکالیف پر قومی مفادات کو ترجیح دی اور مذاکرات کی میز پر بیٹھنے کا تاریخ ساز فیصلہ کیا جس کے نتیجے میں تمام قائدین کو رہا کر دیا گیا اور ۳ جون کو مذاکرات کا پہلا دور ہوا جسکی رو سے تمام شہروں سے مارشل لاء کے خاتمے کا اعلان کیا گیا۔

مذاکرات میں عام انتخابات کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا اور یہ طے پایا کہ اکتوبر میں دوبارہ الیکشن کرا دیئے جائیں گے۔اور اس حکومتی فیصلے کا حکومتی نمائندہ کوثر نیازی نے پریس کانفرنس کے ذریعہ اعلان بھی کر دیا مگر اندرون خانہ درحقیقت مسٹر بھٹو کے ارادے کچھ اور تھے پہلے انھوں نے تشدد سے تحریک روکنے کی ناکام کوشش کری اور وہ مذاکرات کا ڈھونگ رچا کر تحریک کو کمزور کر رہے تھے۔

چنانچہ حکومتی وزراء نے پھر دھمکی آمیز بیانات دینے شروع کر دیئے خود مسٹر بھٹو کا رویہ تبدیل ہو گیا اسی اثناء میں مذاکرات کے اہم مرحلے میں وہ اچانک لیبیا اور دیگر کئی ممالک کے خیر سگالی دورے پر چلے گئے۔اور وہ سارے معاملات طے ہو جانے کے باوجود معاہدے پر دستخط میں تاخیری حربے سے کام لے رہے تھے۔اور یہ تاخیری حربہ خود حکومت اور ملک کیلئے نقصان دہ ثابت ہوا ایک مرحلے پر حکومتی نمائندے کوثر نیازی نے کہا کہ معاہدہ جب تیار ہو چکا ہے معاملات

Marfat.com

طے ہو چکے ہیں تو پھر اس پر دستخط کر دینا چاہئے تو مسٹر بھٹو نے جواب دیا کہ کر لینگے اس پر دستخط اتنی جلدی بھی کیا ہے؟ ہم اپنی کمزوری کا تاثر کیوں دیں؟ چند دن بعد دستخط کر لینگے یہ تاخیر ہی انکی بہت بڑی سیاسی غلطی ثابت ہوئی۔

طویل مارشل لاء:۔

قومی اتحاد کے رہنماؤں نے مارشل لاء سے ایک روز پہلے بھی حکومت سے دستخط کرنے کا مطالبہ کیا چناں چہ سردار عبدالقیوم خان نے کوثر نیازی کو فون کر کے کہا کہ وہ بھٹو کو جلد دستخط کرنے پر تیار کرے اسی دن کابینہ کا اجلاس تھا اجلاس کے دوان ہی کوثر نیازی نے بھٹو کو اس بارے میں بتایا اور اس بات سے آگاہ کیا کہ قومی اتحاد کا خدشہ ہے کہ اگر معاہدے پر دستخط نہ ہوئے تو فوج برسر اقتدار آسکتی ہے۔

اجلاس میں جنرل ضیاالحق بھی موجود تھے پوری کابینہ نے انکی موجودگی کو قابل اطمینان جانا اور کہا کہ فوج ہمارے ساتھ ہے۔اس لئے قومی اتحاد کا تاثر غلط ہے۔اور خطرے کا کوئی امکان نہیں ہے اجلاس میں جنرل ضیاالحق نے معاہدہ کی دستاویز کو فوٹو اسٹیٹ کرانے کے لئے مانگ لیا۔اور اس سے پہلے کہ معاہدے پر دستخط ہوتے ۵ جولائی ۱۹۷۷ کو ملک میں ایک طویل ترین مارشل لاء کا آغاز ہو گیا۔اور جنرل ضیاالحق چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر کی حیثیت سے ملک کی باگ ڈور سنبھال لی آپ نے ابتداء ہی سے مارشل لاء کے بارے میں محتاط رویہ اختیار کیا۔آپ کا موقف تھا کہ حالات کے مطابق ملک کے دفاع کی خاطر فوجی ایکشن کسی حد تک درست تھا۔مگر فوج کا بالکل ہی حکومت پر قابض ہونا ملک اور فوج دونوں کے لئے نیک شگون نہیں ہے۔اس لئے جیسا جنرل ضیاالحق نے اپنی پہلی تقریر میں قوم سے خطاب کرتے ہوئے ۹۰ دن میں الیکشن کرانے کا وعدہ کیا۔مگر بعد میں اس سے انکار کر دیا اور پہلے احتساب پھر انتخاب کے نعرے کو بلند کیا۔

آپ نے جنرل ضیاالحق سے ملاقات میں اسکی وجہ دریافت کی تو اسے نے کہا کہ مجھے آپ کے اتحاد کے کئی رہنماؤں نے ہاتھ جوڑ جوڑ کر انتخابات کے التواء کے لئے کہا ہے ادھر قومی اتحاد کے سربراہی اجلاس میں یہ طے پایا کہ قومی اتحاد مارشل لاء کے استحکام کا سبب نہیں بنے گی۔اور نہ ہی مارشل لاء کی حکام سے زیادہ راہ ورسم بڑھائی جائیگی۔اور نہ ہی اسکے ماتحت کسی

Marfat.com

حکومت میں شامل ہوگی۔ لیکن جب جنرل ضیاء نے آپکو یہ بتایا کہ آپکے اتحاد کے رہنماؤں نے مجھے انتخابات ملتوی کرنے کا کہا ہے تو آپ نے زور دیکر ان سے ان رہنماؤں کے نام پوچھے۔ جن کو جنرل ضیاء نے نہ بتایا۔ قومی اتحاد کے مفتی محمود اور میاں طفیل محمد بھی اس وقت موجود تھے جو کہ خاموش اور شرمندہ نگاہوں سے نیچے سر جھکائے بیٹھے تھے اسی وقت آپ نے محسوس کرلیا کہ نظام مصطفیٰ کا نعرہ لگانے اور تحریک کی قیادت کرنیوالے عنقریب اقتدار اور عہدوں کیلئے شہداء کی روح سے غداری کے مرتکب ہونیوالے ہیں۔

آپ نے اتحاد کے سربراہی اجلاس میں مارشل لاء حکام سے قومی اتحاد کے رہنماؤں کے بڑھتے ہوئے روابط اور مذکورہ بالا واقعہ کے بارے میں شدید ردعمل کا اظہار کیا اور اسے شہداء تحریک نظام مصطفیٰ سے غداری قرار دیا۔ اور آپ نے واضح کردیا کہ ہم کسی ایسے اتحاد میں شامل نہیں رہیں گے جس کا مقصد حکومت سے ساز باز کر کے اقتدار میں شمولیت ہو۔ مگر اتحاد کے بعض لیڈر اپنی پالیسی بدلنے پر آمادہ نہ تھے۔ لہٰذا جمعیت نے تحریری طور پر پاکستان قومی اتحاد کو اپنے موقف سے آگاہ کردیا۔ جس کے بعد نوبزادہ نصراللہ کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی کہ وہ جمعیت کے عہدے داران سے معاملات طے کریں۔ جب وفد نے آپ سے ملاقات کی تو آپ نے وفد کو بھی اپنے اصولی موقف سے آگاہ کردیا۔ لیکن دیگر رہنماؤں کی طرح نوابزادہ بھی مارشل لاء کے آمر کی حمایت کے لئے کمربستہ ہوچکے تھے۔ اس لئے اتحاد کے سربراہ نے یہ بیان داغ دیا کہ جمعیت علماء پاکستان کی علیحدگی سے اتحاد پر کوئی فرق نہیں پڑیگا بلکہ مضبوط ہوگا۔

یہ بیان کسی دھماکے سے کم نہیں تھا چنانچہ آپ نے جمعیت کی عاملہ شوریٰ کی ہدایات کی روشنی میں قومی اتحاد سے علیحدگی کا اعلان کردیا۔ ادھر جمعیت جو کہ قومی اتحاد کی اصل روح تھی کے نکل جانے کے بعد قومی اتحاد مضبوط تو کیا ہوتا ختم ہی ہوگیا ادھر قومی اتحاد کے وہ رہنما جو مارشل لاء کے زیر سایہ چلے گئے تھے انھوں نے نظام مصطفیٰ ﷺ کی اصطلاح پر تنقید کرنا شروع کردی حالانکہ یہ لوگ مارشل لاء کے نفاذ سے قبل تک اسی نقطہ پر تحریک چلارہے تھے لیکن عوام یہ جانتے تھے کہ یہ نعرہ صرف جمعیت کا ہے یہ منشور صرف جمعیت کا ہے حتیٰ کہ مسٹر بھٹو نے بھی ایک دن مذاکرات میں کہا کہ نظام مصطفیٰ کا نعرہ تو مولانا نورانی کا ہے آپ لوگ اس کے نفاذ کی بات کیسے کرتے ہیں مگر اس وقت تو کسی نے اس نعرے کے خلاف کسی قسم کی بات نہ کی تھی لیکن جیسے ہی

Marfat.com

ان طالع آزماؤں کو یہ موقعہ ملا انھوں نے اس سے لاتعلقی کا اظہار کر دیا اور جمعیت کے منشور کو متنازع بنانے کی ناکام کوشش کی۔

آپ نے جنرل ضیاء کے خلاف بھر پور ایکشن لیا اور عوام کو ان کے خطرناک عزائم سے آگاہ کیا اس وقت عوام کا ذہن نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے تیار ہو چکا تھا اور اگر اس وقت الیکشن ہو جاتے تو جمعیت علماء پاکستان ملک کی سب سے بڑی اکثریتی پارٹی بن کر سامنے آسکتی تھی اسی وجہ سے قومی اتحاد کے رہنماؤں کے مشورے سے جنرل ضیاء نے عام انتخابات کو یکسر ملتوی کرنے کا اعلان کر دیا یوں جنرل ضیاء سے آپکا اصولی اختلاف مزید وسیع تر ہوتا چلا گیا حتیٰ کہ آپ کھل کر عوامی جلسوں میں جنرل ضیاء پر تنقید کرنے لگے آپ نے اپنے انٹرویوز اور عوامی خطابات میں آمریت کو اسلامی طرز حکومت کے منافی قرار دیا اور مارشل لاء کی بے ساکھیوں پر پلنے والے سیاست دانوں پر بھر پور طریقے سے تنقید کی اسی دوران جنرل ضیاء نے اپنی تمام کوششیں اسی بات پر صرف کر دیں کہ کسی صورت بھی مولانا نورانی کو اپنی حمایت پر آمادہ کر سکے کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہی واحد جماعت ہے جو اس وقت PPP کے بعد ملک کی مقبول ترین جماعت ہے اس نے اس کے لئے ہر طرح کے حربے آزمانے شروع کر دیئے۔

ادھر آپ ہر طرح سے حکومت پر دباؤ ڈال رہے تھے کہ وہ ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ نافذ کرے مگر حکومت تو اپنا اسلام چاہتی تھی اسی دوران جماعت اہلسنت کی جانب سے سنی کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کر دیا گیا تاکہ عوام اہلسنت کی طاقت کو منظم کیا جا سکے اور انھیں حکومت کی بداعمالیوں سے آگاہ کیا جا سکے تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کے غداروں کی طرف سے نظام مصطفیٰ کے بارے میں پھیلائی جانے والی غلط باتوں اور تنقیدات کے جواب سے آگاہ کیا جا سکے۔

سنی کانفرنس کے لئے تیاریاں شروع ہو گئیں ادھر حکومتی حلقوں اور قومی اتحاد کے سابق رہنماؤں میں بھی کھلبلی پیدا ہونے لگی اب میدان عمل میں صرف مولانا نورانی اور انکی جماعت تھی جو ملک میں حقیقی اسلام اور نظام مصطفیٰ کا نفاذ چاہتی تھی وقت پھر وہی آگیا جہاں سے قائد اہلسنت نے ۷۰ء سے سیاسی سفر کا آغاز کیا تھا اس وقت نظام مصطفیٰ ﷺ اور سوشلزم آمنے سامنے تھے لیکن اب سوشلزم کی جگہ ایک اور خطرناک ترین نظام جنرل ضیاء کا خود ساختہ اسلام ازم تھا جس کا مقصد اسلام کے نام پر بیدار عوام کو گہری نیند سلانا تھا۔

Marfat.com

کانفرنس کے انعقاد میں بڑی رکاوٹیں ڈالی گئیں مگر آپ اور آپ کے رفقاء کا رمیدان عمل میں ڈٹ گئے اور حکومتی کوششوں کے باوجود ایک بھرپور اور منظم ترین کانفرنس کا انعقاد ہوا آپ نے اس کانفرنس میں اسلام اور نظام مصطفیٰ کی ایک مرتبہ پھر بھرپور اور واضح الفاظ میں وضاحت کی آپ نے واشگاف الفاظ میں اعلان کیا کہ ہماری منزل وزارتیں اور اقتدار نہیں بلکہ نظام مصطفیٰ کا نفاذ ہے اور اس کی جدوجہد ہم تاحیات جاری رکھیں گے حکومت خواہ کسی کی بھی ہو۔ کانفرنس کی بھرپور کامیابی اور اس میں لاکھوں عوام کی شرکت اور قائد اہلسنت پر بھرپور اعتماد نے حکومت کی نیندیں حرام کردیں اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ عوام اب بھی نظام مصطفیٰ کے نفاذ کی بات کرتے ہیں اور وہ اسلام کی بجائے اسلام آباد والوں کے ساتھ نہیں ہیں۔

عوام نے حضرت قائد اہلسنت کو اسکے بعد راولپنڈی میں میلاد مصطفیٰ کانفرنس میں جس طرح پزیرائی بخشی اس نے حکومتی بغض وعناد پر جلتی پر تیل کا کام کیا اور اس سے سول کابینہ اور تحریک نظام مصطفیٰ کے غداروں کی عوامی حمایت کی قلعی کھل گئی اس لئے انھوں نے اب ایک نئی جنگ کا آغاز کردیا جس کے تحت اہلسنت کا ہر جگہ استحصال کرنا شروع کردیا گیا مساجد اہلسنت پر مسلح قبضے، دل آزار تقاریر، قائد اہلسنت اور جمعیت کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ اسی دوران عوام اہلسنت کے جذبات کو مجروح کرنے کی ایک منظم ترین سازش ہوئی کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ترجمہ قرآن کنزالایمان پر سعودی عرب اور دیگر ممالک میں وہابیوں اور ضیاء کے بعض وزیروں نے ملکر پابندی عائد کرادی جس کے ردعمل میں جمعیت نے بھرپور احتجاج کیا یہ احتجاج صرف پاکستان ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے تمام ممالک میں کیا گیا جگہ جگہ، ملک ملک، حجاز کانفرنس منعقد کی گئیں جس میں سعودی حکمرانوں، نجدیوں اور ساتھ ہی جنرل ضیاء کی اہل سنت کش پالیسیوں پر سخت تنقید کی گئی۔

سنیت کش پالیسی:۔

اسی زمانے میں جنرل ضیاء اکثر وبیشتر سعودی عرب سے نجدی علماء کو امام کعبہ کے نام سے پاکستان بلواتے اور پاکستان کی بڑی بڑی اہل سنت کی مساجد میں جمعہ کے دن انکو تقاریر کا وقت دلوادیتے اسی دوران انکو نماز جمعہ کی امامت کے لئے کھڑا کرنے کی کوششیں ہوتیں جس پر

Marfat.com

سنی علماء انکو مصلیٰ امامت پر نہ آنے دیتے اور یوں سعودی عرب کے علماء اور حکومت کے دلوں میں اہلسنت کے خلاف نفرت پیدا ہونے لگی نتیجۃً اہلسنت کے امام اور قائد کی حیثیت سے حضرت قائد اہل سنت اور دیگر اکابر علماء پر سعودی حکومت نے اپنے ملک میں داخلے پر پابندی عائد کر دی اور یہ شرط عائد کی کہ وہ اپنے ان افعال پر سعودی حکومت سے باقاعدہ معافی مانگیں اور آئندہ آئمہ نجدیہ کے پیچھے نماز پڑھنے کا عہد کریں جسکو قائد اہلسنت سمیت دیگر علماء نے مسترد کر دیا۔

بعد میں کچھ علماء نے خفیہ طور پر معافی نامے لکھ کر دے دیئے جن کے اوپر پابندی ہٹالی گئی مگر حضرت قائد اہلسنت ہمیشہ اس پابندی کی زد میں رہے حتیٰ کہ آپ کی اہلیہ جو کہ سعودی نژاد ہیں اور دیگر اہل خانہ بھی اسکی لپیٹ میں آگئے اور پورے گھر والوں پر پابندی عائد کر دی گئی یہاں تک کہ جب آپکی خوش دامن صاحبہ کا ۹۴ء میں انتقال ہوا تو اس وقت بھی اور جب جنوری ۲۰۰۳ میں آپ کے سسر صاحب جانشین قطب مدینہ مولانا فضل الرحمان مدنی علیہ الرحمہ کا انتقال ہوا اس وقت بھی نہ آپ کو اور نہ آپکی اہلیہ محترمہ کو سعودی عرب جانے کی اجازت دی گئی شرط یہ ہی تھی کہ آپ معافی نامہ تحریر کر کے دیں مگر اس مسلک رضا کے حقیقی علمبردار نے اس شرط کو ناقابل عمل اور اپنے مسلک و مذہب کے خلاف قرار دیکر معافی نامہ تحریر کرنے سے انکار کر دیا مگر خدا اور اسکے رسول کا اپنے بندۂ بیدام پر فضل دیکھئے کہ وہ حکومت جو آپ سے ملک میں داخلے کیلئے معافی نامہ مانگتی تھی اسی حکومت سعودیہ نے اس سال اگست میں آپ سے اپنے گذشتہ رویے پر معافی مانگی اور آپ سے ایک بین الاقوامی کانفرنس کے انعقاد کیلئے تجاویز طلب کیں اور آپ کو سعودی عرب آنے کی بغیر کسی شرط کے دعوت دی۔

چنانچہ آپ نے اس دعوت کو قبول فرمالیا اور فروری میں عمرہ کیلئے جانے کا عندیہ دیا مگر قضائے الٰہی کہ آپ اس سے پہلے ہی خانہ کعبہ کے مالک کے حضور حاضر ہو گئے۔

اسلام آباد کے شیدائی:۔

ادھر دوسری طرف اسی دوران جنرل ضیاء ایک اور کھیل کھیل رہے تھے وہ یہ کہ انھوں نے مولانا نورانی کو انکی حق گوئی اور بے باکی کی سزا دینے کے لئے آپ کے قریبی ساتھیوں کو مختلف طور طریقوں سے اپنا ہمنوا بنالیا کسی کو سرکاری کمیٹی کی رکنیت کے نام پر، کسی کو مدرسہ گرانٹ

Marfat.com

کے نام پر رشوت دیکر، کسی کو وزارت و شوریٰ کی رکنیت کے نام پر، کسی کو ایجنسیوں سے ہراساں کر کے غرض کہ مختلف ہتھکنڈے استعمال کر کے جمعیت علماء پاکستان کی بعض صف اول کی شخصیات اور بعض دوسری لائن کی قیادت جو کہ جمعیت آپ کی شب و روز محنت کا صلہ تھیں اپنے قابو میں کرلیا اور وہ قائد اہلسنت علیہ الرحمہ اور جمعیت علماء پاکستان سے بے وفائی کر کے جنرل ضیاء الحق کے ساتھ حکومت میں شامل ہو گئے۔

آپ سے جب ایک اخبار نویس نے ان حالات پر روشنی ڈالنے کے لئے کہا تو آپ نے جواب دیا کہ ہم لوگ اسلام کو نافذ کرنے کے لئے ایک ٹرین میں سوار تھے اور اس کے لئے سفر کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے کہ درمیان میں اسلام آباد کا اسٹیشن آگیا تو کچھ افراد اس اسٹیشن پر اتر گئے مگر ہم اب بھی اپنے سفر پر ہیں اور انشاء اللہ آخری دن تک اسی سفر کو جاری رکھیں گے اور یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ آپ نے اپنے قول پر مکمل طور پر عمل کیا۔

جمعیت علماء پاکستان نے ان تمام افراد کی کہ جنھوں نے جمعیت کی پالیسی کے برعکس فوجی حکومت سے عہدے، وزارت اور دیگر مراعات وصول کی تھیں کو تیس دن کی مہلت دی کہ وہ اپنے اس طرز عمل پر غور کریں اور حکومتی عہدوں سے استعفیٰ دیکر دوبارہ اپنی اپنی جگہ واپس آجائیں مگر ان میں سے سوائے دو ارکان کے محمد عثمان خان نوری جو کہ غیر جماعتی الیکشن میں قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے تھے اور مفتی محمد حسین قادری جو سندھ اسمبلی کے ممبر تھے کے علاوہ کسی نے اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک نہ کہا اور جنرل ضیاء سے آخری دم تک چمٹے رہے البتہ جو اکابرین اس رو میں بہ گئے تھے جن کو غداران جمعیت نے بہلا پھسلا کر جنرل ضیاء الحق کی گود میں ڈال دیا تھا وہ اپنے آخری وقت میں اپنے اس فعل پر نادم ہوئے اور انھوں نے باقاعدہ حضرت قائد اہلسنت سے اس بیوفائی کی معافی مانگی۔

چنانچہ خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑی علیہ الرحمہ، علامہ عبد المصطفیٰ ازہری، مفتی ظفر علی نعمانی علیھم الرحمہ وغیرھم ان افراد میں شامل تھے مگر ان تمام کے باوجود کہ انھوں نے ایک نازک وقت میں حضرت قائد اہلسنت سے بے وفائی کی تھی جب شدید علیل ہوئے تو آپ ان اکابرین کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے چنانچہ مولانا اوکاڑوی صاحب نے بستر مرگ پر آپ سے معافی طلب کی اور فرمایا کہ حضرت میں غلط تھا، ضیاء الحق واقعی دیوبندی ہے۔ میں نے

Marfat.com

اسکو سنی سمجھ کر اور نفاذ اسلام کے لئے مخلص جان کر اسکی حمایت کی تھی مگر میرا اندازہ غلط ثابت ہوا آپ نے اسکو صحیح پہچانا میں اپنے طرز عمل پر آپ سے اور جمعیت سے بے وفائی کی معافی چاہتا ہوں (یہ واقعہ خود قائد اہلسنت علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا)

اسی طرح جب علامہ ازہری صاحب علیل ہوئے تو اس دوران آپ انکی عیادت کیلئے بھی تشریف لے گئے علامہ ازہری اور حضرت قائد اہلسنت دونوں ملکر خوب روئے اسی دوران علامہ ازہری نے آپ سے معافی مانگی اور یہ وصیت کی کہ میری نماز جنازہ میں اگر نورانی صاحب موجود ہوں تو وہی پڑھائینگے۔

اسی طرح مفتی ظفر علی نعمانی صاحب اپنی زندگی کے آخری سالوں میں حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ سے ملاقاتیں کرتے رہے حتیٰ کہ ایک خصوصی ملاقات ان دونوں بزرگوں کی ایک مشترکہ دوست نے کرائی جس میں ماضی کی تمام کدورتوں کو دور کرلیا گیا اور اس کے کچھ ہی عرصہ بعد قبلہ مفتی ظفر علی نعمانی صاحب کا انتقال ہوگیا ان ہی افراد میں مفتی عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ اور دیگر علماء ہیں کہ جو زندگی بھر آپ کی مخالفت میں پیش پیش رہے مگر آخری وقت میں انھیں بالآخر آپ کی طرف لوٹنا پڑا۔ مگر دیگر افراد نے جمعیت کے عاملہ کے اس فیصلے پر عملدرآمد نہ کیا کہ جس نے بھی جمعیت کے منشور کی خلاف ورزی کی ہے اور اپنے فعل سے جمعیت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے وہ معافی نامہ تحریر کریں اپنی غلطیوں پر پشیمانی کا اظہار کریں اور آئندہ کیلئے غلطی نہ کرنیکا عہد کریں تو جمعیت میں انکی معطل شدہ رکنیت بحال کی جاسکتی ہے۔

مگر اس پیشکش سے بھی سوائے حافظ محمد تقی کے کسی نے فائدہ نہ اٹھایا انھوں نے مذکورہ بالا شرط پوری کردی تو انکی فی الفور جمعیت کی رکنیت بحال کردی گئی جنرل ضیاء الحق نے جمعیت علماء پاکستان کے توڑ کیلئے مختلف قسم کے ہتھکنڈے استعمال کئے جمعیت کو توڑنے، اسکے تربیت یافتہ افراد کو سیاسی اغواء کرنے، بدمذہبوں کو جہاد افغانستان اور دیگر فرقہ وارانہ نام سے عوامی سطح پر لانے کے علاوہ انھوں نے ایک بدترین اور ملک دشمن کام کیا وہ یہ کہ جمعیت کے گڑھ اور اسکے پاور فل علاقے کراچی، حیدرآباد اور سندھ کے شہری علاقوں میں مہاجر قومیت کی بنیاد پر ایک تنظیم کی بنیاد ڈالی جس کی مکمل نگرانی سندھ کے وزیر اعلیٰ غوث علی شاہ اور دیگر افراد کے سپرد کی

Marfat.com

انھوں نے خفیہ ایجنسیوں کی مدد سے مہاجروں کے جذبات سے کھیل کر اس تنظیم کو ابھارا، مہاجر نوجوانوں اور جماعت اسلامی کی طلباء تنظیم جمعیت طلباء اسلام کے درمیان ظاہری تصادم اور نورا کشتی کرائی گئی جس میں اردو دان نوجوان اور طلباء پر حملے ہوئے اور وہ زخمی کارکن تمام مہاجر اکثریتی علاقوں میں جاکر لوگوں کو مذہبی جماعت کی دہشت گردی سے آگاہ کرتے رہے اور لوگوں کی ہمدردیاں سمیٹتے رہے۔

یوں ایجنسیوں کے اس کھیل نے جمعیت علماء پاکستان کے مضبوط قلعے میں دراڑیں ڈال دیں اور جو کام بھٹو جیسا ذہین وفطین شخص نہ کر سکا وہ جنرل ضیاء الحق نے مسلک دشمنی اور مولانا نورانی کی مخالفت میں اپنے اہلکاروں اور اپنے مسلک کے افراد کے ذریعے مختلف طریقوں سے کرادیا اور جمعیت علماء پاکستان کو محدود سے محدود تر کردیا مگر قائد اہلسنت علیہ الرحمہ ان دگرگوں حالات میں بھی اپنے موقف پر ڈٹے رہے آپ نے اپنے اصولوں پر کسی قسم کا سمجھوتہ نہ کیا اور نظام مصطفیٰ کے نعرے سے دستبردار نہ ہوئے۔

آپ نے اس دوران حالات کی تمام گردشوں اور گرداب میں بھی مصطفیٰ ﷺ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانے کا فریضہ سرانجام دیا اس کے لئے آپ نے اپنوں کی غداری اور بے وفائی بھی سہی، گالیاں اور گولیاں، ڈنڈے اور پتھراؤ بھی برداشت کیئے، سرعام اپنے خلاف نعرے بھی سنے، اور اپنے اوپر گھٹیا ترین الزامات بھی سہے اپنے اور اپنے گھر والوں کی ہتک اور تمسخر و توہین بھی برداشت کی مگر اس مرد قلندر نے اپنے منشور اپنے دستور اپنے موقف اور اصول سے شمہ برابر بھی پیچھے ہٹنا گوارہ نہ کیا اور یہ ہی آپ کی عظمت کی روشن دلیل ہے کہ

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑی اتنی کہ آساں ہو گئیں

آپ کے انتقال کے موقع پر گولیاں برسانے والے، آپ سے بے وفائی کرنے والے، آپ کے موقف کو جھٹلانے والے آپ پر کفر و بد مذہبی کے فتوے لگانے والے سب ہی آپ کو خراج تحسین پیش کرنے پر مجبور ہو گئے مگر بقول شاعر

عمر بھر سنگ زنی کرتے رہے اہل وطن
یہ الگ بات ہے دفنائیں گے اعزاز کے ساتھ

Marfat.com

جنرل ضیاء الحق اپنے تمام اعمال وافعال کے ساتھ اس دنیا سے چلے گئے مگر انکے بعض اعمال ایسے ہیں جنھوں نے ملک کو اب تک ایک بحران میں مبتلا کیا ہوا ہے جسکا عذاب انھیں بھگتنا ہی ہوگا آپ ان تمام رکاوٹوں کے باوجود ملک میں جمہوریت کی بحالی کے لئے کوششیں، کاوشیں کرتے رہے ملک بھر کے مقتدر سیاست دانوں سے رابطے کر کے انھیں جمہوریت کی بحالی کے لئے جدوجہد پر آمادہ کرتے رہے۔

ان ہی دنوں آپ نے ایک تجویز دی کہ حکومتی سطح پر ملک کے مقتدر تمام سیاستدانوں کی ایک گول میز کانفرنس بلائی جائے اور اس میں فوجی حکومت سے مذاکرات کئے جائیں اور ملک کا نظم ونسق سیاست دانوں کے حوالے کیا جائے اس گول میز کانفرنس کی تجویز کو عوامی اور سیاسی سطح پر بڑی پذیرائی حاصل ہوئی اور جنرل ضیاء کی مشکلات میں اضافہ ہوگیا تو انھوں نے اسکے توڑ کے لئے مجلس شوریٰ بنانے کا اعلان کیا جس کے لئے اپنے کاسہ لیس سیاستدانوں کو نامزد کرنے کا اعلان کر دیا مگر مولانا نورانی نے اس ماورائے آئین کام پر شدید تنقید کی اور مجلس شوریٰ کے اراکین کو "سیاسی تیمیوں کا ٹولہ" قرار دیا۔

اسی اثناء میں آپکے رابطہ جاری تھے ملک کے تمام رہنما آپ کی تجویز سے متفق تھے اور آپ ایک اجلاس بلانے کے لئے تمام سیاست دانوں سے جا کر ملاقاتیں کر رہے تھے کہ آپ کے سندھ سے نکلنے اور دیگر صوبہ جات میں داخل ہونے پر پابندی عائد کردی گئی اس دوران آپکو حکومتی نوٹس موصول ہوا کہ آپ کی ہر قسم کی سیاسی سرگرمیوں پر پابندی ہے اس لئے اگر آپ کسی سیاسی سرگرمی میں مبتلا ہوئے تو آپ کے خلاف مارشل لائی حکم کے تحت کاروائی عمل میں لائی جائے گی مگر آپ نے اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں اور سیاستدانوں سے کسی نہ کسی طرح رابطہ رکھ کر انکو کانفرنس میں شرکت کے لئے آمادہ کرلیا۔

یہ کانفرنس کراچی میں ہونا قرار پایا اور اس کے لئے آپکی رہائش گاہ کو موزوں قرار دیا گیا مگر جیسے ہی اجلاس کا دن آیا تو تمام رہنماؤں پر کراچی میں داخلے کی پابندی عائد کردی گئی اسطرح یہ کانفرنس منعقد نہ کی جاسکی۔ اسی دوران آپ نے ایک چھ نکاتی پیکج قوم اور رہنماؤں کے سامنے پیش کیا آپ کا فارمولا یہ تھا کہ خالصتاً غیر فوجی نمائندوں پر مشتمل ایک نگران حکومت قائم کی جائے اور وہ فوراً ہی درج ذیل اقدامات کرے۔

Marfat.com

۱۔۔۔مارشل لاء کا کوئی نیا ضابطہ نافذ نہ کیا جائے۔

۲۔۔۔سرسری سماعت کی تمام فوجی عدالتیں توڑ دی جائیں۔

۳۔۔۔عبوری آئین کا حکم ختم کر دیا جائے۔

۴۔۔۔عدلیہ کے اختیارات بحال کئے جائیں۔

۵۔۔۔سنسر شپ کو مکمل طور پر ختم کیا جائے۔

۶۔۔۔سیاسی جماعتوں سے مکمل طور پر پابندیاں اٹھالی جائیں اور سیاسی سرگرمیوں کی اجازت دی جائے۔

مولانا نورانی کے اس فارمولے کو قومی پریس نے ایک اچھا اور مستحسن قدم قرار دیا اور اسے وقت کی ضرورت بتایا چنانچہ ہفت روزہ اخبار جہاں (۱۵ تا ۲۱ فروری ۸۲ء) میں اسلام آباد ڈائری میں ''ایک سمجھوتہ جو سب کے لئے ضروری ہے'' کے عنوان سے ممتاز صحافی حبیب الرحمن نے لکھا ''۵ جولائی ۷۷ء کو جو اقدامات کئے گئے ان کی توثیق سپریم کورٹ نے اس شرط کے ساتھ کی تھی کہ ۷۳ء کے آئین کے تحت ہی آزادانہ منصفانہ انتخابات جلد از جلد کرائے جائیں گے اور عبوری مدت میں اسی مقصد پر ساری توجہ مرکوز کی جائے گی یہ شرط عائد کرتے ہوئے سپریم کورٹ نے اعلان کیا تھا کہ ۷۳ء کا آئین ہی ملک کا اعلیٰ ترین قانون ہے۔۔۔مولانا شاہ احمد نورانی نے ارباب اختیار اور سیاستدانوں کے غور فکر کے لئے موجودہ تعطل کا جو حل ۶ فروری ۸۲ء کو تجویز فرمایا ہے اسمیں بھی ۷۳ء کے آئین کو قومی یکجہتی کا مظہر قرار دیا گیا ہے حکومت اور ارباب سیاست کے درمیان مفاہمت کے عمل کو آگے بڑھانے کے لئے صدر مملکت اگر مولانا شاہ احمد نورانی کے پیش کردہ فارمولے کو مذاکرات کی بنیاد بنانے پر اپنی رضامندی کا اظہار فرماسکیں تو یقیناً مفاہمت کے امکانات اور زیادہ روشن ہو جائیں گے لیکن حکومت کی طرف سے کسی مثبت ردعمل کا مظاہرہ نہ کیا گیا''۔

جمہوری دور:۔

جنرل ضیاء الحق کے انتقال 1988 کے بعد ہی اس ملک کو ۱۱ سالہ طویل فوجی حکومت سے چھٹکارہ مل سکا اور فوراً ہی ملک میں انتخابات کا اعلان کرا دیا گیا جس میں جمعیت نے بھرپور

Marfat.com

حصہ لیا مگر جنرل ضیاء الحق کی باقیات ابھی موجود تھیں لسانی اور علاقائی تفریق و سیاست جس کی بنیاد جنرل ضیاء نے رکھ دی تھی وہ اپنی پوری آب و تاب سے نمودار ہوئی اور قومی و اسلامی سیاست کو اپنے آقاؤں کی مدد کے سبب مات دے گیا اس صورت حال سے نمٹنے کیلئے اور ملک میں فرقہ وارانہ کشیدگی کو کم کرنے کے لیے آپ نے جمعیت علماء اسلام سے ملکر اسلامی جمہوری محاذ کے نام سے ایک اتحاد قائم کیا ادھر دوسری طرف ایجنسیاں اپنا کھیل کھیل رہی تھیں اور ۱۹۸۸ء میں قائم ہونے والی PPP کی حکومت کو ۱۹۹۰ میں صدر غلام اسحٰق خان نے اپنے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے ختم کر دیا اور نئے انتخابات کا اعلان کر دیا اس لیکشن میں تین قوتیں سامنے آئیں۔

(۱) ایجنسیوں کی بنائی گئی اسلامی جمہوری اتحاد جسمیں جماعت اسلامی مسلم لیگ اور دیگر ایجنسیوں کے پے رول پر قائم ہونیوالی جماعتیں شامل تھیں۔

(۲) اسلامی جمہوری محاذ جس میں جمعیت علماء پاکستان اور جمعیت علماء اسلام شامل تھیں۔

(۳) پیپلز پارٹی ان انتخابات میں ظاہر ہے ایجنسیوں نے اپنی جماعت کو کامیاب کرایا اور دیگر جماعتوں کو ایک قلیل تعداد میں نشستیں حاصل کرنے دی گئیں یہ حکومت بھی نہ چل سکی۔ اسی دوران قائد اہلسنت اور جمعیت کو ایک دھچکا لگا جب جمعیت کے جنرل سیکریٹری مولانا عبدالستار خان نیازی اپنے چند ساتھیوں سمیت آئی جے آئی میں شامل ہو گئے اور وزیر اعظم نواز شریف کیساتھ ہو گئے۔ ۱۹۹۳ میں جمعیت نے الیکشن میں حصہ لیا مگر مولانا عبدالستار خان نیازی کی علیحدگی اور لسانی جماعتوں کی دہشتگردی سے جمعیت کامیابی حاصل نہ کر سکی۔ حکومت پھر توڑ دی گئی اور صدر فاروق خان لغاری نے اپنی ہی حکومت کو برخاست کر کے ۱۹۹۷ میں الیکشن کرانے کا اعلان کیا اس الیکشن کے لئے نگراں حکومت قائم کر دی گئی اور احتساب کے دعوے کئے جانے لگے مگر احتساب نہ ہوا اور مولانا نورانی کی دیرینہ خواہش کہ آئین کی دفعہ ۶۳-۶۲ پر عمل کرتے ہوئے کرپٹ لوگوں اور نا اہل افراد کو الیکشن میں حصہ لینے کی اجازت دینا بند کیا جائے اور احتسابی عمل کو پورا کر کے خائن لوگوں کو قرار واقعی سزا دی جائے پر عمل درآمد نہ ہوا تو جمعیت نے اس الیکشن کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا۔

مولانا نورانی اس تمام عرصہ میں ایجنسیوں کی سازشوں کی وجہ سے اسمبلی میں نہ پہنچ سکے مگر آپ نے اسمبلی کے باہر ہی ایک حقیقی اپوزیشن کا منصب سنبھالا اور حکومت کے جائز اور ملکی

Marfat.com

مفاد کے کاموں کی حمایت کی تو دوسری طرف اسلام اور ملک دشمن اقدامات کی بھرپور طریقے سے مخالفت کی جو کہ آپ کا ایک مسلمہ اصول تھا جہاں مشترکہ جدوجہد کی ضرورت پیش آئی آپ نے ہراول قائد کے طور پر تمام سیاسی رہنماؤں کو جمع کیا اور ایک مشترکہ لائحہ عمل ترتیب دیا اس فیصلہ میں آپ نے ذاتی مخالفت کی پرواہ نہ کی۔

چنانچہ ۱۹۹۰ میں جب عراق پر امریکا نے حملہ کیا اور اسوقت نواز شریف حکومت نے عراق کا ساتھ نہ دینے کا فیصلہ کیا تو آپ نے تمام اپوزیشن جماعتوں کو ساتھ لیکر اس فیصلے کے خلاف سخت احتجاج کیا اور عراق کی حمایت میں ملک گیر مہم چلائی اسی طرح جب ۱۹۹۶ میں بے نظیر نے ملک دشمن بجٹ پیش کیا تو آپ نے اس بجٹ کے خلاف ۱۶ جون کو قومی بجٹ کانفرنس بلانے کا اعلان کیا جسمیں شرکت کے لئے ملک کی تمام اپوزیشن پارٹیوں کو دعوت دی گئی اور اسمیں ملک کی تمام ہی پارٹیوں نے شرکت کی جسمیں عوام دشمن بجٹ کے بارے میں ایک لائحہ عمل مرتب کیا گیا۔

۱۹۹۹ء کو نواز شریف کی بھاری مینڈیٹ حکومت ایک فوجی سربراہ کے ذریعے ختم ہوئی اور ملک میں نیم مارشل لاء نافذ کر دیا گیا فوجی حکومت کو سپریم کورٹ نے تین سال کا وقت دیا کہ وہ تین سال کے اندر انتخابات کروا کر حکومت سیاسی افراد کے سپرد کر دیں آپ نے اس وقت بھی محتاط انداز اختیار کیا اور جنرل پرویز مشرف کے ملکی مفادات کے فیصلے کی تائید کی اور اسلام دشمن فیصلوں کو سختی سے مسترد کیا۔

متحدہ مجلس عمل:۔

اسی دوران ۱۱ ستمبر کا واقعہ رونما ہوا جس نے بین الاقوامی سیاست کو یکسر بدل ڈالا اور امریکا نے اس واقعہ کی تمام تر ذمہ داری افغانستان پہ ڈال کر اسے نشانہ بنایا جس میں جنرل پرویز حکومت کو استعمال کیا گیا اور جنرل پرویز نے امریکا کے تمام اقدامات کی تائید کی حتیٰ کہ امریکا کو اڈے تک فراہم کئے اسوقت سے عالم اسلام اور بالخصوص پاکستان ایک عجیب بحران سے دوچار ہے چنانچہ ضرورت محسوس کی گئی کہ سیکولر اور اسلام دشمن عناصر کے مقابلے میں ایک مضبوط اور مشترکہ موقف اختیار کرنے کے لئے تمام مسالک پر مشتمل ایک تنظیم قائم کی جائے اور تمام مذہبی

Marfat.com

جماعتیں ایک ہی نشان اور تنظیم کے تحت آئندہ الیکشن میں حصہ لیں تا کہ ملک میں سیکولرازم کا راستہ روکا جا سکے چنانچہ اس عظیم مقصد کے لئے ملک کے تمام مسالک کی نمائندہ جماعتوں پر مشتمل ایک سیاسی اتحاد بنام متحدہ مجلس عمل معرض وجود میں آیا۔

ملی یکجہتی کونسل کی صدارت کی طرح اس کی صدارت بھی بادل ناخواستہ آپکو سنبھالنا پڑی مگر منشور میں اس بات کو منظور کیا گیا کہ ہر چھ ماہ بعد صدارت تبدیل ہو جایا کریگی۔ تا کہ تمام مسالک کے نمائندوں کو صدارت مل سکے اور کسی کی حق تلفی نہ ہو مگر ہر مرتبہ آپ کے علاوہ کسی کی صدارت پر اتفاق نہ ہو سکا اور اسکے قیام سے آپکے انتقال تک کوئی مسند صدارت پر نہ آسکا آپ کی قیادت میں متحدہ مجلس عمل نے ملک گیر اور حیران کن کامیابی حاصل کی جس کی مثال تاریخ پاکستان میں نہیں ملتی حتیٰ کہ صوبہ سرحد میں بغیر کسی کے اشتراک کے پہلی مرتبہ مذہبی جماعتوں کی حکومت قائم ہوئی اور بلوچستان میں اتنی زبردست کامیابی ہوئی کہ مجلس عمل کے بغیر کوئی حکومت قائم نہ کر سکا حتیٰ کہ مسلم لیگ جو کہ قومی سطح پر اکثریتی پارٹی تھی کو مجلس عمل کی شرائط پر معاہدہ کرنا پڑا اور مشترکہ حکومت قائم کی گئی آپ نے مجلس عمل کے لیئے بھرپور الیکشن مہم چلائی حتیٰ کہ الیکشن مہم کی وجہ سے آپ نے انتخابات میں حصہ نہ لیا اور ہمیشہ کی طرح اپنی ذات پر امت مسلمہ کے مشترکہ مفادات کو ترجیح دی۔

آپ نے ملک بھر کے تمام حلقوں کا دورہ کیا جلسوں جلوسوں کی قیادت کی اور آپ کی محنت رنگ لائی آپ کی محنت شاقہ اور ۷۶ سال کی عمر میں اسقدر مشقت آپ کی امت مسلمہ سے محبت کی ایک اعلیٰ ترین مثال ہے اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مجلس عمل کی کامیابی میں دیگر عوامل کے ساتھ ساتھ آپکی عوامی رابطہ مہم اور آپ کی تقاریر و دوروں کا بھی ایک بہت بڑا حصہ ہے مجلس عمل کی کامیابی کے بعد ہی جنرل پرویز مشرف کے دیے گئے عبوری آئین L.F.O پر بحث شروع ہوگئی الیکشن میں جنرل پرویز مشرف کی حمایت یافتہ جماعتوں کو اکثریتی کامیابی دلائی گئی تھی تا کہ اپنے احسان مندوں کے دوش پر وہ دیگر جنرلوں کی طرح طویل حکومت کا ریکارڈ قائم کر سکیں مگر مجلس عمل اور دیگر اپوزیشن جماعتوں نے جنرل پرویز کے پیش کردہ عبوری آئین کو یکسر مسترد کر دیا اور ۷۳ء کے آئین کو جو معطل کر دیا گیا تھا نافذ کرنے کا مطالبہ کیا اور اسی کے تحت حلف اٹھانے کا عہد کیا چنانچہ آپ کی قیادت میں دیگر جماعتوں نے ملک میں حقیقی جمہوریت کی بحالی کے لیے حکومت

Marfat.com

اور اسکے نمائندوں سے مذاکرات کا عمل شروع کر دیا اسی اثناء میں سینٹ کے الیکشن منعقد ہو گئے۔

آپ اب عمر کے اس حصے میں پہنچ چکے تھے کہ زیادہ بھاگ دوڑ اور مسلسل محنت نہیں کر سکتے تھے جسکی وجہ سے آپ نے سینٹ کے الیکشن میں حصہ لینے سے معذوری کا اظہار کیا آپ کے اس فیصلے سے مجلس عمل کی قیادت کارکنان اور علماء اہلسنت حیران و پریشان ہو گئے آپ کا ایک نقطہ نظر یہ بھی تھا کہ مجلس عمل کو بلاشبہ بھرپور کامیابی حاصل ہوئی ہے۔

مگر اپنی جماعت جمعیت علماء پاکستان کو وہ کامیابی نہیں مل سکی ہے جس کی آپ کو توقع تھی اس کی وجوہات کئی تھیں جن میں ایک وجہ علماء اہلسنت کا عدم تعاون بلکہ بعض علماء کی معاندانہ حد تک مخالفت بھی تھی جس کی وجہ سے جمعیت کا سندھ اسمبلی کے لیے صرف ایک رکن منتخب ہو پایا تھا جب کہ دیگر اراکین جماعت اسلامی اور جمعیت علماء اسلام کے تھے اور آپ کی غیرت اور مسلک سے محبت یہ گوارہ نہیں کرتی تھی کہ آپ بد مذہبوں کے ووٹ حاصل کر کے سینیٹر بن جائیں اور ہمیشہ کیلئے ان کے احسان مندر ہیں آپکو راضی کرنے کیلئے مجلس عمل کے تمام قائدین نے دباؤ ڈالا آپکے مریدوں، کارکنوں حتیٰ کہ گھر والوں کے ذریعے آپکا فیصلہ بدلوانے کی کوشش کی گئی مگر ناکامی ہوئی اور آپ نے فیصلہ تبدیل نہ کیا بالآخر آپ کے اپنے دیرینہ ساتھیوں اور علمائے اہلسنت بالخصوص استاذ العلماء حضرت علامہ محمد حسن حقانی کے بے حد اصرار اور وقت کے تقاضے اور مسلک اہلسنت ہی کی پاسداری کرنے کیلئے سینیٹر بن گئے اور جمعیت کے راہنماؤں کی محنت کی بدولت آپ سینیٹر منتخب ہو گئے۔

اسی دوران آپ کا حکومتی نمائندوں سے بھی مذاکرات کا دور چلتا رہا اور بالآخر مجلس عمل اور حکومت کے درمیان تحریری شکل میں ایک معاہدہ طے پا گیا یہ آپ کی بالخصوص مجلس عمل کے دیگر قائدین کی بالعموم دوراندیشی اور فراست تھی کہ آپ نے ایک فوجی حکومت کو باعزت طریقے سے حکومت چھوڑنے پر بھی مجبور کر دیا اور اپنے موقف پر بھی کسی قسم کی آنچ نہ آنے دی مذاکرات کے دوران حسب معمول حکمران وقت نے آپ اور مجلس عمل کو پرکشش مراعات کی پیشکش کی مگر آپنے حسب معمول اپنے اصولوں پر سمجھوتہ نہ کیا اور نہ ہی مجلس عمل کے کسی راہنما کو کرنے دیا کہ یہ آپ ہی کی ذات تھی کہ جس کی وجہ سے دیگر قائدین اپنی ماضی کے برخلاف حکمران وقت سے ٹکرا رہے تھے اور اپنے موقف پر ڈٹے ہوئے تھے۔

Marfat.com

معاہدہ طے پا چکا تھا آپ کی شرائط پوری ہو چکی تھیں معاہدہ پر دستخط ہونا باقی تھے کہ کچھ نادیدہ قوتوں نے پھر اس کو سبوتاژ کرنے کی کوششیں شروع کر دیں معاہدے کے برعکس مختلف قسم کی شرائط عائد کی جانے لگیں مگر آپ نے انکو بھی بڑی ہی خوبصورتی سے طے کر لیا اسی دوران آپ نے حکومت کو ڈیڈ لائن دی کہ اگر ۱۸ دسمبر تک معاہدہ طے نہ ہوا اور بے جا شرائط کو ختم نہ کیا گیا تو حکومت کے خلاف عوامی تحریک چلائی جائے گی یہ اعلان ہونا تھا کہ حکومت گھبراہٹ کا شکار ہو گئی اور آپ ہی کی شرائط پر معاہدہ طے کرنے کا عندیہ دیا کہ اچانک ہی گیارہ دسمبر کو آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

یوں پاکستانی سیاست کا ایک روشن باب بند ہو گیا اور قوم ایک معتدل رہنما، ایک محتاط مدبر، ایک زیرک و معاملہ فہم اور ایک غیر متنازعہ شخصیت سے ہمیشہ محروم ہو گئی۔

جسکے دم سے دلی و لاہور ہم پہلو ہوئے
آہ اے اقبال وہ بلبل بھی اب خاموش ہے

عالمی سیاست

حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ وہ سیاستدان نہ تھے کہ جنکی نظر صرف پاکستان پر ہوتی ہے بلکہ آپ ایک بین الاقوامی سیاستدان تھے کہ

عالم ہے فقط مومن جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے

تبلیغ وارشاد کی وجہ سے آپ کی شخصیت بین الاقوامی طور پر مسلم تھی کئی عالمی لیڈروں سے آپ کے ذاتی تعلقات تھے نائجیریا کے سابق وزیر اعظم احمد ڈبلیو شہید نے آپ کے والد ماجد کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا لہٰذا وہ تو آپ کے احسان مندوں میں سے تھے، اسکے علاوہ آپ ۱۹۵۳ء سے ۱۹۶۴ء تک مسلسل گیارہ سال ورلڈ مسلم آرگنائزیشن کے جنرل سیکریٹری رہے جس میں عالم اسلام کی مقتدر ہستیاں شامل تھیں اور اس کے صدر مفتی اعظم فلسطین مفتی امین الحسینی تھے۔ آپ کافی عرصہ تک عالم اسلام کی قدیم ترین یونیورسٹی جامعہ ازہر کی سینیٹ کمیٹی کے رکن بھی رہے اسکے علاوہ بغداد یونیورسٹی، صدام یونیورسٹی اور لیبیا کی یونیورسٹی کلیۃ الدعوۃ الاسلامیہ کے بھی

Marfat.com

ممبر رہے۔اسی طرح آپ نے ایک مبلغ کی حیثیت سے دنیا کی تقریباتمام بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں لیکچر دیئے جن میں کئی بین الاقوامی سیاستدان اور مذہبی رہنما شرکت کرتے آپکی بین الاقوامی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ عراق ایران جنگ جو ۱۰ سال تک جاری رہی اور اس میں ہزاروں مسلمان جاں بحق ہوئے ان دونوں ملکوں کے درمیان مصالحت کیلئے اقوام متحدہ نے ایک امن مشن تشکیل دیا جو سات افراد پر مشتمل تھا حضرت قائد اہلسنت بھی اس امن مشن کے رکن تھے اس مشن نے عراق ایران قیادت سے ملاقاتیں کیں مذاکرات کیے اور یوں یہ جنگ جسمیں لاتعداد مسلمان دونوں طرف سے جاں بحق ہوئے ختم ہوگئی۔اس زمانے میں امریکا نے آپکو ۱۰ سال کا اوپن ویزہ دیا تھا غرض یہ کہ آپ ایک بین الاقوامی مبلغ اور سیاستدان تھے آپ کی ذات صرف پاکستان ہی کیلئے نہیں بلکہ عالم اسلام کیلئے ایک سایہ دار درخت کی حیثیت رکھتی تھی۔ اور عالم اسلام کے مسلمان ہر مشکل گھڑی میں آپ ہی کی طرف دیکھتے تھے کہیں بھی مسلمانوں پر کوئی ظلم وستم ہوتا آپ ہی کی آواز ہوتی جوانکے حق میں بلند ہوتی تھی آپ اس متاثرہ علاقے میں جاکر انکی ڈھارس بندھاتے انہیں صبر کی تلقین کرتے حتیٰ المقدور امداد کرتے اور ان پر کیے گئے مظالم سے دنیا کو آگاہ کرتے جس کی وجہ سے آپ مسلمانان عالم کے دلوں میں بستے تھے اسی وجہ سے آپ کے انتقال پر لیبیا کے سفیر بذات خود آپ کے گھر پر اپنے صدر کرنل قذافی کا معذرت نامہ لیکر آئے سعودی سفارت کاروں کے ایک وفد نے گھر آکر تعزیت کی کئی ممالک کے سفارت کار حاضر ہوئے۔

آپ عالم اسلام میں کتنے مقبول تھے اس بات کا ثبوت وہ تقریب ہے جو جون ۱۹۹۲ء میں عراقی سفیر نے اپنی رہائش گاہ پر آپ کے اعزاز میں منعقد کی جس میں اردن، الجزائر، یمن ، کینیا، فلسطین، لیبیا اور دیگر ممالک کے سفیروں نے شرکت کی اس سے خطاب کرتے ہوئے الجزائر کے سفیر نے کہا کہ مولانا نورانی عالم اسلام کے عظیم راہنما، دانشور اور قائد ہیں۔یمن کے سفیر نے کہا کہ میں مولانا نورانی کا قلبی نیاز مند ہوں وہ اسوقت عالم اسلام کیلئے غنیمت ہیں۔ فلسطین کے سفیر نے کہا کہ فلسطینی عوام مولانا نورانی کی عالمی خدمات سے واقف ہیں اور انکی نیاز مند ہیں جبکہ لیبیا کے سفیر نے کہا کہ لیبیا کے عوام اور اسکے سربراہ کرنل قذافی مولانا نورانی کے دلی قدردان ہیں اور لیبیا میں قذافی نورانی بھائی بھائی کا شعور عام پایا جاتا ہے آپ کی اس عالمی

Marfat.com

حیثیت اور قدر کو دیکھتے ہوئے مبلغ اسلام حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ پاکستان کے عوام خوش قسمت ہیں کہ انکو مولانا نورانی جیسا قائد میسر آیا مگر افسوس ہے کہ ان لوگوں نے انکی قدر نہیں کی انکی حیثیت دیکھنا ہو تو بیرون ممالک جاکر دیکھو جب بڑے بڑے رہنما، سیاست دان، عالمی لیڈران سے ملاقات کیلئے وقت مانگتے ہیں۔

یادگار انٹرویو:۔

جہاں بانی سے ہے دشوار تر کارِ جہاں بینی
جگر خوں ہو تو چشم دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

آپ نے دسمبر ۱۹۹۱ء کو اپنی تبلیغی خدمات، بین الاقوامی حالات اور عالمی خدمات کے بارے میں ایک مفصل اور واحد انٹرویو ندائے اہلسنت کے پینل کو مرحمت فرمایا یہ انٹرویو تاریخی بھی ہے اور آپ کی خدمات بے پایاں اور آپکی عالمی شخصیت کو سمجھنے کا ایک بہترین ذریعہ بھی۔ چنانچہ اس انٹرویو کو بشکریہ ندائے اہلسنت من وعن شائع کیا جاتا ہے۔

حضرت امام نورانی کی سیاسی خدمات کا تذکرہ سرگرمیوں کی رپوٹس تو شائع ہوتی رہتی ہیں مگر ملک کے عوام آپ کی بیرون ملک تبلیغی کاوشوں سے عموماً بے خبر رہتے ہیں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ آپ خود ایسی خبریں شائع کرواتے نہیں کیونکہ ان کے ذہن مبارک میں یہ بات جاگزیں ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے دین کیلئے کام کر رہے ہیں اس لئے اس سلسلہ میں کسی اخبار سے کوئی بات نہیں کرتے مگر جناب قاری زوار بہادر اور میری (مولانا شبیر ھاشمی) ایک عرصہ سے تمنا تھی کہ عوام پاکستان امام نورانی کی ان مبارک اور نورانی سرگرمیوں سے بھی آگاہ ہوں۔

امام نورانی جب ۱۶ دسمبر ۱۹۹۱ء کو لاہور تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا مگر لاہور میں وقت نہ نکل سکا۔ ۲۰ دسمبر کو مجھے کراچی جانے کا اتفاق ہوا وہاں بھی ۲۱ دسمبر کو حاضری نہ ہو سکی۔ ۲۲ دسمبر کو حضرت کے کاشانہ اقدس پر آیت کریمہ کا ختم مبارک تھا اس دن بھی دن کو وقت نہ مل سکا آپ نے بعد نماز عشاء اپنے کاشانہ مبارک پر حاضری کی اجازت مرحمت فرمائی میرے ساتھ اس وقت ہمارے علاقے کے بزرگ عالم دین پیر طریقت حضرت علامہ مولانا محمد خان مہر ہمدم رحمہ

Marfat.com

اللہ کے صاحبزادے اور حضرت قائد کے مخلص مرید جناب صاحبزادہ محمد افضال خان نورانی بھی تھے ہم نے کم از کم حضرت قائد پر تین گھنٹے تک سوالات کی بر کھا کی قائد نے خندہ پیشانی سے ہمیں شافی جوابات سے نوازا اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ پاکستانی جرائد میں ندائے اہلسنت کو سب سے پہلے یہ شرف حاصل ہوا ہے کہ حضرت مولانا کے اس اہم ترین مسئلہ پر اتنا طویل انٹرویو کیا ہم حضرت قائد کے تہ دل سے شکر گزار ہیں کہ جہاں بی بی سی غیر ملکی کثیر الاشاعت اخبارات کے نمائندے اور خود پاکستانی صحافت میں روزنامہ جنگ جیسے اخبارات کے نمائندے بے نیل مرام ہم نے خود لوٹتے دیکھے ہیں وہاں ندائے اہلسنت پر آپکی شفقت کا یہ عالم کہ مسلسل میرے انٹرویو سے زیادہ مناظرہ کو خندہ پیشانی سے نہ صرف برداشت فرمایا بلکہ شافی جوابات سے سرفراز فرمایا میں نے انٹرویو کو ریکارڈ کیا ہے مگر افضال بھائی ساتھ ساتھ لکھتے بھی گئے میرے ذہن میں یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ گھنٹے کا انٹرویو ہوگا اس لئے میں نے ایک ہی کیسٹ رکھی تھی مگر انٹرویو کی زلفیں دراز ہوتی چلی گئیں وقت گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ میں محدود نہ رہا حضرت نے ندائے اہلسنت پر خصوصی شفقت فرماتے ہوئے بڑی تفصیل سے اظہار خیال فرمایا۔

میں نے یورپ، افریقہ، امریکا، مشرق وسطیٰ برصغیر میں حضرت کی تبلیغی سرگرمیوں کے علاوہ بین الاقوامی تبلیغی تحریکوں عالمی شخصیات پر بھی بے تکان سوالات کئے مگر حضرت نے نہ صرف حاضر جوابی بلکہ شگفتہ گوئی سے جوابات عطا فرمائے۔ آیئے! آپ بھی قائد کی گفتگو سے لطف اٹھایئے۔

سوال:۔ حضرت ہم آپ شکر گزار ہیں کہ آپ نے اپنی گوناگوں عالمی تبلیغی مصروفیات سے وقت نکال کر ندائے اہلسنت کو مشرف فرمایا سب سے پہلے آپ اپنی تبلیغی مساعی سے آگاہ فرمائیں؟

جواب:۔ سب سے پہلے تو میں آپ کو یہ عرض کردوں کہ میں ندائے اہلسنت کا مستقل قاری ہوں ندائے اہلسنت جو عوام اہلسنت کی فکری علمی اور ادبی خدمات کر رہا ہے وہ ہم سب کیلئے باعث فخر ہے۔ میں ندائے اہلسنت اور آپ کا بالخصوص شکر گزار ہوں کہ اپنے قارئین کیلئے کچھ کہنے کیلئے مجھے موقع عطا فرمایا دوسری بات یہ ہے کہ جہاں تک عالمی سطح پر تبلیغ اسلام کی ضرورت کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ بہت زیادہ ایسے مقامات ہیں جہاں پر لوگ بہت زیادہ تشنگی رکھتے ہیں کہ وہ دینی اور تفہیمی رہنمائی کے لئے طالب ہیں خاص طور پر وہ ممالک جہاں تقریباً اس

Marfat.com

تیس (۳۰) چالیس (۴۰)، سال کے عرصہ میں مسلمان آباد ہوئے خاص طور پر برصغیر کے لوگ جن میں پاکستان اور بھارت کے مسلمان آباد ہو گئے ہیں مثلاً امریکا برطانیہ، کنیڈا اور یورپ کے بعض حصے سنگاپور، ہانگ کانگ، کے علاقے شامل ہیں ان ممالک میں جو حکومتیں ہیں وہ صرف غیر مسلم ہیں بلکہ عیسائی ہیں اگر غیر مسلم حکومت ہو سیکولر ہو تو برداشت ہو جاتی ہے مگر عیسائی حکومتیں اپنے مذہب کی سرپرستی کرتی ہیں اور انکی کوشش یہ ہوتی ہے کہ انکے ممالک میں جو مسلمان آکر آباد ہو گئے ہیں اگر انکو وہ عیسائی نہ بنا سکیں تو کم از کم انکی آئندہ نسل کو عیسائی ضرور بنالیں۔

اس صورت حال میں ورلڈ اسلامک مشن کے اسلام کا دفاعی پروگرام ترتیب دیا ہے کہ اگر ہم ان عیسائی حکومتوں کو مسلمان نہ بنا سکیں تو کم از کم اپنی اس نسل کو بچانے کیلئے جدوجہد کریں بعض لوگوں کے نزدیک تبلیغ دین کا تصور صرف اتنا ہے کہ تھوڑا بہت دین کا چرچا کر دیا جائے دین کا کچھ نام آجائے تو اسکو تبلیغ سمجھ لیا جاتا ہے بعض لوگوں کا خیال یہ بھی ہے کہ ان عیسائی ملکوں میں آباد مسلمانوں کو بچانے کیلئے پاکستان کے علماء کی کوئی ذمہ داری نہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ غلط ہے۔ لوگ ان ممالک میں جا کر آباد ہو گئے وہ بھی ہمارے بھائی ہیں انکے ایمان کی حفاظت دینی رہنمائی اور ان کے بچوں کو کفر سے بچانا یہ ہماری بھی ذمہ داری اور مذہبی فریضہ ہے جہاں ایک طرف ہم پاکستان بھارت اور دوسرے علاقوں میں دین کی خدمت کر رہے ہیں وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ ان ممالک میں مسلمانوں کو دفاع اسلام کی ضرورت پیش آئے تو ہم وہاں پہنچ کر انکی مدد کریں اسوقت ضرورت ہے کہ جو علماء انگریزی، جرمنی، فرانس، زبانیں جانتے ہیں وہ دین کی خدمت زیادہ بہتر طریقے سے کر سکتے ہیں برصغیر کے وہ مسلمان جو ان ممالک میں جا کر آباد ہوئے ہیں انکی جدید نسل کی تعلیم و تربیت وہاں کی زبان میں ہوتی ہے اور انکا اسلام سے وہ تعلق نہیں ہے جو ان کے والدین کا ہے۔

دین اور وطن سے جو تعلق یہاں رہ کر ہو سکتا ہے وہ ان ممالک میں رہ کر پیدا نہیں ہو سکتا ان لوگوں کی رہنمائی کیلئے ورلڈ اسلامک مشن مساجد اور ابتدائی تربیت کے مراکز دینی مدارس کے قیام سے انکی رہنمائی کر رہا ہے تا کہ گرجا گھر ان بچوں پر اثر انداز نہ ہو سکے میں سمجھتا ہوں کہ بعض مقامات پر ورلڈ اسلامک مشن کو اس سلسلے میں کامیابی حاصل ہوئی ہے ہم نے ہالینڈ، فرانس، بلجیئم، برطانیہ، ناروے، جرمنی، کینیڈا، امریکا، جنوبی امریکا، آسٹریلیا، افریقہ، جنوبی

Marfat.com

افریقہ، مشرقی افریقہ، ماریشس وغیرہ میں تعلیمی مراکز قائم کیئے ہیں جہاں ہم نے کوشش کی ہے کہ ان علاقوں میں مسلمانوں اور انکی جدید نسلوں کا تعلق دین حق سے مضبوط سے مضبوط تر کیا جائے اور ایک حد تک اس سلسلے میں کامیابی بھی ہوئی ہے ورلڈ اسلامک مشن کو کسی بھی حکومت کی سرپرستی حاصل نہیں ہے لیکن اس اہم مقصد کیلئے وسائل کی ضرورت تو ہوتی ہے الحمدللہ ہم نے کسی بھی حکومت کا بار احسان اٹھائے بغیر اپنی جدوجہد کو جاری رکھا ہوا ہے اور نہ ہی ہماری کبھی یہ خواہش رہی ہے کہ کوئی حکومت ہماری سرپرستی کرے کیونکہ جس حکومت سے وسائل حاصل کریں گے وہ اپنے مقاصد کیلئے بھی ہمیں استعمال کرنیکی کوشش کریگی یہ ہمیں گوارا نہیں ہے۔ اس کے لئے ہم نے کسی حکومت کے بغیر محض اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے سہارے جدوجہد کی ہے اور ہم مسلمانوں ہی کے محدود وسائل سے کام کر رہے ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مقامی طور پر ولڈ اسلامک مشن کی رکنیت سازی ہوتی ہے۔ اس سے جو کچھ آتا ہے وہ بھی اس مشن میں صرف کیا جاتا ہے چناں چہ الحمدللہ انہی مختصر اور محدود وسائل کی بناء پر ان ممالک میں بڑی بڑی مساجد کا قیام عمل میں آیا اور ہم اس مشن میں ایک حد تک کامیاب رہے کہ مسلمانوں کی جدید نسل کو دین اور ان کے والدین سے مربوط رکھا اسی لئے میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ جن علماء میں مذکورہ بالا صلاحیتیں ہیں وہ ان ملکوں میں جا کر ان لوگوں کو عیسائیت کے چنگل سے بچائیں ورنہ ان کے دین سے بہک جانے کے خطرات واضح ہیں۔

سوال:۔ آپ نے ابھی ورلڈ اسلامک مشن کی ایمان افروز سرگرمیوں سے آگاہ فرمایا یہ فرمایئے کہ پوری دنیا میں ورلڈ اسلامک مشن کے باقاعدہ ارکان کی تعداد کیا ہوگی؟

جواب:۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا کہ ورلڈ اسلامک مشن کی رکنیت سازی میں ہر ملک میں مقامی طور پر ہوتی ہے اسلئے اگرچہ ان کی تعداد بہت کافی اور حوصلہ افزا ہے مگر اس کی پوری تعداد ان ممالک کے دفاتر میں ہوتی ہے۔ اس پر خرچ ہونے والے بجٹ کے اعداد و شمار بھی ان دفاتر میں موجود ہیں۔ ہر ملک میں ورلڈ اسلامک مشن رجسٹرڈ ہے اور رجسٹریشن کیلئے قواعد وضوابط میں مالیاتی امور بھی شامل ہوتے ہیں اس لئے میں پوری ذمہ داری سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے حسابات ان قواعد وضوابط کے مطابق ہیں۔ الحمدللہ آج تک مالی امور پر کبھی کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی۔

Marfat.com

سوال :۔ افریقی ممالک میں ورلڈ اسلامک مشن کے کتنے مراکز ہوں گے؟

جواب :۔ جنوبی مغربی اور مشرقی افریقہ میں بیس مراکز کام کر رہے ہیں اس براعظم افریقہ میں کام کیلئے منصوبہ بندی کی جاتی ہے کیونکہ عیسائی مشنریاں یہاں بڑی کدوکاوش سے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کیلئے کام کرتی ہیں۔ ورلڈ اسلامک مشن نے یتیم خانے بھی تعمیر کئے ہیں تا کہ بے آسرا اور بے سہارا مسلمان بچوں کو عیسائی شکاری اچک نہ سکیں انکا دینی تحفظ ہو پورے افریقہ میں پانچ یتیم خانے ہیں اور بڑے بڑے ہیں جن میں بیک وقت تین صد بچے بھی داخل ہوتے ہیں۔

سوال :۔ اس عظیم تبلیغی کام میں آپ کو دشواریوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہوگا؟

جواب :۔ جی ہاں یوں تو بہت سی دشواریاں ہوتی ہیں مگر سب سے بڑی دشواری ہماری داخلی ہے کہ ہم پوری دنیا میں عقائد کے اختلاف سے بچ کر صرف اسلام کیلئے کام کرتے ہیں مگر رابطہ عالم اسلامی نام کی نہاد تنظیم جس کا مرکزی دفتر مکہ معظمہ میں ہے مسلمانوں میں جھگڑے پیدا کرنے میں قابل مذمت اور گھناؤنا کردار ادا کر رہی ہے بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ رابطہ عالم اسلامی نہیں بلکہ عالم شیطانی ہے ہوتا یوں ہے کہ لوگ انکو بلاتے ہیں کہ اسلامی مرکز قائم کریں گے مگر وہ شرط لگاتے ہیں کہ پوری مسجد ہماری تحویل میں دو جب مسجد پر قابض ہو جاتے ہیں تو پھر اپنے افکار و نظریات کا پرچار کرتے ہیں اور لوگوں کو جبراً اپنے عقیدہ پر لانے کی کوشش کرتے ہیں کہ پیسہ دے کر مبلغین کو بھیج کر اسلام کی بجائے اپنے فرقہ کی تبلیغ کرتے ہیں یوں مسلمانوں میں مذہبی اختلاف پیدا کرنے میں گھناؤنا کردار ادا کرتی ہے اس کے ساتھ پاکستان کی تبلیغی جماعت بھی یورپ کے بعض علاقوں میں جاتی ہے یہ بھی یہی کرتے ہیں لوگوں کو اسلام سے ہٹا کر اپنے مخصوص فرقے کی طرف یہ لوگ بلاتے ہیں یوں انکا مشن تبلیغ اسلام نہیں ہوتا بلکہ تبلیغ وہابیت ہوتا ہے رابطہ عالمی اسلام سے ان کا ربط وضبط ہے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

سوال : جماعت اسلامی کی تبلیغی صورت کیا ہے؟

جواب : جماعت اسلامی بھی رابطہ عالم اسلامی کی رکن ہے اس کے مبلغین سعودی درسگاہوں کے فارغ التحصیل ہیں اس نے امریکا اور دوسرے ممالک میں اپنا کام شروع کر رکھا ہے "یو کے

Marfat.com

اسلامک مشن،، ان کا تبلیغی محاذ ہے پوری تبلیغ میں سعودی عرب کے بادشاہ کو اسلامی سیاست کا مرکز بتایا جاتا ہے وہ اپنے مبلغین کو بڑی بڑی تنخواہیں دیتے ہیں وسائل اور فنڈز بے پناہ ہیں۔ یورپی دنیا میں یہ لوگ سعودی بادشاہت کے ترجمان ہیں اور حجاز مقدس میں نجدی ملوکیت کے پنجے مضبوط کرنے کی جدو جہد کرتے ہیں رابطہ عالم اسلامی اور جماعت اسلامی میں کوئی فرق نہیں جیسا گھناؤ نا کردار رابطہ عالم اسلامی کا ہے ویسا ہی جماعت اسلامی کا ہے۔

جماعت اسلامی سعودی بادشاہ کی دینی سیادت تسلیم کروانے کیلئے جدو جہد کر رہی ہے اس سلسلے میں سعودی عرب کے علاوہ بھی عرب شیوخ سے بے پناہ پیسہ ملتا ہے چنانچہ حالیہ خلیجی جنگ کے موقع پر ایک عجیب وغریب واقعہ بھی پیش آیا ہوا یوں کہ جب امریکا عراق پر ظلم ڈھا رہا تھا تو یورپ میں موجود مسلمان بھی اس پر چیخ اٹھے۔

سعودی عرب کے کنٹرول رابطہ عالم اسلامی تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی کے زیر اثر بعض علماء نے بھی علماء اہلسنت کے ساتھ امریکی مظالم کے خلاف احتجاج کیا اس پر جنگ بندی کے بعد لندن میں سعودی سفارت خانہ کے فرسٹ سیکریٹری نے ایک مراسلہ جاری کیا جسے روز نامہ جنگ لندن میں بھی شائع کرایا کہ آپ لوگوں نے اتنے فنڈز ہم سے وصول کئے مگر تم نے صدام حسین کی حمایت کر کے نمک حرامی کی ہے یہ مراسلہ اہلسنت کے بعض مساجد کے علماء کو بھی پہنچ گیا اس کے جواب میں جماعت اہلسنت لندن نے جواب شائع کرایا کہ ہم نے الحمد اللہ آپ سے کوئی فنڈز وصول نہیں کیا جنھوں نے کیا ہے آپ ان سے مطالبہ کریں گویا سعودی پیسہ یوں کھل کھیلتا ہے بس نام صرف جماعت اسلامی رابطہ عالم اسلامی اور تبلیغی جماعت کا ہے حقیقت میں سارا کھیل سعودی سلطنت کا ہے یہ تمام جماعتیں صرف اسی پیٹرن پر چل رہی ہیں کہ سعودی ملوکیت کی سیاست انکا مقصد ہے اور امریکی استعمار کا اسلام کے مقدس نام پر دفاع کیا جائے سعودی حکومت چونکہ امریکی استعمار کی پروردہ ہے اس لئے وہ اپنے وسائل دین کے لئے نہیں بلکہ امریکا کی غلامی میں پختہ رہنے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔

سوال:۔ امریکا میں مسلمانوں کی تعداد کیا ہے ان میں تبلیغی کاوشیں کیا ہیں؟

جواب:۔ امریکا میں اس وقت مسلمانوں کی تعداد اس وقت تقریباً 50 ,40 لاکھ کے قریب ہے ان میں بنیادی طور پر وہ مسلمان ہیں جنہیں امریکی اقوام افریقہ سے ڈھائی تین سو سال قبل غلام

Marfat.com

بنا کر لائیں تھیں یہ رنگ کے کالے ہیں امریکی انہیں ''بلیک'' کہتے ہیں انہیں گوروں کے برابر نہیں سمجھتے۔ یوں نسلی امتیاز کی بناء پر امریکی معاشرہ میں انہیں عزت میسر نہیں ہے۔

اسلام ایک ایسا دین ہے جس میں نسل گروہی، زبان، ثقافت اور رسم و رواج کا کوئی امتیاز نہیں ہے اس لئے ان کالے رنگ کے مسلمانوں کو اسلام میں سکون ملتا ہے یہ لوگ پورے امریکا میں پھیلے ہوئے ہیں چونکہ یہ لوگ ماضی میں غلام تھے ابھی تک امریکی معاشرہ میں پزیرائی نہیں پاسکے جب کہ اسلام بندہ و آقا کا امتیاز مٹا دیتا ہے اس لئے ان میں اسلام بڑی تیزی سے مقبول ہو رہا ہے ان کے علاوہ امریکا میں پاکستان، بھارت، فلسطین، لبنان، مصر، شام، ترکی اور بعض افریقی ممالک سے بھی جا کر مسلمان آباد ہوئے ہیں ان مسلمانوں کی تعداد میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ 50 لاکھ کے قریب اور مزید بڑھتی جارہی ہے۔ سب تک پہنچنے کیلئے لاتعداد وسائل کی ضرورت ہے مگر اس کے باوجود لوگ از خود اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہیں کہ انہیں یقین ہو جاتا ہے اسلام ہی ان کی نجات کا ضامن ہے دنیا میں بھی عزت صرف اسلام ہی سے وابستہ ہے اس ذہن کو پختہ کرنے اور اسلام کو ان کیلئے مزید قابل قبول بنانے کیلئے ورلڈ اسلامک مشن اپنی بساط کے مطابق کوشش کر رہا ہے۔

سوال:۔ امریکا میں یہودیوں کی تعداد تو معمولی ہے مگر وہ سیاسی اور معاشی طور پر بہت مضبوط ہیں اس صورت حال کا توڑ بھی ورلڈ اسلامک مشن نے بھی کچھ سوچا ہے؟

جواب:۔ یہودی بھی امریکا میں صدیوں سے آباد ہیں انہوں نے دو طریقہ پر اپنی قوم کو امریکا پر مسلط کیا ہے اولاً معاشی طور پر اور ثانیاً تعلیمی طور پر۔ معاشی اعتبار سے یہودی بینکوں انشورنس کمپنیوں، تجارتی اداروں، صنعتی مرکزوں پر قابض ہیں۔ تعلیمی طور پر انہوں نے اپنے بہترین افراد کو وائس چانسلر اور دیگر اہم مناصب تک پہنچایا ہوا ہے یوں اس وقت وہ عیسائیت پر بھی غالب ہیں یہودیت، صہونیت کا اثر ہر طرح اس ملک کی اکثریت پر بھی مسلط ہو چکا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان دونوں طریقوں پر بھی مسلمانوں کو آگے بڑھنا چاہیے۔ معاشی، تجارتی اور اقتصادی طور پر جوں جوں مسلمان مضبوط ہوتے جائیں گے توں توں یہودیت کی کمر ٹوٹتی چلی جائیگی ہم مسلسل یہی فکر اپنے مسلمان بھائیوں میں پھیلا رہے ہیں اور خدا کا شکر ہے مسلمانوں میں یہ شعور پیدا ہو چکا ہے خدا کے فضل سے مسلمان معاشی طور پر مسلسل مضبوط ہو رہا ہے مگر یہودیوں کا مقابلہ کرنے کیلئے

Marfat.com

مسلمانوں کو کافی عرصہ لگے گا۔

سوال:۔ آپ نے ابھی فرمایا کہ امریکا میں چالیس پچاس لاکھ کے قریب مسلمان آباد ہیں۔ مختلف تبلیغی جماعتوں اور بالخصوص ورلڈ اسلامک مشن کے ذریعے ان میں سے کتنے فیصد میں اسلامی شعور پیدا ہو گیا ہو گا؟

جواب:۔ ان کی تعداد تقریباً 60 فیصد ہے۔ یہ مسلمان دینی شعور سے آراستہ ہیں انہیں کفر کی اسلام اور انسان دشمنی کا پورا شعور حاصل ہے مگر پھر بھی وسائل کی کمی کے باعث اسلام کا مکمل پیغام ہم نہیں پہنچا سکے مگر کوششیں جاری ہیں۔

سوال:۔ یورپ اور افریقہ میں کچھ دینی اداروں کی جھلک؟

جواب:۔ ماریشس، میں ایک کالج ایک دارالعلوم ہے۔ جنوبی افریقہ میں ڈربن میں دارالعلوم، سری لنکا میں دارالعلوم ہے۔ یورپ میں ہالینڈ کے دارالحکومت کا نام ہیگ ہے وہاں پر 1984ء میں ہم نے ایک دارالعلوم قائم کیا تھا اس وقت وہ ایک عظیم الشان دارالعلوم ہے اس میں اس وقت کم از کم 80 بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ان ممالک میں تعلیم مفت ہے اور لازمی ہے یعنی ہر بچے کیلئے ضروری ہے کہ اسکول بھی آئے، جن کے بچے اسکول جاتے ہیں اور اسکول کے بعد ان کے پاس وقت تھوڑا بچتا ہے کیوں کہ دنیاوی تعلیم کے باعث دینی تعلیم کیلئے وہ اس سے زیادہ وقت ہمیں نہیں دے پاتے۔ ہم نے ہیگ میں اس لئے دارالعلوم قائم کیا کہ یہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے طلباء پورے یورپ میں دینی تبلیغی کام کریں گے۔ ابھی میں نے عرض کیا کہ بچے ہمیں زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ دے پاتے ہیں مگر ہفتہ اتوار کو چوں کہ تمام اداروں میں دو دن چھٹی کے ہوتے ہیں وہ پورے دو دن ہمارے پاس رہتے ہیں اس لئے ہم نے ان کی تربیت کر دی ہے کہ یورپی ماحول میں ان کو جتنا بگڑ جانا چاہیے تھا وہ اس سے بچ گئے ہیں دین حق سے ان کا تعلق مضبوط رکھنے میں ہم الحمدللہ کامیاب رہے ہیں۔

اس دارالعلوم میں ملتان شریف سے قاری خیر محمد چشتی، کوہاٹ سے قاری عبدالقیوم ایک عالم ہیں، مولانا حافظ عبدالرشید ہیں۔ یہ ہالینڈ کے رہنے والے ہیں مگر پاکستان میں چھ سال تک پڑھتے رہے اب وہاں پڑھا رہے ہیں وہاں سے ہم نے کچھ طلباء کو پاکستان، لیبیا وغیرہ

Marfat.com

مسلمان ممالک میں بھی بھیجا ہے۔ وہاں پڑھ کر یہ پوری کھیپ پورے یورپ میں پھیل کر دین حق کا پیغام پہنچا رہی ہے۔ ہالینڈ کے دارالحکومت ہیگ میں قائم ہونے والے دارالعلوم کا نام جامعہ مدینۃ الاسلام ہے۔ اس کے ساتھ ہوسٹل ہے، کھانا مفت دیا جاتا ہے۔ حفظ، تجوید وقرأت کے ساتھ ابتدائی عربی اور دینی تعلیم کا انتظام ہے اس کی عمارت 26 کمروں پر مشتمل پرشکوہ عمارت ہے۔

اسی طرح پروگرام ہے کہ مانچسٹر میں ورلڈ اسلامک مشن کے سیکرٹری جنرل مولانا قمرالزمان اعظمی مدظلہ کی نگرانی میں ایک دارالعلوم قائم کیا جائے۔ وہاں ایک مرکز ہے، مسجد ہے، اگست کے مہینے میں میں نے اس کا افتتاح بھی کیا ہے۔ ڈربن کے دارالعلوم کا نام ''دارالعلوم علیمیہ'' ہے۔ ماریشس ایک جزیرہ ہے اس میں تقریباً 120 مساجد ہیں ان میں تقریباً 90 مساجد میں ائمہ وہ ہیں جو دارالعلوم علیمیہ سے فارغ التحصیل ہیں۔ ان کے اساتذہ کو پاکستان سے بھیجا ہے وہاں امامت کا کورس کرایا جاتا ہے۔ کچھ بریلی شریف، کچھ جامعہ اشرفیہ مبارک پور (بھارت) سے فارغ التحصیل ہیں۔ یورپی ممالک سے برصغیر کے ممالک یعنی پاکستان اور بھارت ہیں جن طلباء کو حصول تعلیم کیلئے ہم بھیجتے ہیں۔ ہم انہیں ورلڈ اسلامک مشن کی طرف سے باقاعدہ ماہانہ وظیفہ دیتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ پورے براعظم افریقہ میں ہمارے مراکز ہیں ہیں۔ ساؤتھ امریکا میں ہمارا ایک مرکز ہے۔

پورے یورپ کیلئے ناروے کے دارالسلطنت اوسلو میں سات، آٹھ سال سے ورلڈ اسلامک مشن سے کوششیں جاری تھیں مگر اب خدا کے فضل وکرم سے شہر کے وسط میں زمین مل گئی ہے۔ اب وہاں مسجد اور مدرسے کی تعمیر کا کام جاری ہے۔ یوں یورپ میں مانچسٹر کے بعد یہ دوسرا مرکز ہوگا اس طرح انگلستان میں بھی ایک مرکز قائم ہو رہا ہے۔ ناروے سیکنڈی نیون ممالک کا بڑا اہم ملک ہے یہاں تقریباً چالیس ہزار (۴۰۰۰۰) مسلمان آباد ہیں۔ پینتیس ہزار ۳۵۰۰۰ پاکستانیوں کے علاوہ عرب مسلمان ہیں۔ یہ مرکز ان مسلمانوں کیلئے ہے۔ یہ مسجد ناروے کی تاریخ کی پہلی مسجد ہے اسی طرح ہالینڈ کا ایک بڑا شہر ایمسٹرڈم، اس کے دارالحکومت ہیگ کے بعد بڑا شہر ہے اس کا بین الاقوامی اڈہ یہی ہے یہاں بھی اس شہر کی تاریخ میں پہلی مسجد ورلڈ اسلامک مشن نے تعمیر کی ہے۔ اس کا نام جامع مسجد طیبہ ہے۔ اس میں ایک ہزار نمازیوں کی گنجائش ہے۔ اب

Marfat.com

یہاں ہم مدرسہ بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔زمین کی کوشش ہے۔

ایمسٹرڈم کی اس مسجد طیبہ کی تعمیر کیلئے ہمیں پانچ سال جدوجہد کرنا پڑی۔اس کی بڑی مخالفت ہوئی کیوں کہ یورپ میں یہودی بھی بڑے بااثر ہیں۔وہ نہیں چاہتے تھے کہ کسی یورپی شہر میں میونسپلٹی میں کوئی اسلامی مرکز قائم ہو اسلیئے انہوں نے مخالفت کی ادھر اقوام متحدہ کی عالمی عدالت بھی ہالینڈ کے دارالحکومت ہیگ میں ہے۔اقوام متحدہ اس میں ججوں کا تقرر کر کے ہیگ ہی بھیجتی ہے۔اس میں پاکستان کا مرتد قادیانی سر ظفر اللہ خان بھی آ گیا تھا اس نے ایک چھوٹی سے جگہ لیکر وہاں اپنا قادیانی مرکز بنا دیا۔اس سے قبل وہ ہالینڈ میں اسی کو مسجد سمجھتے تھے مگر ہم نے ہیگ میں بھی مسجد اور دارالعلوم قائم کیا اب جب ہم ایمسٹرڈم میں مسجد بنانے لگے تو قادیانیوں نے بھی بھرپور مخالفت کی اس پر افسوس ناک عمل یہ بھی ہے کہ نام نہاد رابطہ عالم اسلامی نے بھی مخالفت میں اپنا پورا زور لگایا مگر بفضلہ تعالیٰ مسجد طیبہ ان مشکلات کے باوجود تعمیر ہوگئی۔ناروے میں جس وقت ہم مسجد کی تعمیر کر رہے تھے اس وقت بھی بہت مخالفت ہوئی۔مگر اسلام کی صداقت بین ثبوت ہے کہ مسجدوں دارالعلوموں کا سلسلہ پھیلتا جا رہا ہے۔

یوں ہمارے یورپ میں کل دارالعلوم آٹھ ہیں اور ان میں ایک ہزار طلباء تعلیم حاصل کرتے ہیں، اساتذہ پچاس ہیں، ان مسلمانوں کی تربیت کیلئے ہم نے صحافت کو بھی ذریعہ بنایا۔ عربی زبان میں ہمارا ماہنامہ ''الدعوۃ'' اور انگریزی The message International نکلتے ہیں۔

عربی میں اس لئے ہم نے یہ جریدہ نکالا کہ فلسطین، مصر، لبنان اور شام سے بھی کافی تعداد میں جا کر لوگ آباد ہو گئے اور عربی ہی پڑھتے ہیں۔انگلش میں یورپی مسلمانوں کی تربیت مطلوب ہے۔انگریزی زبان کا ماہنامہ گزشتہ بارہ سال سے نکلتا ہے۔اس کو زیادہ تر مفت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ مغربی ممالک کی لائبریریوں، حکمرانوں، پارلیمنٹ کے ممبروں تک دین کا پیغام پہنچے یہ ماہنامہ یہاں کراچی سے شائع ہوتا ہے اور پھر یورپ میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔اس کے اخراجات ورلڈ اسلامک مشن ٹرسٹ برداشت کرتا ہے۔

ہماری ان مساعی سے عیسائیت پریشان ہوتی ہے۔ہمارے ماہنامہ اور دینی لٹریچر کو وہ برداشت نہیں کرتے۔بعض اقات وہ مناظرے پر بھی اتر آتے ہیں۔مثلاً امریکا میں ایک مرتبہ

Marfat.com

ایسا بھی ہوا کہ وہاں عیسائیوں کا فرقہ زیادہ تعداد میں رومن کھتولک ہے۔ انکا عقیدہ یہ ہے کہ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کے بیٹے ہیں اور وہ لوگ قرآن پاک کو بھی معجزہ نہیں مانتے۔ انھوں نے مجھے چیلنج کر دیا۔ میں نے قبول کرلیا۔ ان کے بڑے بڑے پادری آگئے مناظرہ شروع ہوگیا میں نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کا بیٹا نہ ہونے پر دلائل دیئے یعنی اللہ کی توحید بیان کی قرآن پاک کو حضور پرنور سید العالمین مصطفی ﷺ کا معجزہ بیان کیا مگر کسی نے حکومت کو شکایت کردی کہ فسادات کا خطرہ ہے۔ ایک گھنٹہ بھی یہ مناظرہ نہ چلا تھا کہ حکومت نے بند کروادیا۔

غرض یہ کہ ہماری کاوش کہ جو ہم سے ہوسکتی ہے ہم جاری رکھے ہوئے ہیں پورے یورپ میں عیسائیت کو بائیبل کے محرف ہونے کا چیلنج کرتے رہتے ہیں۔ اور ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ تین وجوہ کی بناء پر بائیبل میں تحریف ہوچکی ہے۔ یعنی عیسائیوں کی روحانی کتاب اصلی صورت میں موجود نہیں ہے۔

(۱) یہ بائبل تقسیم ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگردوں میں یعنی آپ علیہ السلام کے شاگردوں کے نام تھے۔ لوقہ، مرقس، متی، یوحنا وغیرہ۔ آج بائیبل انھیں کے نام پر ہے اصل نہیں ہے۔

(۲) اس وقت بائبل کے ترجمہ موجود ہیں اصل زمین پر کہیں نہیں ہے۔

(۳) بائبل کی ترتیب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بعد میں دی گئی۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان پر اٹھالیا تو عیسائی قوم نے اپنی مرضی سے کتاب میں تحریف کرلی۔ ہماری باتوں کا جواب ان کے پاس نہیں ہوتا۔

ساؤتھ امریکا کے مناظرے میں بھی میں نے یہ باتیں کہیں جس کا پادری صاحبان جواب نہ دے پائے۔ وہ تو مناظرہ سرکاری احکامات پر ختم کردیا گیا ورنہ اور بھی بہت سے دلائل آتے۔ ویسے بھی مجھے یورپ کی یونیورسٹیوں میں جب لیکچر کیلئے بلایا جاتا ہے تو بہت سے پادری موجود ہوتے ہیں۔ انہیں تقریب کے بعد سوال کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ مگر وہ عیسائی مذہب کا دفاع نہیں کرسکتے کیوں کہ یورپ اس وقت مادیت کی آگ میں جل رہا ہے مذہب سے خود بھی مطمئن نہیں، اسلام کے فطرتی پیغام کو مادیت کے تارِ عنکبوت سے نہیں روکا جاسکتا۔

Marfat.com

سوال:۔ عیسائی دانشوروں کا اسلام پر سب سے بڑا اعتراض کیا ہوتا ہے؟

جواب:۔ کچھ بھی نہیں یہی گھسے پٹے سوالات کہ حضور پر نور ﷺ نے اتنی شادیاں کیں عورتوں کی طرف معاذ اللہ زیادہ راغب تھے۔ ہم جس وقت بائبل سے نکال کر سیدہ مریم کے بارے میں غلیظ عبارتیں، انبیاء کو گالیاں جب دکھاتے ہیں اور سید عالم ﷺ کی شادیوں کی عقلی حکمت عملیوں کو جب معقول دلائل سے پیش کرتے ہیں تو عیسائی دانشوروں کو منہ چھپانے کیلئے جگہ نہیں ملتی۔

سوال:۔ ورلڈ اسلامک مشن نے کچھ کتابیں بھی شائع کی ہونگی ان کی تعداد؟

جواب:۔ جی ہاں! ہم نے کراچی سے 9 مختلف موضوعات پر تقریباً ایک لاکھ کتابیں شائع کیں ہیں مگر مختلف ممالک میں ورلڈ اسلامک مشن کی شاخوں نے ان کو مزید شائع کیا۔ اب تک کل تعداد تقریباً دس لاکھ ہوگئی ہے اور یہ تمام کتابیں مفت تقسیم کی ہیں حتیٰ کہ ڈاک کا خرچ بھی ہم کسی سے نہیں لیتے خود کوئی صاحب بھیج دیں تو ان کی مرضی مگر ہم کسی سے کچھ نہیں مانگتے۔ ان کتابوں میں اسلام کی ابتدائی تعلیمات پر زور دیا گیا ہے۔ اور انہیں زیادہ تر مختصر سے مختصر ضخامت میں چھاپا گیا ہے تا کہ پڑھنے والا پہلی ہی فرصت میں اسلام کے پیغام سے واقف ہو جائے۔ انمیں نماز کے احکام و فوائد وغیرہ پر مشتمل مواد ہے۔ میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض قلمی کے ساتھ پروفیسر شاہ فرید الحق صاحب کے رسالے بھی ان میں شامل ہیں۔

اب اس سلسلے میں مزید اضافہ کیا جا رہا ہے کہ یورپ کا ایک واحد مسلمان ملک ہے (البانیہ) اس کی کل آبادی چالیس لاکھ ہے اس میں ۸۰ فیصد مسلمان ہیں ان کی زبان مقامی ہے۔ ۴۵ سال تک یہ ملک مسلمان کمیونسٹوں کے زیر اقتدار رہا ہے۔ یہ مسلمان شاہ سے بھی زیادہ شاہ پسند تھے کہ روسی بلاک میں بھی نہیں تھے۔ روس سے بھی زیادہ کمیونسٹ تھے انہوں نے ۴۵ سال دینی مدرسہ مسجد تبلیغ وغیرہ پر پابندی رکھی۔ انہوں نے مسجد کے ساتھ گرجاؤں پر بھی پابندی لگا رکھی تھی مگر اب حال ہی میں اس پر روس کی تباہی کے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ وہاں پر انتخابات ہوئے ہیں۔ کمیونسٹوں کو شکست ہوئی ہے۔ اسلامی فکر کے لوگ آ گئے ہیں۔ ہم نے اپنے کچھ دوستوں کو وہاں پہلے بھی بھیجا تھا مگر عنقریب میں خود ناروے اور دیگر یورپی ممالک میں موجودہ ورلڈ اسلامک مشن کی شاخوں کے سربراہوں کے ساتھ دورہ کرنے والا ہوں۔ ہم وہاں جا کر

Marfat.com

مطالعہ کریں گے کہ مساجد اور مراکز کی تعمیر کیسے کی جائے اس کی سرحدیں اٹلی، یونان اور یوگو سلاویہ سے ملتی ہیں۔ اس کے سرکاری ایوانوں سے تو کمیونزم نکل چکا ہے مگر کمیونسٹ موجود ہیں۔ انہوں نے بدترین سے بھی بدترین سلوک مسلمانوں سے کیا۔ اذان تک پر پابندی رہی۔ اب یہاں تبلیغ کی نئی حکمت عملی طے کرنا پڑے گی اس لئے لٹریچر بھی اس کے مطابق شائع کرنا ہے۔ اس کے لئے وسائل کو جمع کرنا ہوگا۔ روس سے آزاد ہونے والی مسلمان ریاستوں میں کمیونزم کے زمانے میں جا چکا ہوں۔ ابھی ادھر جانے کیلئے جس قدر وسائل کی ضرورت ہے میسر نہیں ہے۔ جب یہ صورت پیدا ہوگی تو انشاء اللہ ضرور جاؤں گا۔

سوال:۔ البانیہ کے مسلمان کس فقہ کے پیرو ہیں۔ حنفی، شافعی، مالکی یا حنبلی؟

جواب:۔ یہاں تمام مالکی ہیں۔ کہیں بھی آپ کو کوئی حنفی نظر نہیں آئے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عباسی سلطنت مصر تک نہیں پہنچی تھی جہاں جہاں عباسیوں کا اقتدار ہوا وہاں وہاں حنفی بھی پہنچ گئے دنیا کے اکثر حصوں میں عباسیوں کا اقتدار ہوا۔ اسطرح انہوں نے حنفی فقہ کی بھی خدمت کی۔ عباسیوں کے دور میں حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ کے شاگرد رشید حضرت قاضی محمد ابو یوسف قاضی القضاۃ تھے۔ ان کی حکومت تاشقند، سمرقند اور بخارا تک گئی۔ راستے میں چین، برصغیر یعنی پاکستان، بھارت، افغانستان وغیرہ آئے۔ یہاں اسلام حنفی اولیاء نے پہنچایا اس لئے ان علاقوں میں حنفی مسلمان ہیں۔ روس سے آزاد ہونے والی ریاستوں میں سو فیصد حنفی مسلمان ہیں۔ دوسرا کوئی ہے ہی نہیں۔ مصر میں شافعی زیادہ ہیں کچھ مالکی مسلمان ہیں۔ اسپین بھی مالکی تھا۔ اب وہاں مسلمان ہی نہیں رہے اس لیے جب مسلمانوں کے پاس تھا سب مسلمان مالکی تھے۔ مراکش، الجزائر، سوڈان چھاتریو، نائجیریا میں کچھ شافعی حضرات بھی ہیں۔ کہیں خال خال حنفی بھی نظر آئیں گے مگر ان تمام ممالک کے مسلمان سنی ہیں۔ مزارات پر جاتے ہیں۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ زور وشور اور ذوق شوق سے پڑھتے ہیں۔ سیدنا امام مالک ابن انس کے تلامذہ ان علاقوں میں پہنچے بلکہ موطاء بھی ان علاقوں میں مرتب ہوا۔

سوال:۔ سعودی عرب وغیرہ کی حکومتیں تبلیغ کے دعوے کرتی ہیں ان کے سفارت خانے کیا کرتے ہیں؟

Marfat.com

جواب :۔ کویت، ابوظہبی، عرب امارات، سعودی عربیہ کے سفارت خانے عیاشیوں کے اڈے ہیں ۔صرف سعودی سفارت خانے میں ایک آدمی رابطہ عالم اسلامی کے لیے کام کرتا ہے۔ باقی سفراءعیش پوش عیاش اور بدکردار ہوتے ہیں۔ خود پاکستان کے بجٹ میں تبلیغ کے نام پر رقوم ہوتی ہیں۔ ان کے اثرات باہر کہیں نظر نہیں آتے اور رقوم بھی کوئی زیادہ قابل ذکر نہیں ہوتیں مگر پھر بھی جو کچھ ہوتا ہے وہ بھی باہر نظر نہیں آتا۔

سوال :۔ آپ نے پوری دنیا میں غیر مقلدین کہاں کہاں دیکھے؟

جواب :۔ یہ فرقہ صرف برصغیر کی پیداوار ہے اب رابطہ عالم شیطانی کے تنخواہ دار کہیں کہیں تقلید کے خلاف باتیں کرنے لگے ہیں مگر عموماً یہ لوگ برصغیر کی دریافت ہیں ورنہ پوری دنیائے اسلام میں تقلید کے خلاف کوئی نہیں ہے۔ جہاں جہاں سعودی عرب کا نفوذ ہو رہا ہے یا جو لوگ ان کے دام تزویر میں پھنس جاتے ہیں ان کے سوا کوئی نہیں ہے۔ عقیدہ کے اعتبار سے مصر، مراکش ،سوڈان، الجزائر، لیبیا، تیونس، ممباسہ، جنوبی مشرقی شمالی افریقہ، نیروبی وغیرہ، میں بڑی دھوم دھام سے محافل میلاد شریف ہوتی ہیں۔ جہاں ہزاروں کی تعداد میں لوگ ربیع اول شریف کی بارہویں کو جمع ہوتے ہیں۔ جانور ذبح کئے جاتے ہیں، کھانے پکتے ہیں، کھلائے جاتے ہیں اذان سے قبل صلوۃ وسلام ہوتا ہے۔ ان تمام ممالک میں یہ عمل کسی اختلاف کے بغیر جاری ہے ۔آپ آج بھی جا کر دیکھ سکتے ہیں۔ یہ عمل عراق میں بھی ہے۔ کہیں اذان کے بعد صلوۃ وسلام ہے، کہیں پہلے مگر ہے ہر جگہ، شام میں بھی میں نے ایسا ہی دیکھا۔ سیدنا امام اعظم، سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کے مزارات مقدسہ پر باقاعدہ یہ عمل مبارک ہے۔ ترکی میں سلسلہ عالیہ نقشبدیہ کی نوری جماعت ہے۔ اسکے پورے ملک میں گہرے اثرات ہیں یہی تمام اعمال مبارکہ یہ جماعت اور ترکی کے تمام مسلمان کرتے ہیں۔

جماعت اسلامی کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کہ ترکی میں مولانا مودودی کی فکر پہنچ رہی ہے۔ حالانکہ ان تمام ممالک میں مودودی فکر نہ پہنچ سکی ہے اور نہ ہی پہنچ سکتی ہے۔ انہوں نے سعودی ملوکیت کے زیر اثر وہابیت کا اثر قبول نہیں کیا۔ مودودی کیا ہیں ۔مسلمان بڑے پختہ عقیدے کے ہیں ترکی میں لوگ سو فیصد حنفی ہیں اور کسی نہ کسی سلسلے کے مرید ہیں۔ دو سلسلے ہیں قادری اور نقشبندی ترکی کے شہروں میں بے پناہ نمازی ہوتے ہیں۔ استنبول وغیرہ میں مسجدیں

Marfat.com

بھری ہوتی ہیں اوراذان سے قبل یا بعد بڑے ذوق وشوق سے صلوۃ وسلام پڑھا جاتا ہے۔دینی معلومات بھی ان کی خاصی پختہ ہیں۔حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مبارک قونیہ میں ہے۔ وہاں بے پناہ ہجوم ہوتا ہے۔کھونے سے کھوا چلتا ہے اوراسی طرح سے سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوصحابی رسول بلکہ میز بان رسول ﷺ ہیں ان کا مزار اقدس بھی ترکی کے شہر قسطنطنیہ میں ہے۔گنبد شریف بنا ہوا ہے صبح سے شام تک ہر گھنٹے میں کم از کم سو آدمیوں کا گزر ہوتا ہے۔جمعہ کو ذرا دیر سے جایئے تو مسجد میں جگہ نہیں مل سکتی۔

ترکی میں تمام درگاہوں پر ایسا ہی عالم ہے تمام اہلسنت ہیں۔اسی طرح کے اہلسنت جیسا کہ ہم لوگ یعنی اولیاء کرام سے عقیدت نیاز مندی،مزارات مقدسہ پر حاضری دیتے ہیں سب کے عقائد بالکل وہی ہیں جو اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت امام اہلسنت سیدنا احمد رضا خان محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقائد ہیں حالانکہ ان کے علماء کی اکثریت ہماری غفلت کی وجہ سے اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ کے نام نامی سے بھی واقف نہیں۔وہ ان کے عقائد کے قائل اور عامل ہیں۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امام اہلسنت نے کوئی نیا مذہب ایجاد نہیں کیا۔پوری دنیا کے سینوں کا ایک ہی عقیدہ ہے۔جس کی تشریح برصغیر میں امام اہلسنت نے فرمادی۔

مصر کی بھی سن لیں حضرت سیدنا زینب رضی اللہ عنہا کا مزار مبارک قاہرہ میں ہے۔ جامعہ ازہر سے متصل ہے۔آپ تو جانتے ہیں کہ حضرت امام عالی مقام امام حسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر اقدس کے بارے میں تین روایات ہیں۔ایک یہ ہے کہ سر اقدس دمشق میں ہے دوسری روایت کے مطابق مدینہ منورہ میں۔اور تیسری روایت کی رو سے سر اقدس مصر میں ہے۔ اس روایت کے مطابق مصر میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر اقدس کے مزار مبارک پر اتنا ہجوم ہوتا ہے کہ جمعرات کو کم از کم روضہ شریف پر فاتحہ پڑھنے کیلئے آدھے گھنٹے انتظار کرنا پڑتا ہے۔

تیونس میں مزارات مقدسہ پر اسی طرح کا ہجوم ہے جیسے سیدنا داتا علی ہجویری رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس پر ہوتا ہے۔تیونس میں سیدنا عقبیٰ ابن نافع رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ اسلامی فوج کے سپہ سالار تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جب یہ تیونس اسلامی فوج کی سربراہی فرماتے ہوئے تشریف لائے تو ایک جگہ فوجی چھاؤنی بنانے کا اعلان کیا۔لوگوں نے عرض کیا کہ حضور یہاں تو درندے

Marfat.com

رہتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر جانوروں سے خطاب فرمایا" اے درندو! جانورو! یہاں سے نکل جاؤ ہم آگئے ہیں۔" اس حکم پر تمام درندے جنگل سے نکل گئے۔ یہ فاتح تیونس ہیں۔

مصر میں سیدنا امام شافعی، سیدنا احمد کبیر رفاعی، سیدی احمد البدوی رضی اللہ تعالیٰ اجمعین کے مزارات ہیں اس طرح ان پر بھی بہت بڑے بڑے ہجوم رہتے ہیں پورے عالم اسلام میں اولیاء کرام کے مزارات مرجع خلائق ہیں اسپر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا کہ عالم اسلام میں عقیدے پر اتحاد ہے پوری مسلم امہ کا وہی عقیدہ ہے جو اولیاء برصغیر کا اور امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جن ملکوں کا میں نے تذکرہ کیا ان میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نامی سے پرانے علماء تو واقف ہیں مگر نئی نسل کے علماء کو ہم اعلیٰ حضرت کا تعارف نہیں پہنچا سکے بلکہ برصغیر کے اکابر میں سے سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی، سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے نام نامی سے بھی بہت کم واقف ہیں ان علاقوں میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ تو ہے مگر وہ حضرات مجددی نہیں ہیں سیدنا عبداللہ احرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نسبت ہے مجدد نقشبندی حضرات برصغیر افغانستان، ترکی اور کچھ شام وغیرہ تک میں ہیں مجھے الحمدللہ مجددی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

سوال:۔ عالم اسلام میں شیعہ عقیدے کے لوگ کہاں کہاں ہیں؟

جواب:۔ آذربائیجان، ایران، شام میں ہیں مگر مصر، تیونس، مراکش، الجزائر وغیرہ میں کہیں شیعہ نظر نہیں آتے شیعہ عراق میں ۲۵ فیصد ہیں لیکن صدر صدام نے یہ کارنامہ سرانجام دیا ہے اقتدار میں آنے کے بعد عزاداری کے تمام جلوسوں پر پابندی لگادی اور اب کوئی جلوس نہیں نکلتا۔ یہ سب کچھ اندر تو ہوسکتا ہے، تعزیہ تو برصغیر کی خرافات میں سے ہے خود ایران میں تعزیہ نہیں ہوتا۔

دنیا میں جہاں جہاں شیعہ ہیں کہیں تعزیے کی رسم نہیں ہے بلکہ ایران میں تو کوئی ماتمی جلوس بھی نہیں نکلتا میں شاہ کے زمانے میں محرم میں تہران گیا تھا ایک ہفتہ رہا۔ امام باڑوں میں مجالس بڑی دھوم دھام سے ہوتی ہیں مگر سڑکوں پر نہ کوئی تعزیہ نہ گھوڑا نہ دلدل البتہ عراق میں جلوس نکلتے تھے جو صدام حسین نے بند کردیے۔ انکو امام باڑوں میں پوری آزادی ہے ایران میں تو شیعہ کل آئے ہیں کوئی دو ڈھائی سو سال قبل اس سے پہلے حضرت شیخ سعدی شیرازی، مولانا جامی،

Marfat.com

سیدنا عبداللہ احرار، حضرت حافظ شیرازی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین یہ سب سنی اکابر تھے صفویوں نے شیعہ مذہب کو ایران پر مسلط کیا اس سے قبل سب سنی تھے۔

صفویوں نے بغداد شریف پر حملہ کیا بغداد شریف کو تاراج کیا۔ سیدنا امام اعظم، سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مزارات مقدسہ میں گھوڑے باندھے، مسجدوں کی بیحرمتی کی، ترکی افواج نے پھر صفویوں کو بغداد شریف سے نکالا اور ایران تک ان کو مارا، صفویوں کی آرزو تھی کربلائے معلیٰ پر قبضہ کریں مگر انکی یہ خواہش چند دن تک پوری ہوئی۔ اس کو دوام نہ ملا فاطمی حکمران شام اور مصر تک محدود رہے بس یہیں سے شیعہ کی تاریخ ہے۔ اس سے قبل قابل ذکر نہیں ہے۔

مسقط کا حکمران سلطان قابوس خارجی ہے۔ شیعہ کی طرح یہ فرقہ بھی محدود رہا ہے۔ کراچی سے مسقط ایک گھنٹہ پندرہ منٹ کی پرواز ہے پوری دنیا میں صرف ایک خارجی حکمران ہے اور پوری دنیا میں صرف ایک ہی نصیری ہے۔ وہ ہے شام کا حافظ الاسد اس کا عقیدہ ہے کہ معاذ اللہ سیدنا علی خدا ہے۔ یہ حافظ الاسد ظالم اور رندہ ہے۔ شام میں نصیریوں کی تعداد ۱۰ فیصد سے زیادہ نہیں مگر فوج میں انہوں نے سازش کے تحت غلبہ حاصل کیا ہے اور فوجی انقلاب برپا کیا اور ۸۷ فیصد سنی مسلمان ہیں باقی عیسائی نصیری علوی ہیں مگر اس نے اقتدار میں آنے کے بعد ہزاروں کی تعداد میں علماء اہلسنت کو قتل کیا۔ اہلسنت کی آبادیوں کو باقاعدہ ٹنیکوں کے ذریعے برباد کیا۔ مساجد پر بمباریاں کیں یہودیوں کا ایجنٹ ہے اس کا نام حافظ ہے وہ قرآن کا حافظ نہیں ہے قبیلہ اس کا الاسد ہے۔

سوال :۔ ایک بزرگ مفتی امین الحسینی تھے، اب ان کا وصال ہو گیا ہے۔ ان سے آپ کا تعارف تھا؟

جواب :۔ جی ہاں وہ شافعی سنی تھے کئی مرتبہ کانفرنسوں میں ان سے ملاقاتیں ہوئیں۔ عالم اسلام کے علماء کو متحد کرنے کے لیے مجھے ان کے ساتھ برابر کام کرنے کا موقع ملا وہ صحیح العقیدہ سنی تھے۔ پاکستان سے محبت رکھتے تھے۔ دنیا بھر کے سنی علماء کا اتحاد چاہتے تھے۔ عمر بھر اس کے لیے کوشش کرتے رہے تاکہ مسئلہ فلسطین کے لیے علماء کے اثر و رسوخ سے کام لیا جائے۔

سوال :۔ آپ اس وقت کون کون سے عالمی۔ علمی اداروں کے رکن یا منتظم ہیں؟

Marfat.com

جواب:۔ بغداد شریف میں سیدنا امام اعظمؒ سے منسوب ایک کالج ہے کلیۃ الشریعۃ العظیمہ عام طور پر کلیۃ العظیمیہ کہا جاتا ہے۔ یہاں سے علماء تربیت پاتے ہیں میں اس کا رکن ہوں ایک یونیورسٹی ہے جامعہ صدام الاسلامیہ اس کی سینٹ یعنی انتظامیہ کمیٹی کے پچیس رکن ہیں جن میں بارہ ارکان باہر کے ہیں ان میں سے ایک میں بھی ہوں بھارت کے ممبر ابوالحسن علی ندوی ہیں۔ ان کے علاوہ مصر، افریقہ اور امریکا سے بھی کچھ حضرات اس کے رکن ہیں۔

لیبیا میں ایک کالج کا نام کلیۃ الدعوۃ الاسلامیہ ہے اس کا بھی میں ممبر ہوں۔ قاہرہ کی جامعہ ازہر کا میں تین برس رکن رہا دوسرا انتخاب عمل میں آسکتا تھا مگر میں نے خود اسکا رکن بننا قبول نہ کیا کیوں کہ جامعہ ازہر کے سرکاری علماء نے مقامی علماء کی مرضی کے خلاف خلیج کی جنگ میں عراق کے خلاف فتویٰ دیا تھا میں نے ان کے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا اور لکھ کر بھیج دیا کہ میرا نام اب اس ادارے کے ارکان میں پیش نہ کیا جائے ورنہ میں چاہتا تو کوئی رکاوٹ نہ تھی۔

سوال:۔ لیبیا کی حکومت کچھ اسلامی تبلیغی کام کر رہی ہے. اسکی کچھ تفصیل؟

جواب:۔ لیبیا کی حکومت کوئی کام نہیں کر رہی وہاں ایک جماعت ہے، الدعوۃ اسلامیہ العالمیہ، پوری دنیا سے باون افراد اس کی جنرل کونسل کے رکن ہیں۔ اسی جماعت کا وہ کالج ہے جس کا نام الکلیۃ الدعوۃ الاسلامیہ ہے ۲۸ افراد اس کے مرکزی ارکان ہیں میں ان میں شامل ہوں۔ اس تنظیم کو زکوٰۃ کی شکل میں فنڈ ملتے ہیں حکومت نے اسی جماعت کو زکوٰۃ کی وصولی کے لیے منظور کیا ہے اسی کے تحت ہی یہ کالج چل رہا ہے اس میں تقریباً پچاس لڑکے پڑھتے ہیں۔ انکے لیے ہاسٹل میں طعام قیام مفت ہے۔ یہ جماعت ہسپتال بھی بناتی ہے۔ موبائیل ڈسپنسریاں بھی اس کے تحت چلتی ہیں جس طرح عیسائیوں کی مشنریاں کام کرتی ہے اس کا توڑ اس جماعت نے کیا ہے موبائیل ڈسپنسریوں کی تعداد تقریباً ۴۰۰ ہے یورپ میں تو انکا اتنا کام نہیں ہے البتہ افریقہ میں بہت کام کر رہے ہیں مختلف زبانوں میں کتابیں بھی چھاپ رہے ہیں یہ کام اس لیے ہو رہا ہے کہ ان کے پاس وسائل کافی مقدار میں ہیں لیبیا کے اہل خیر اس کی سرپرستی کرتے ہیں۔ تنظیم کے سربراہ ڈاکٹر محمد احمد الشریف ہیں ایک سال قبل پاکستان بھی تشریف لائے تھے۔

سوال:۔ آپ نے کن کن بین الاقوامی یونیورسٹیوں میں لیکچر دیئے؟

Marfat.com

جواب :۔ امریکا میں کیلی فورنیا کی یونیورسٹی، نیویارک کی یونیورسٹی، برطانیہ کی آکسفورڈ یونیورسٹی اس کے منتظمین میں پاکستان کے مشہور سیاست دان جناب فاروق لغاری بھی تھے۔

سوال :۔ عالم اسلام کی دولت مشترکہ بن سکتی ہے؟

جواب :۔ اس وقت مشکل ہے کہ قیادت مسلمانوں سے ابھر کر نہیں آرہی ہے مسلمانوں کو اپنی قیادت منتخب کرنے کا حق نہیں ہے قیادت مسلط کردہ ہے اور وہ استعماری ہے، امریکی ہے جیسے سعودیہ عرب میں فہد بن عبدالعزیز اور عبدالعزیز ابن سعود یہ لوگ سامراجی ایجنٹ تھے قوم پر مسلط ہو گئے لوگوں کو اپنی قیادت چننے کا جب تک حق نہیں ملتا اس وقت تک یہ مشکل ہے۔

اس وقت اگر مسلمان قوم میں کہیں انتخابات آزادانہ اور منصفانہ ہوتے ہیں تو وہ صرف ترکی میں ہوتے ہیں۔ دیگر اسلامی ممالک کی قیادتیں جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا استعماری اور امریکی ہیں ترکی میں سو فیصد مسلمان حنفی ہیں ترکی میں حالیہ انتخابات کا تذکرہ کرنے سے قبل ذرا ترکوں کا تاریخی پس منظر بھی ایک جھلک کی صورت میں ملاحظہ فرمائیے۔ حقیقت یہ ہے کہ ترکوں نے عالمی استعمار کے مقابلے میں اسلامی قوت پیدا کی تھی تقریباً ۱۸۳۰ء تک یہ الجزائر میں بھی حکمران تھے پورا حجاز مکمل مشرقی وسطیٰ ترکوں کے زیر نگین تھا، فرانس اور برطانیہ عیسائی قوتیں تھیں امریکا کسی شمار قطار میں نہ تھا اس وقت ترک ان کے مقابلے کی اسلامی قوت تھے۔ انہوں نے حکومت کرنے کے ساتھ حنفیت کا بھی تحفظ کیا تھا۔ ترکوں نے ۱۳۶۳ء میں بلغاریہ پر پہلا حملہ کیا تھا ۱۳۸۴ء میں بلغاریہ کا دارالحکومت صوفیہ ترکوں کے قبضہ میں آ گیا۔ ترکوں نے یورپ کے صلیبی سامراج کو ۱۳۹۵ء میں عبرت ناک شکست دی اور تقریباً ۱۹۱۹ء تک یہاں بھی ترکوں کا سکہ رہا اس وقت بھی بلغاریہ میں مسلمانوں یعنی ترکوں کی تعداد ۱۵ لاکھ ہے۔ بلغاری میں اناطولیہ سے مسلمان آ کر آباد ہوئے تھے آج بھی بلغاریہ میں ترک مسلمانوں کی سیاسی جماعت یعنی

MOVENMENT FOR THE RIGHTSAND FREEDEM OF THE TURKIS AND MUSLIMS IN BALGHARIA

جسکا مخفف MRF موجود ہے کمیونسٹوں نے مسلمانوں پر ظلم وستم کی بھی انتہا کی مگر مسلمانوں نے ان کا مقابلہ بھی خوب کیا مسلمانوں پر ختنہ کی پابندی عائد کی گئی، اسلامی نام رکھنا ممنوع ہوا نماز واذان پر پابندی لگی، ان کا لٹریچر اخبار ادر رسالے ضبط ہوئے، املاک ضبط ہوئیں، خوف اور

Marfat.com

دہشت کی فضاء پیدا کی گئیں مگر مسلمانوں نے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ور ابھی تک ان کا مقابلہ کر رہے ہیں اگر مسلمان حکمرانوں میں غیرت ہوتی تو قبرص بلغاریہ کشمیر اور دیگر علاقوں میں مسلمانوں پر ظلم کرنے کی سامراجیوں کو جرأت نہ ہوتی اب بھی مسلمان بلغاریہ میں جیسا کہ میں ابھی عرض کیا ۱۵ لاکھ ہیں وہ صوبائی خود مختاری کا مطالبہ کرتے ہیں کشمیر میں مسلمانوں پر جس طرح ظلم ہو رہا ہے اس کی مثال تو انسانی تاریخ میں نہیں ملتی مگر سلام ہو ترک قوم کے ان باشندوں کو جو آج بھی بلغاریہ میں دشمنان اسلام کے مقابلے میں ڈٹے ہوئے ہیں۔

سوال:۔ آپ ترکی میں انتخابات کا ذکر فرما رہے تھے؟

جواب:۔ ہاں مولانا میں عرض کر رہا تھا کہ آج بھی ترکی میں تمام مسلمان ملکوں سے زیادہ منصفانہ انتخابات ہوتے ہیں ابھی ۲۱ اکتوبر ۱۹۹۱ء کو ترکی میں انتخابات ہوئے ہیں وہاں ووٹروں کی رجسٹرڈ تعداد تین کروڑ۔ ہے ان انتخابات میں پچاسی فیصد ووٹروں نے اپنا حق رائے دہی استعمال کیا ہے اور دو کروڑ پچاس ہزار ووٹ استعمال ہوئے پارلیمنٹ کی چار سو پچاس سیٹیں ہیں چھ سیاسی جماعتوں نے حصہ لیا ہے کل امیدوار چھ ہزار تھے۔

ترکی کے دستور میں ہے کہ پارلیمنٹ کے اندر اس جماعت کا پارلیمانی گروپ بن سکتا ہے جس کے پاس کم از کم بارہ رکن ہوں۔ ہر جماعت کو ملک کے تمام ووٹروں سے کم از کم دس فیصد ووٹ لینا ہوتے ہیں ان پابندیوں کے باوجود ترگت اوزال کے حامی کامیاب نہیں ہو سکے وہ برسر اقتدار ہیں۔ اس کے باوجود عوام نے اپنے جمہوری حق کو بھر پور طریقے سے استعمال کیا ہے اور اقتدار پر براجمان ٹولے کو اتار پھینکا ہے۔ اس وقت وہ نجم الدین اربخان کی رفاء پارٹی سے اتحاد کی بھیک مانگتے پھرتے ہیں ترگت اوزال نے خلیج کی حالیہ جنگ میں امریکی استعمار کی غلامی کی اپنے مسلمان عراقی بھائیوں پر بمباری کے لیے امریکا کو ہوائی اڈے دیئے۔ ظلم میں امریکا کے برابر شریک ہوئے عوام کو جب موقع ملا امریکی ایجنٹوں کو ٹھکرا دیا اگر عوام کو یہاں بھی اپنی مرضی سے نمائندے منتخب کرنے کا موقع مل جائے تو یہاں بھی وہ امریکی ایجنٹوں کا وہی حشر کریں جو ترکی کے مسلمان بھائیوں نے کیا ہے۔ اسی لئے میں عرض کر رہا تھا کہ ترکی ایک واحد مسلمان ملک ہے جہاں ووٹ دینے کی آزادی ہے۔

سوال:۔ مگر حضور ترکی نے اسرائیل کو بھی تسلیم کر رکھا ہے کیا وہاں کے عوام یہودیوں کے بھی حامی

Marfat.com

ہیں؟

(میں نے مولانا کی فاضلانہ تقریر میں مداخلت کرتے ہوئے یہ سوال کیا اس پر قائد اہلسنت کے لبوں پر مسکراہٹ بھی آئی مگر جبیں پر شکن بھی مجھے احساس ہوا کہ شاید سوال کو پسند نہیں فرمایا مگر قائد نے فوراً فرمایا)

جواب:۔ نہیں مولانا وہاں کے عوام سچے حنفی سنی مسلمان ہیں یہودیوں کے حامی نہیں ہو سکتے اسرائیل کو تسلیم کرنے والا فیصلہ ان کا جذباتی ہے کہ انہوں نے حرمین طیبین کی خدمت کی پورے عالم اسلام میں آج بھی کوئی شخص نہیں ہے جو ترکوں کے دور میں حرمین طیبین کے اعزاز واکرام کو فراموش کر سکے۔ ترکوں نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر آثار نبوی ﷺ کی حفاظت کی۔ حضور ﷺ سے جس چیز کی بھی نسبت معلوم ہوئی اسکو بے پناہ عزت واکرام سے محفوظ کیا۔ شہداء اور صحابہ علیھم الرضوان کے مزارات مقدسہ کی عزت وتکریم کی جنت البقیع میں مزارات مقدسہ کی شانیں تھیں۔

وہ مسلسل یورپ کی فتح کرنے کی طرف بڑھ رہے تھے اسلام کا پیغام یورپ کے کلیساؤں تک پہنچنے والا تھا مسلمان کی ایک سپر طاقت بن رہے تھے اس کو مغرب کے اسلام دشمن ذہن نے اپنی موت سمجھا انہوں نے برطانوی سامراج کے اہتمام سے لارنس آف عربیہ کو عربوں میں داخل کیا برطانوی استعمار نے ترکوں کی حکومت کو مٹانے کے لئے نجد کے ڈاکوؤں کو خرید احمد ابن عبدالوھاب نجدی کا فتنہ ترکوں کے خلاف کھڑا کیا گیا ترکوں کی اسلامی خدمات کے باوجود عربوں نے اپنے ضمیر برطانیہ کی منڈی میں بیچے برطانوی فوجوں کے ساتھ ملکر ترکوں کو مارا عرب قومیت کا فتنہ صرف ترکوں کے خلاف نفرت پیدا کرنے کے لئے کھڑا کیا گیا نجدی ڈاکو برطانوی ایجنٹ بن کر ترکوں کے مقابلے میں آ گئے۔

آپ نے ''تاریخ نجد وحجاز'' پڑھی ہوگی نجدوں کے مظالم کا مطالعہ فرمایئے آپ خود اس نتیجے پر پہنچ جائیں گے کہ اسرائیل کے قیام اور یہودیوں کو فلسطین میں آباد کرنے کا جواز اور موقع خود عربوں نے مہیا کیا ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم اول میں فلسطین کے مسلمان لارنس آف عربیہ کے بہکاوے میں آئے ۱۹۱۸ء میں فلسطین میں موجود ترک فوجوں کا قتل عام انگریزوں عربوں اور فلسطینی مسلمانوں نے مل کر کیا اس صورت حال سے ترک مسلمان بھی جذباتی ہو گئے انہوں نے سوچا کہ جب ہم ان کی خدمت کرتے تھے انہوں نے ہمیں نکالا تو ہمیں کیا پڑی ہے کہ ہم

Marfat.com

یہودیوں سے دشمنی مول لیں اس لئے انہوں نے اسرائیل کو تسلیم کر لیا اس کے بعد مصر تو عرب بھی ہے اور مسلمان بھی مگر اس نے بھی کیمپ ڈیوڈ معاہدے کے تحت اسرائیل کو تسلیم کر لیا ہے اس میں صرف ترکوں کی بات تو نہیں رہی آپ کے مطالعے سے یہ بھی حقیقت گزری ہوگی کہ جب تک ترکوں کی حکومت رہی یہودیوں نے فلسطین میں آباد ہونیکی درخواستیں کیں مگر ترکوں نے اجازت نہیں دی عرب مسلمانوں نے خود اجازت دی اب اسرائیل کو تسلیم کرنے میں ترکوں نے بھی کوئی حرج نہ سمجھا اس کے باوجود ان کا یہ فیصلہ جذباتی تھا۔ حضرت قائد کا جوش تحقیق تھما نہیں تھا کہ میں نے پھر مداخلت کرتے ہوئے رخ موڑ دیا اور سوال کیا کہ:

سوال:۔ آپ نے عراق اور ایران جنگ بند کروانے کے لیے اقوام متحدہ کے جنرل سکیریٹری سے مذاکرات کیئے تھے کیا جنگ خمینی صاحب نے خود بند کی تھی یا اقوام متحدہ کا پریشر تھا؟

جواب:۔ مولانا ٹھٹھک گئے کہ اچانک استنبول سے موڑ کر میں نے بغداد و تہران لا کر کھڑا کیا تھا آپ نے ناراضگی محسوس کیئے بغیر جواب دیا کہ نہیں جناب خمینی صاحب پر اقوام متحدہ کا دباؤ تھا ہاں یہ بات تھی کہ وہ اب جنگ کرنے کے قابل نہیں رہے تھے ان کا انقلاب اندر سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونیوالا تھا۔ انہوں نے اقوام متحدہ کے دباؤ کو خدا کی رحمت سمجھ کر قبول کر لیا اور جنگ بند ہوگئی ورنہ دونوں اسلام کا نام لینے والے ملک تھے اس میں مسلمانوں کا ہی نقصان ہو رہا تھا۔ اس جنگ کو بند کروانے کے لیے صدام حسین نے بڑی کوشش کی عالم اسلام کو ثالث بنایا کہ جو فیصلہ تمام مسلمان ملکر کر دیں مجھے قبول ہوگا مگر خمینی صاحب اونچی پروازوں میں تھے وہ کسی کی بات ہی نہیں سنتے تھے اسوقت صدر صدام حسین نے بغداد شریف میں، عالمی امن کانفرنس طلب کی اس میں دنیا بھر کے ملکوں سے مسلم اور غیر مسلم وفود بھی بلائے۔ کانفرنس کے لیے خمینی صاحب نے نازیبا جملے بھی کہے۔

اس کے باوجود دنیا بھر کے نمائندہ وفود نے اقوام متحدہ کے سکیریٹری جنرل سے ملکر اس جنگ کو بند کروانے کا فیصلہ کیا۔ وفد میں سات افراد کو شامل کیا گیا۔ وفد کے قائد سوڈان کے جنرل عبدالرحمن سوار الزہب تھے۔ اس وفد میں آسٹریلیا کے پروفیسر بیرخام، جاپان کے پروفیسر ناگاریکی، لاس اینجلس کے ڈاکٹر محمد موسیٰ ایشیا کے نمائندے کے طور پر میرا نام منتخب ہوا۔ یہاں امام نورانی نے دو اور نمائندوں کے نام بتائے تھے مگر میں نوٹ نہ کر سکا۔ اسلئے ان کے نام درج

Marfat.com

نہیں ہو سکے۔اس کے بعد فرمایا کہ وفد نے نہ صرف سیکریٹری جنرل سے مذاکرات کئے بلکہ ویٹو پاور ملکوں سے بھی ہم نے گفتگو کی میں نے سیکریٹری جنرل سے اس جنگ کے نقصانات اس سے عالمی جنگ کے خطرات اور اقوام متحدہ کے فرائض کے بارے میں تفصیلی گفتگو کی۔ میں نے صاف کہا کہ اگر اقوام متحدہ صرف قراردادوں کے لیے ہی ہے تو اسے بند ہو جانا چاہیے۔

سیکریٹری جنرل نے میری گفتگو کو بڑے غور سے سنا وفد میں تمام افراد پر قائد وفد نے مختلف موضوعات پر گفتگو کرنے کی ذمہ داری ڈالی تھی جو میرے سپرد تھی میں نے الحمدللہ وہ ذمہ داری پوری کر دی میں نے یہ بھی سیکریٹری جنرل سے کہہ دیا کہ اس جنگ کی طوالت سے اقوام متحدہ کی ساکھ کو نقصان پہنچ رہا ہے۔انہوں نے میری بات کو وزن دیا۔

سوال:۔ حضور یہ مصر کے ایک عرب بطروس غالی اب سیکریٹری جنرل ہو گئے ہیں اس لئے عربوں یا مسلمانوں کو کوئی فائدہ ہوگا؟

جواب:۔ ہرگز نہیں ۔ یہ بھی یہودی ہے امریکا کے یہودیوں اور عیسائی عناصر کی جدوجہد سے سیکریٹری بنا ہے۔اس سے عربوں کو کیوں فائدہ ہوگا۔ بلکہ اگر ہوا تو اسرائیل کو ہوگا عیسائیوں اور یہودیوں کے پنجے گڑھے ہوئے اقوام متحدہ کیا مسلمانوں کے گھروں میں ہیں۔اب دیکھئے انڈونیشیا کا سوہارتو ہے۔اقتدار پر قابض مگر اس کی بیوی عیسائی ہے۔انڈونیشیا میں مشنریاں سوہارتو کی بیوی کی شہ پر اسلام کے خلاف کام کرتی ہیں مگر انھیں کوئی روکنے والا نہیں ہے۔

تیونس کے اقتدار پر ایک شخص حبیب بورقیبہ مسلط ہوئے۔ان کے اقتدار کی مدت تیس سال ہے انکے گھر میں فرانس کی یہودن تھی عربوں کے شیوخ کو دیکھئے ان کی داشتائیں یہودی اور عیسائی عورتیں ہیں۔ یہ لوگ عرب ممالک میں پورے شیطان ہیں۔اقتدار پر قابض ہیں امریکی اور یہودی مقاصد کے لئے کام کررہے ہیں۔ جب تک مسلمان عوام میں سیاسی شعور پیدا نہیں ہوتا اس وقت تک اقتدار انہی استعماری اور امریکی ایجنٹوں کے پاس رہیگا۔اس لیے ضرورت ہے کہ ترکی کے عوام کی طرح پورے عالم اسلام میں مسلمانوں میں سیاسی شعور پیدا ہو۔اور ان شیطانوں اور استعماری مہروں کو لوگ مسترد کردیں۔

مولانا نے جب یہ جملے فرمائے اسوقت زلف شب دراز ہو چکی تھی۔ رات تا بکمر تھی سوئی بارہ سے گزر چکی تھی مجھے تو نیند کے لیے جمائیوں نے گھیرا ہوا تھا مگر قائد ہشاش بشاش مزید

Marfat.com

سوالات کے لیے تیار تھے صرف تکیے سے ٹیک لگائی تھی۔ ادھر حضرت کے ایک مرید غالباً سلیم صاحب انکا نام ہے ان کا معمول ہے کہ وہ ہر رات بارہ بجے چائے لاتے ہیں انکی کھنکتی پیالیوں نے توجہ اپنی طرف پھیر لی اور کراچی میں میرے ایک پیر بھائی یعنی حضور محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری رضوی کے ایک مخلص مرید ان کا نام نامی سیٹھ حبیب ہے ان کے جواں سال صاحبزادے کی شادی کی تقریب میں حضرت کو دعوت دینے حاضر ہوئے اور مہمانوں کی آمد سے انٹرویو کا سلسلہ تو منقطع ہو گیا مگر میں نے پھر بھی جسارت کرتے ہوتے ایک گزارش یہ کی کہ۔

سوال:۔ حضرت ہمارے قارئین کے لئے کوئی پیغام حضرت نے فرمایا؟

جواب: مولانا پہلے تو میں افسوس کا اظہار کروں گا کہ سنیوں میں مطالعے کا شوق بہت کم ہے شکایت کرتے تھے کہ لٹریچر نہیں ہے اب خدا کے فضل سے دوکانیں بھری پڑی ہیں مگر خریدار نہیں پہلے سنیوں کو شکایت تھی کہ جناب ہمارے ترجمان رسالے ہونے چاہیئے اب کراچی سے ہفت روزہ احوال۔ لاہور سے پندرہ روزہ ندائے اہلسنت، گوجرانوالہ سے ماہنامہ رضائے مصطفےٰ ﷺ نکلتے ہیں مگر ان کی اشاعت کا جو حق ہے وہ سنی پورا نہیں کرتے۔

اس لئے میرا پیغام یہ ہے کہ ہر سنی اپنے مندرجہ بالا ترجمانوں کا مطالعہ کرے سنی کتابوں کو خریدیں پڑھیں اور دوسروں کو پڑھائیں ہماری تمام تر جدوجہد صرف اور صرف نظام مصطفیٰ ﷺ کیلئے ہے ذاتی اقتدار چاہتے تو کب کا مل چکا ہوتا مگر ہمیں چاہیئے کہ ذاتی اقتدار کی بجائے نظام مصطفیٰ ﷺ کو اقتدار میں لانے کے لئے جدوجہد کا یہ حصہ بھی بنائیں کہ اپنا مطالعہ پختہ کریں تمام حضرات میری گزارش پر غور فرمائیں س اور اپنے جریدوں کو مطالعہ میں شامل فرمائیں۔ قائد محترم نے یہ پیغام دینے کے بعد اس جواں سال سیٹھ صاحب سے عالمی سیاست مسئلہ کشمیر، موجودہ حکومت کی سیاہ کاریوں، جرائم کی رفتار پر معلومات سے بھرپور گفتگو کی میں نے انٹرویو کرتے ہوئے جو اپنی کیفیت محسوس کی اس کا بیان کر چکا ہوں مگر مولانا میرے سوال کی زد سے نکل گئے پھر اپنا مدلل بیان جاری رکھے ہوئے تھے میرے ساتھی جناب افضال خان نورانی بھی برابر شریک تحریر رہے تھے وہ بھی خاصے تھک چکے تھے۔

مگر حیرت ہے کہ قوت ایمانی نے اس اللہ کے بندے کو کتنی توانائیاں دی ہیں کہ اس قدر جاں گسل بحث کے بعد بھی دوسرے موضوعات پر اس طرح سمندر بہا رہے تھے اور پھر آپ

Marfat.com

کے لیے بھی یہ حیرت ہوگی کہ آج اتوار ہے صبح پیر ہے مجھے برادر محترم سید ارشاد علی نے یہ بتا کر حیرت زدہ کر دیا کہ حضرت ہر پیر اور جمعرات کو روزہ بھی رکھتے ہیں گویا ہمیں وداع فرما کر حضرت نے سحری بھی کرنا تھی اور روزہ رکھنا تھا اس لئے میں نے اپنے رفیق کار سمیت اجازت مانگی اور ۸ بجے سے پونے ایک بجے واپسی ہوئی۔

سفر آخرت:۔

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آب بقائے دوام لا ساقی

حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ نے اپنے زندگی کے آخری لمحات تک اپنے مقصد حیات یعنی نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کیلئے عملی جدوجہد میں گزاری آپ نے اپنے جمعہ کی آخری نماز مدینہ مسجد سرے گھاٹ حیدر آباد میں پڑھائی جس میں آپ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم کسی کے دباؤ میں نہیں آئیں گے اور حکومت نے ہماری شرائط نہ مانی تو ہم تحریک چلائیں گے ہم ملک میں شخصی حکومت کے خلاف ہیں یہ ملک بلٹ کے ذریعے نہیں بیلٹ کے ذریعے وجود میں آیا ہے اور اسلام کے نام پر وجود میں آیا ہے کہ نظام مصطفیٰ ﷺ اس ملک کا مقصد ہے۔

آپ نے اپنا آخری دورہ اپنے حلقہ انتخاب حیدر آباد کا کیا جو دو دن تک جاری رہا۔ اس میں آپ نے ایسے واضح اشارات دئے کہ جس سے پتہ چلتا تھا کہ شاید اب آپ یہاں دوبارہ نہ آسکیں خلاف معمول آپ نے نماز جمعہ کے بعد کہا کہ لوگ قطار بنالیں اور مجھ سے مل لیں جس پر عوام اہلسنت کی کثیر تعداد نے آپ سے مصافحہ کرنے کا شرف حاصل کیا ورنہ آپ اپنی طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے ہجوم اور کثیر تعداد میں لوگوں سے مصافحہ کرنے سے گریز کیا کرتے تھے اسی طرح آپ نے اپنے خطاب جمعہ میں حاضرین سے گواہی لی اور فرمایا کہ:

کیا میں نے آپ لوگوں تک نظام مصطفیٰ ﷺ کا پیغام پہنچا دیا، کیا میں نے اپنی ذمہ داری پوری کردی قیامت کے دن اگر اللہ تعالیٰ پوچھے گا پاکستان میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے قیام اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لیے نورانی نے کیا کام کیا تو کیا آپ میری تائید کریں گے؟ آپ

Marfat.com

کے اس خطاب اور خلاف معمول امور سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی نگاہ ولایت سے معلوم کرلیا تھا کہ اب میں اس شہر میں دوبارہ نہ آسکوں گا۔

آپ نے آخری ملاقات بدھ کی رات کو سجادہ نشین آستانہ عالیہ ڈھانگری شریف اور آزاد کشمیر قانون ساز اسمبلی کے رکن صاحبزادہ پیر عتیق الرحمان فیض پوری سے کی جو رات گیارہ بجے سے ایک بجے تک جاری رہی اس ملاقات میں ملکی بین الاقوامی اور کشمیر کے موضوعات پر تبادلہ خیال ہوا۔

جبکہ کراچی میں آپ نے آخری جمعہ اپنے والد ماجد سے منسوب علیمیہ مسجد نارتھ ناظم آباد میں پڑھایا جبکہ آخری تقریر بروز ہفتہ کو بعد نماز عشاء اپنی تعمیر کردہ مسجد امام اعظم ابوحنیفہ مسجد گلشن اقبال میں حلقہ ذکر و دعا اور خالصتاً تبلیغی خطاب کیا اور اس کے فوراً بعد دارالعلوم مجددیہ نعیمہ ملیر کے سالانہ دستار بندی کے جلسہ عام سے خطاب کیا اور علم کی فضیلت اور اہمیت کے موضوع پر تقریر کی اپنی زندگی کی آخری پریس کانفرنس آپ نے اپنے انتقال سے ایک دن پہلے کی اس میں بھی آپ نے اشارتاً اپنے جلد وصال کی خبر سنادی تھی ہوا یہ کہ مجلس عمل اور حکومت کے درمیان مذاکرات کامیابی سے ہمکنار ہونے کے قریب تھے۔

اس لحاظ سے پیپلز پارٹی کے سینیٹر رضا ربانی نے آپ سے کہا کہ مولانا صاحب ہم آپ کی فیئر ویل پارٹی کا اہتمام کب کریں یعنی اب آپ اپوزیشن کو چھوڑ دیں گے۔ تو آپ کے اعزاز میں الوداعی پارٹی ہونا چاہیے تو اس پر مولانا نورانی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا کہ شاید آپ کو مجھے الوداعی پارٹی دینے کی ضرورت نہ پڑے۔

رات کو آپ نے اپنے بالوں پر مہندی لگائی حسب معمول تہجد کے لیے اٹھے نماز فجر ادا کی گیارہ دسمبر ۲۰۰۳ بروز جمعرات کا سورج دنیا بھر کے مسلمانوں کو غمگین کر گیا اس دن عالم اسلام کا وہ عظیم رہنماء جس سے اہل اسلام اپنی مشکلات میں رابطہ کرتے تھے پاکستان کا وہ بوریا نشین سیاست دان جو لوگوں کے دلوں پر حکومت کرتا تھا اس جہان فانی سے چلا گیا اپوزیشن پریس کانفرنس میں شرکت کرنے کے لیے تیاریوں میں مصروف تھے کہ دن کے گیارہ بجے آپ پر دل کا شدید دورہ پڑا رفقاء نے فوری طور پر ہسپتال فون کر کے ایمبولینس بھیجنے کی کال کی جب کچھ دیر تک ایمبولینس نہ آئی تو پرائیویٹ گاڑی میں لے کر ہی آپ کو ہسپتال لے جایا گیا مگر ہسپتال پہنچنے سے

Marfat.com

قبل ہی آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے تھے ڈاکٹروں نے اپنی سی تمام کوششیں کرلیں اور چیک اپ کے بعد سوا بارہ بجے آپ کی وفات کی تصدیق کردی۔

یہ خبر جس نے بھی سنی وہ دم بخود ہو کر رہ گیا لوگ سکتے کی کیفیت میں آ گئے ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا آپ اسقدر اچانک سب کو سوگوار چھوڑ کر چلے جائیں گے فوراً ہی یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پوری دنیا میں پھیل گئی۔ پی ٹی وی، پاکستانی نجی چینلز نے بریکنگ نیوز کے طور پر اس خبر کو نشر کیا CNN، BBC آپ کی یاد میں خصوصی پروگرام ٹیلی کاسٹ کیئے جبکہ انڈیا ریڈیو ایران وائس امریکا، وائس آف جرمنی، ریڈیو ماسکو اور دیگر عالمی ذرائع ابلاغ نے پہلے نمبر پر آپ کی وفات کی خبر کو نشر کیا۔ صرف کراچی میں پانچ اخبارات نے آپ کے انتقال کی اطلاع دینے کیلئے خصوصی ضمیمے شائع کیے۔ کئی وزراء حکومتی ارکان سینیٹ کے چیئر مین، قومی اسمبلی کے اسپیکر اور دیگر قومی شخصیات نے تمام مصروفیات ترک کر کے تعزیت کیلئے آپ کے اسلام آباد والے گھر پر آنا شروع کر دیا ادھر کراچی میں جس نے بھی سنا اس کا رخ آپ کی رہائش گاہ کی طرف تھا، متحدہ مجلس عمل کے رہنما مولانا فضل الرحمان اپنے تنظیمی دورے کی وجہ سے کراچی میں تھے اور ایک اجلاس کی صدارت کر رہے تھے فوراً اجلاس برخاست کر کے آپ کی رہائش گاہ پر پہنچے۔ اور پھر وہاں سے فیصل ایئر بیس پہنچے جہاں C130 طیارہ آپ کا جسد خاکی لیکر آنیوالا تھا۔

اسی طرح گورنر ہاؤس میں سندھ کے علماء کا ایک اجلاس جاری تھا کہ یہ اندوہناک خبر ملی جس پر اجلاس کو فوراً ملتوی کر دیا گیا اور آپ کیلئے فاتحہ خوانی کی گئی۔

آپ کا جسد خاکی رات ساڑھے آٹھ بجے آنا تھا لیکن شام چھ بجے ہی سے لوگ فیصل ایئر بیس پر جمع ہونا شروع ہو گئے۔ ان لوگوں میں حضرت صاحب کے صاحبزادے مولانا شاہ انس نورانی، مفتی محمد جان نعیمی، مولانا جمیل احمد نعیمی، مفتی منیب الرحمٰن، مولانا فضل الرحمان، محمد حسین محنتی، محمد صدیق راٹھور، ہاشم صدیقی، حافظ محمد تقی، ایم کیو ایم کے سینیٹر بابر غوری اور دیگر اہم شخصیات تھیں ادھر آپ کا جسد خاکی لانے والوں میں سینٹ میں قائد ایوان وسیم سجاد، نثار میمن، محمد علی درانی، پروفیسر غفور احمد، مولانا نور الحق قادری، قاضی حسین احمد، مولانا سمیع الحق اور دیگر قومی راہنما شامل تھے۔ آپ کا جسد خاکی ایئر بیس سے ایک جلوس کی شکل میں آپ کی رہائش گاہ تک لایا گیا اس وقت اس جلوس کو سربراہ مملکت کا پروٹوکول دیا گیا تمام درمیان کے سگنلز بند کر دیئے گئے

Marfat.com

آپ کی رہائش گاہ پر عقیدت مندوں اور آپ کے چاہنے والوں کا ہجوم لگ گیا۔

ہر کوئی آپ کے آخری دیدار کو ترس رہا تھا اپنے محبوب قائد کے چہرے کو آخری بار دیکھ لینے کی تمنا ہر ایک کے سینہ میں موجزن تھی کہ اعلان کیا گیا کہ آخری دیدار صبح فجر کے بعد سے دن گیارہ بجے تک کرایا جائیگا اور حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ کی نماز جنازہ بعد نماز جمعہ ساڑھے تین بجے نشتر پارک میں ادا کی جائیگی مگر لوگوں کا ہجوم کم ہونے کی بجائے بڑھتا ہی چلا گیا۔ لوگ سر شام ہی سے مختلف شہروں سے پہلی دستیاب سواری سے کراچی آنا شروع ہو گئے کہ منتظمین کو رات ساڑھے گیارہ بجے غسل و تکفین کے بعد ہی لوگوں کو آخری دیدار کرانا پڑا۔ کراچی سے باہر سے آنے والوں کیلئے امیر خسرو پارک میں رات گزارنے کا انتظام کر دیا گیا۔

جمعرات کے دن آپ کے گھر پر آپ کے مریدین کا حلقہ شریف بعد نماز مغرب ہوتا ہے اب یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ آیا حلقہ شریف کرایا جائے یا نہیں کہ حضرت کا جسد خاکی بھی پہنچنے والا ہے فیصلہ ہوا کہ حضرت صاحب حلقہ شریف پابندی سے کرایا کرتے تھے اور اسمیں کبھی ناغہ نہ ہوا چنانچہ حلقہ ذکر و دعا ہوا اور حضرت صاحب کے پرانے مرید صوفی عبدالهادی نورانی جو حضرت صاحب کی غیر موجودگی میں حلقہ کرایا کرتے تھے انہوں نے روتے سسکتے، ہچکیاں لیتے، دھاڑیں مارتے ہوئے حلقہ شریف کرایا، شرکاء کی حالت غیر سے غیر تک ہوتی جا رہی تھی کہ اسی اثنا میں جسد خاکی آ گیا۔

آپ کا آخری دیدار صبح گیارہ بجے تک کرایا جا رہا تھا اس نورانی شخصیت کے جس کا نام بھی نورانی تھا جس کا کردار بھی نورانی تھا اس کے نورانی چہرے کا دیدار کرتے رہے اسی دوران صبح ساڑھے دس بجے مدینہ منورہ سے آپ کے برادر نسبتی اور اہل خانہ کراچی پہنچ گئے اور اسی طرح یورپ، مشرق وسطیٰ اور دیگر ممالک سے لوگ آنا شروع ہو گئے بعد نماز جمعہ آپ کی میت اٹھائی گئی پھر لوگوں کے ہجوم کے ساتھ نشتر پارک لے جایا جانے لگا۔

آپ کی میت کو ایک ایمبولینس میں رکھا گیا ہر کوئی آپ کے تابوت اور ایمبولینس کو چھونے کی کوشش کرتا رہا جلوس اتنا طویل تھا کہ آپ کے گھر سے نشتر پارک تک لوگ ہی لوگ تھے جنازہ نشتر پارک پہنچا تو وہاں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی حتیٰ کہ جنازہ رکھنے کی جگہ نہیں بچی تھی بڑی مشکلوں سے لوگوں کو پیچھے کیا گیا مگر پھر بھی لوگ دیوانہ وار ایمبولینس پر ٹوٹ پڑتے تمام سیکیورٹی

Marfat.com

ناکام ہوگئی ادھر وقت بڑھتا ہی چلا جارہا تھا تو یہ فیصلہ کیا گیا کہ نماز جنازہ کو ایمبولینس ہی میں رکھ کر نماز پڑھی جائے چنانچہ اسی طرح نماز جنازہ ادا کی گئی۔ غالباً یہ پہلی نماز جنازہ ہے جسمیں جنازہ ایمبولینس میں رکھا ہوا ہو۔ نماز جنازہ کی امامت آپ کے بڑے صاحبزادے اور حلقہ علمیہ نورانیہ کے سجادہ نشین اور آپ کے جانشین صاحبزادہ مولانا انس نورانی نے کرائی، جنازہ ادا کرنے کے بعد آپ کے جسد خاکی کو لے کر ایمبولینس روانہ ہوگئی مگر اس کو ہجوم سے نکلنے میں پون گھنٹہ لگا۔

آپ کی تدفین کیلئے پہلے تو مدینہ منورہ جنت البقیع کیلئے رابطہ کیا گیا وہاں سے مایوسی کے بعد حضرت قبلہ عبداللہ شاہ غازی کے مزار مبارک کے احاطے میں دفن کرنے کے لئے اس جگہ انتخاب کیا گیا جس کے بارے میں آپ نے عیدالفطر کے روز اپنی والدہ محترمہ کی مرقد مبارک پر حاضری دیتے ہوئے اپنے صاحبزادے اور دیگر افراد سے اس زمین پر اپنا عصا مارتے ہوئے ایک خاص کیفیت میں پوچھا تھا کہ یہ جگہ کیسی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت اچھی جگہ ہے اور وہ جگہ آپ کی والدہ ماجدہ کے عین قدموں میں واقع ہے یعنی آپ نے عالم برزخ ہی میں اپنی جنت پالی کہ حدیث مبارکہ میں ہے الجنۃ تحت اقدام الامہات کہ جنت ماں کے قدموں تلے ہے تو آپکی تدفین آپ کی مقدس والدہ کے عین قدموں تلے ہوئی اور حدیث مبارکہ کے مصداق اپنی جنت میں پہنچ گئے۔

تدفین کے وقت خلاف عادت و معمول حضرت شاہ عبداللہ غازی علیہ الرحمہ کے مزار مبارک کو بالکل سیل کر دیا گیا کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں دی گئی ادھر آپ کے جنازے کا جلوس نشتر پارک سے روانہ ہوا اور مزار مبارک کے احاطے میں پہنچا آپ کے چند قریبی رشتہ داروں اور سوائے چند افراد کے اندر جانے کی سب پر پابندی عائد کردی گئی اور لوگوں کو مزار مبارک سے کئی کلومیٹر دور روک لیا گیا مگر لوگوں نے وہ تمام رکاوٹیں عبور کرلیں اور وہ احاطے کے بالکل سامنے روڈ پر پہنچ کر رک گئے آپ کو اس وقت سپرد خاک کر دیا گیا جب سورج غروب ہو رہا تھا گویا ادھر آفتاب دنیا غروب ہوا ادھر آفتاب علم و عمل زہد و تقویٰ بلکہ آفتاب اہلسنت ہی غروب ہوگیا۔

آپ کے جنازے میں کثیر تعداد کی شرکت اس بات کی دلیل ہے کہ آپ لوگوں کے دلوں پر حکومت کرتے تھے آپ حق باطل کی جنگ میں حق پر تھے چنانچہ جب آپ سے ایک مرتبہ

Marfat.com

صاحبان اقتدار نے کہا تھا کہ آپ جنرل ضیاء کی حمایت کر کے مراعات کیوں حاصل نہیں کر لیتے تو آپ نے ان کو ایک جواب دیا کہ جب معتزلہ نے خلیفہ مامون الرشید کے قلب و ذہن کو فتح کر کے مسند اقتدار پر قبضہ کر لیا تو سیدنا امام احمد بن حنبلؒ نے ان کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ امام صاحب کو پابند سلاسل کر دیا گیا صاحبان اقتدار نے کہا کہ ہم حق پر ہیں اگر آپ حق پر ہوتے تو آپ کو یہ اعزاز حاصل ہوتا اور ہم آپ کی جگہ پر ہوتے آپ ان کو یہی فرماتے کہ ہمارے درمیان حق کا فیصلہ میرا جنازہ کرے گا اور بے شک اہل پاکستان نے آپ کے جنازے سے یہ ثابت کر دیا کہ آپ ہی ہر دور میں حق پر تھے۔

آپ کے جنازے میں ہر مسلک کے مقتدر راہنماء و سربراہ دو صوبوں کے وزرائے اعلیٰ کئی وفاقی و صوبائی وزراء حتیٰ کہ سرحد حکومت کی پوری کابینہ، ہزاروں علماء و اکابرین اہلسنت، ملک کی تمام سیاسی و مذہبی چھوٹی بڑی جماعتوں کے راہنما اور لاکھوں عوام نے شرکت کی گویا کہ آپ جاتے جاتے ملک کے تمام لوگوں کو متحد و یکجا کر گئے جیسا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ قوم کو متحد ہونا پڑیگا یہ میری زندگی میں تو نہ ہوگا مگر شاید میری موت کے بعد ایسا ہو سکے۔

اخبارات نے اس جنازے کو ملکی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ قرار دیا اخبارات کے مطابق آج تک کوئی راہنما نشتر پارک کو مکمل طور پر نہ بھر سکا مگر مولانا نورانی جاتے جاتے نشتر پارک حتیٰ کہ اس کے اطراف کی گلیوں اور ملحقہ سڑکوں تک کو بھر گئے کراچی بھر میں آپ کے سوگ میں کاروبار بند رہا اور ہر ایک نے اپنے اپنے طریقے سے آپ کو خراج عقیدت پیش کیا اخبارات کے مطابق اس دن ملک بھر کی مساجد میں نماز جمعہ کی تقریر کا ایک ہی عنوان تھا اور وہ عنوان تھا مولانا نورانی کی شخصیت و خدمات وہ مساجد چاہے اہل سنت کی ہوں یا دیو بند مکتبہ فکر کی شیعوں کی ہوں یا اہل حدیث طبقہ کی غرض یہ کہ ہر کوئی آپ کو خراج عقیدت پیش کر رہا تھا۔

ملک بھر کے اخبارات نے اپنے جمعہ کی اشاعت کو مولانا نورانی کے نام کر دیا تھا آپ کی ذات مبارکہ پر خصوصی ایڈیشن شائع کیے گئے خصوصی آرٹیکل و مضامین تحریر کیے آپ کی شخصیت اور بے پایاں خدمات کو اداریوں میں بیان کیا گیا آپ کی نادر و نایاب تصاویر کو شائع کیا گیا۔

ٹی وی چینلز نے آپ کی ذات مبارکہ پر طویل ترین پروگرام ٹیلی کاسٹ کیے جس میں مختلف مکاتب فکر کے افراد کو اظہار خیال کی دعوت دی گئی آپ کے سوگ میں ملک کے سب

Marfat.com

بڑے آئینی ادارے سینٹ کا اجلاس ملتوی کر دیا گیا قومی اسمبلی وصوبائی اسمبلیوں اور سینٹ میں ایک دن آپ کی یاد میں اجلاس ہوتے رہے جس میں ارکان نے آپ کی ملکی وبین الاقوامی سیاسی و مذہبی خدمات کا اعتراف کیا اور آپ کو خراج عقیدت پیش کیا۔ اور آپ کے انتقال پر رنج وغم کا اظہار کیا گیا اور آپ کی بے وقت وفات کو ملک وقوم کیلئے انتہائی نقصان دہ قرار دیا بقول شاعر:

موت اسکی ہے کرے جسکا زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آتے ہیں مرنے کے لئے

46
280

خراج عقیدت:۔

آپ کے انتقال پر ورلڈ اسلامک مشن کے مرکزی دفتر اور آپ کے اہل خانہ کو لا تعداد فون فیکس موصول ہوئے جس میں دنیا بھر کے افراد نے آپ کے انتقال کو اپنا ذاتی اور نا قابل تلافی نقصان قرار دیا۔

اس موقع پر جنرل پرویز مشرف بلوچستان میں ایک کانفرنس سے خطاب کر رہے تھے آپ کو اس سانحے کی اطلاع ملی تو انھوں نے اسی وقت فاتحہ خوانی کروائی اور آپ کے انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آپ کی انتقال سے ملک ایک اہم سیاست دان مذہبی اسکالر اور عظیم مدبر سے محروم ہو گیا آپ کا خلا آسانی سے پر نہ ہو سکے گا وزیر اعظم ظفر اللہ جمالی نے اپنے بیان میں آپ کی دینی علمی اور سیاسی خدمات کو زبر دست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ آپ کی شرافت اور معاملہ فہمی کو دیر تک یاد رکھا جائے گا۔

مسلم لیگ کے سربراہ چوہدری شجاعت حسین نے کہا کہ آپ کے ساتھ میرا تاریخی رشتہ ہے وہ میرے والد کے دوستوں میں سے تھے پوری قوم اور خود میرے لیے یہ صدمہ برداشت کرنا ناممکن ہے جمعیت علماء اسلام کے سربراہ اور متحدہ مجلس عمل کے جنرل سیکریٹری مولانا فضل الرحمن نے کہا کہ یہ ایک بہت بڑا صدمہ ہے آپ کی اچانک موت نے ہماری کمر توڑ دی ہے یہ پوری قوم کا نقصان ہے ان حالات میں پوری امت اسلامیہ کو آپ کی ضرورت تھی ان کی وفات سے پوری قوم غمزدہ ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

قاضی حسین احمد نے کہا کہ مولانا نے تمام لوگوں میں جو رشتہ اخوت پیدا کیا وہ ہمیشہ یاد

Marfat.com

رکھا جائے گا اللہ انھیں انبیاء صدیقین، شہدائے اور صالحین کے ساتھ اٹھائے ہم لوگ ان کے اہل خانہ کو اس طرح محبت دینگے جس طرح آپ محبتوں کا مرکز ومحور تھے مولانا سمیع الحق نے کہا کہ مولانا کی موت ایک عظیم سانحہ ہے کہ ایک عالم کی موت عالم کی موت ہوتی ہے آپ کو ساری زندگی امت مسلمہ کی فکر دامن گیر رہی اور مجلس عمل نے آپ کی قیادت وراہنمائی میں ہر محاذ پر کامیابیاں حاصل کیں۔ امیر جماعت اہلحدیث اور متحدہ مجلس عمل کے نائب صدر پروفیسر ساجد میر نے کہا کہ آپ کی وفات کے بعد مجلس عمل بے سہارا ہوگئی ہے قائد ملت جعفریہ اور مجلس عمل کے راہنما علامہ ساجد نقوی نے کہا کہ آپ قائد امت تھے۔

آزاد کشمیر کے وزیر اعظم سردار سکندر حیات خان نے کہا کہ تحریک آزادی کشمیر کیلئے مولانا نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ پرفیسر غفور احمد نے کہا کہ میرا اور مولانا کا ساتھ ایک طویل عرصہ تک رہا آپ کی پوری زندگی قوم مسلم کے لیے وقف تھی آپ اور آپ کے والد کے ہاتھ پر لاکھوں افراد مسلمان ہوئے آپ کی خدمات صرف پاکستان ہی کے لئے نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کے لئے تھیں آپ ہمارے لئے عظمت وہمت کا نشان تھے اور سابق وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے کہا کہ مولانا مخالفت برائے مخالفت پر یقین نہیں رکھتے تھے آپ کی رواداری ضرب المثل تھی سابق وزیر اعظم میاں نواز شریف نے کہا کہ آپ کی خدمات تاریخ اسلام کا انمٹ اور روشن باب ہیں آپ کی خدمات دینیہ کو قوم کبھی نہیں بھلا سکتی۔

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ مولانا نورانی کا قرآن سے شغف کا یہ عالم تھا کہ پیرانہ سالی کے باوجود آخر تک قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہے، مسلم لیگ نواز کے چیئر مین راجہ ظفر الحق نے کہا کہ مولانا نورانی عشق رسالت مآب ﷺ کے داعی تھے جبکہ مشیر گورنر پنجاب طاہر محمود اشرفی نے کہا کہ امام نورانی ثانی امام اعظم ابوحنیفہ تھے حتیٰ کہ ملک کی اقلیتی برادری نے بھی آپ کے انتقال پر دلی تعزیت کا اظہار کیا اور آل پاکستان مینارٹیز الائنس کے سربراہ شہباز بھٹی نے اپنے ایک پیغام میں ملک بھر کی تمام اقلیتوں کی طرف سے اس واقعے پر دلی افسوس اور تعزیت کا اظہار کیا اور کہا کہ مولانا نورانی نے ملک میں مذہبی رواداری کے فروغ کیلئے گراں قدر خدمات سرانجام دیں اور ملک کی اقلیتی برادری اس وقت دیگر پاکستانیوں کی طرح غمزدہ اور افسردہ ہے۔

Marfat.com

غرض یہ کہ زندگی کے ہر طبقے سے تعلق رکھنے والے افراد نے ہر مسلک کے لوگوں نے حزب اختلاف وحزب اقتدار کے راہنماؤں نے آپ کی اچانک وفات کو ناقابل تلافی نقصان قرار دیا آپ کی وفات پر بین الاقوامی تنظیموں نے بھی تعزیتی بیانات دیئے چنانچہ عرب ممالک کی نمائندہ تنظیم عرب لیگ کے سیکریٹری جنرل عمرو موسی اسلامی ممالک کی نمائندہ تنظیم او آئی سی کے ترجمان محمد فیصل اور سابق سکریٹری جنرل او۔ آئی۔ سی حامد الغابد نے الگ الگ بیانات جاری کئے جن میں انھوں نے ورلڈ اسلامک مشن کے چیئرمین کی وفات پر گہرے دکھ اور صدمے کا اظہار کیا اور کہا کہ مولانا نورانی کی وفات مسلم دنیا کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے وہ بہت بڑے مذہبی اسکالر تھے انھوں نے اپنی پوری زندگی کو تبلیغ اسلام کے لیے وقف کر رکھا تھا مولانا نورانی عظیم مفکر اسلام تھے جب کہ مسجد اقصیٰ بیت المقدس کے امام الشیخ محمد الصیام نے کہا کہ مولانا نورانی داعی اتحاد بین المسلمین تھے آپ عالم اسلام کے اتحاد کے علمبردار تھے آپ نے ہمیشہ بیت المقدس کی آزادی کے لئے آواز بلند کی اللہ تعالیٰ آپکی مغفرت فرمائے اور ہمیں ان کا بہترین نعم البدل عطا فرمائے۔

ایرانی قونصل جنرل سید موسیٰ حسینی نے کہا کہ آپ کی موت کا المناک حادثہ صرف پاکستانی بہن بھائیوں تک محدود نہیں بلکہ حقیقت میں عالم اسلام ایک ایسی شخصیت سے محروم ہو گیا ہے جو کہ دینی اور فکری حوالے سے اپنی زندگی اسلام اور امت مسلمہ کیلئے وقف کر چکا تھا۔

غرض کہ آپ کی وفات صرف آپ کے مریدوں، معتقدوں یا گھر والوں ہی کا نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کا ناقابل تلافی نقصان ہے آپ جیسی شخصیات روز بروز پیدا نہیں ہوتیں آپ نے دنیائے اسلام کے لئے وہ خدمات سرانجام دی ہیں جن کو تادیر یاد رکھا جائے گا آپ کے مریدوں کی تعداد چند لاکھ نہیں بلکہ وہ کروڑوں مسلمان ہیں جنہیں آپ کی وفات کا صدمہ پہنچا اور وہ خود کو یتیم محسوس کرنے لگے آپ کی وفات لوگوں کے دلوں کو دہلا گئی لوگ اس بات پر غور کرنے پر مجبور ہوئے کہ ہم اب مشکل صورت حال میں کس طرف دیکھیں گے۔

بچھڑا وہ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

آپ واقعی ایک عالم دین تھے علم آپ کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا اور اس پر عمل آپ کی

Marfat.com

زندگی کا اصول تھا، آپکی کیا کیا خصوصیات وتعریفات بیان کی جائے آپ کی ہر چیز نورانی تھی ہر عمل نورانی تھا کردار وگفتار بھی نورانی تھا بقول سابق صدر چوہدری فضل الٰہی کے کہ انکا چہرہ بھی نورانی ہے ڈاڑھی بھی نورانی ہے تو اس طرح آپکی وفات بھی نورانی ہے اور آپ کا جنازہ بھی نورانی تھا آپ کے آخری دیدار کے وقت چہرے کا سکون آپ کے حسن خاتمہ کی بیّن دلیل ہے اور آپ کے جنازے میں لوگوں کی کثیر تعداد میں شرکت اور لوگوں کی غم زدہ صورت قوم کی آہیں اور سسکیاں پوری ملت اسلامیہ کا خراج عقیدت اور پوری قوم مسلم کی آپ کے لیے دعائے مغفرت آپکے جنتی ہونے کی واضح نشانی ہے بقول اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سنی مرے
یوں نہ فرمائیں تیرے شاہد کہ وہ فاجر گیا
عرش پر دھومیں مچیں کہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے کہ طیب و طاہر گیا

اور قائد اہل سنت کے حق میں آپ کی یہ دعا پوری ہوگئی۔

حضرت قائد اہلسنت کی ذات گرامی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے بعد وہ واحد ذات ہے کہ جن پر ان کی حیات میں بھی نظم ونثر مضامین وکتب تحریر کی گئیں اور ان کی وفات کے بعد بھی آپ کی شان میں آپ کی زندگی ہی میں اکابر علماء کرام، اخبارات اور شاعروں نے بہت کچھ لکھا جن میں سے آپ کی شان میں لکھی گئی نظموں سے دو پیش خدمت ہیں۔ جامی علیگ نے آپ کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا تھا۔

نورانی تو ہے دین محمد کی آبرو
دنیا میں کر دیا ہے جمعیت کو سرخرو
ملت کو ہر محاذ پر درس عمل دیا
اے شاہ عبد العلیم کے فرزند ارجمند
ہر قول دلنشیں ہے ہر فعل دلپسند
ہے تیرا دبدبہ یہ تیری شان مرحبا

تیرے خلوص وعزم کا چرچا ہے چار سو
للکار سن کے تیری ہراساں ہوا عدو
انداز فکر قوم کا یکسر بدل دیا
پرچم کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تو نے کیا بلند
لاریب تیرا نیر اقبال ہے بلند
جوش جہاد و قوت ایمان مرحبا

Marfat.com

نازاں ہے جس پہ قوم وہ عالی مقام ہے
جامی کو تیری مدح میں پھر کیا کلام ہے
یہ تیری حکمتیں تیرے اسلوب زندہ باد
اے ملک اور قوم کے محبوب زندہ باد
تو نے کیا ہے کفر کو مغلوب زندہ باد
ہیں حاکمان وقت بھی مرعوب زندہ باد

پرفیسر محمد انور لکی مروت سرحد اس انداز سے آپکی شان میں رطب اللسان ہیں

خدا نے دین نورانی دیا قرآن نورانی
امام انبیاء کی مومنو ہے شان نورانی
مسلمانوں کے سینہ میں ہے روشن نور کی مشعل
فدا نے خوب بخشا ہے ہمیں سلطان نورانی
جوانمردی دلیری میں یہ بالکل پیر تونسہ ہیں
خدا اس پر میرا جی جان ہاں ایمان نورانی
قسم اس نور ازلی کی مجدد ہے سیاست کا
اسی کے کام نورانی اسی کی آن نورانی
نظام مصطفیٰ ﷺ کا پاسباں بے باک رکھوالا
زہے حق و صداقت کا نشان پہچان نورانی
کوئی مانے نہ مانے عشق کا پیغام کہ انورؔ
ہے محسن ملک و ملت کا عجب ذیشان نورانی

نوحۂ غم

اسی طرح آپ کی وفات پر کئی نامور شعراء نے قطعہ تاریخ وفات اور مرثیہ لکھے روز نامہ خبریں میں رانا محبوب عالم نے قندِ مکرر کے عنوان سے ایک قطعہ تحریر کیا کہ

اس عہد بے ثبات سے مولا کریم نے
ہیرا تھا جو اٹھا لیا کوئلے کی کان سے
اے آر ڈی کے بعد یہ مجلس بھی
محروم ہوگئی ہے اب اپنی کمان سے

روزنامہ جسارت میں اجمل سراج لکھتے ہیں کہ:

Marfat.com

الوداع اے مجاہد ملت حق کے اے رہنما خدا حافظ
الوداع سربراہ بزم عمل عالم باصفا خدا حافظ

روزنامہ جنگ کراچی میں قاری محمد مسلم غازی نے ان القاب سے تاریخ وفات نکالی اور ایک منقبت تحریر کی کہ:

فخر وطن، وقار العلماء راہی بہشت والا مرتبت
۱۴۲۴ ۲۰۰۳

اٹھ گیا دنیا سے دینی راہبر عالم دیں قائد بالغ نظر
مشرب اسکا ذکر نام مصطفی ﷺ اس کے دل میں شاہ دیں تھے جلوہ گر
خدمت دیں میں بسر کی اس نے عمر معترف اس کے ہیں سب اہل نظر
جنت الفردوس میں اسکو سدا ہو میسر قرب شاہ بحر و بر
رحمتیں ہوں قبر پر اسکی مدام ہر گھڑی ہر لحظہ ہر شام و سحر
کون اس دنیا سے غازی چل بسا ہیں اداس اس شہر کے دیوار و در
ہاتف غیبی نے یہ تاریخ دی لکھو مدح ذی وجاہت نامور

پنجابی زبان کے مشہور شاعر بابا نجمی ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:

اک نورانی مکھ گیا سر توں سکناں رکھ گیا
لے کے ساری دنیادی اپنے اندر پکھ گیا

روزنامہ اسلام میں حاصل تمنائی یہ کہتے ہیں کہ

نوابزادہ کے پیچھے گئے ہیں علامہ
وہ گویا اپنے عمل سے ہمیں بتاتے ہیں
نہیں ہے میکدۂ نو میں بوند بھی باقی
جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں

Marfat.com

اردو کے ممتاز شاعر وادیب راغب مرادآبادی قطعہ تاریخ تحریر کرتے ہیں کہ

نورانی حق بیں کی سیاست دانی تھی دین سے پیوستہ بصد آسانی
اللہ کی رحمت کے سزاوار ہیں وہ زاہد لابہ غیور تھے نورانی

۲۰۰۳ء

روزنامہ جسارت میں اجمل سراج لکھتے ہیں کہ

محو راحت ہیں شاہ نورانی باب جنت کھلا ہے ان کے لیے
متحد مجلس عمل کا قیام صدقہ جاریہ ہے ان کے لیے

روزنامہ پاکستان میں مصباح الاسلام صدیقی غم وعزم کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ

آہ نورانی میاں بھی زیب گورستاں ہوئے
نور افشاں انکی مرقد پر سدا قندیل ہو
ہاں مگر جس طرح ڈیتھ ٹائم ہے پتھر پر لکیر
ایسے ہی ہرگز نہ ڈیڈ لائن بھی اب تبدیل ہو

روزنامہ نوائے وقت میں ظفر علی راجہ لکھتے ہیں کہ

دائم راست بیانی رخصت شیریں ہفت زبانی رخصت
چشم بہ غم ہیں دین و دنیا شاہ احمد نورانی رخصت

روزنامہ ایکسپریس میں غالب عرفان تحریر کرتے ہیں کہ

مولانا نورانی کا غم موت العالم موت العالم
شاہ احمد نورانی کیا تھے علم کا دریا علم مجسم
وقت کی نبض پر ہاتھ تھا جن کا اور آنکھوں میں اک جام جم
جہد مسلسل جن کا مسلک دل میں لیکن امت کا غم
جسم اور جاں میں حدت ایماں فکر و نظر میں بہار کا موسم
جنت انکی منزل ہو اور اللہ کی رحمت ہو ہر دم

Marfat.com

روزنامہ خبریں لاہور میں سلیم اختر شجاع آبادی تحریر کرتے ہیں

اک ولی ابن ولی تھا چل بسا — وہ چراغ زندگی تھا چل بسا
دور حاضر تیرگی کا دور ہے — جو مسلسل روشنی تھا چل بسا

مشہور اردو اور نعت گو شاعر مظفر وارثی لکھتے ہیں کہ

کل نفس ذائقۃ الموت کا سفر — کرنے نکلے اوڑھ کے چادر نورانی
عمر گزار دی مذہب اور سیاست میں — خالی کر گئے سارے منظر نورانی

ہفت روزہ فیملی میں سید فراست بخاری لکھتے ہیں کہ

آہ! مرگ ناگہانی — واہ! شاہ احمد نورانی
چل دیئے سوئے عدم — چھوڑ کر یہ دار فانی
بردباری اور تمکنت — خوب تھی تیری نشانی
یاد آئے گی ہمیں — خوش طبع کی خوش بیانی
بے تعصب ایک ہستی — اک فراست جاودانی

غم فراق

(از محمد خالد نورانی)

وصال مرشدی سانحہ عظیم ہے
اس حقیقت سے اغماض ہو نہیں سکتا

چھائی ہے چارسو اداسی کی گھٹا
اضطراری قلب سے اجتناب ہو نہیں سکتا

بلبل چمن نالہ زار ہے صبح و شام
سوز جگر سے انحراف ہو نہیں سکتا

عجب سنگم ہے سوز و گداز کا
زندگانی میں اب اشتعال ہو نہیں سکتا

Marfat.com

غم فراق نے چھا کر تڑپا دیا ہے
مگر درد دل کا اظہار ہو نہیں سکتا

ویرانی گلستان ہے سب پہ عیاں
غنچہ و غل کا ارتباط ہو نہیں سکتا

غم ہجر میں ہوا جگر کباب
اس سے بڑھ کر احراق ہونہیں سکتا

نقش ہے حسین یادیں سینے میں
دنیائے تصور سے انفکاک ہونہیں سکتا

رشتہ روحانی رہے گا تا حیات
ہجر و فراق میں انفساخ ہونہیں سکتا

غازی گفتار نہیں مرد مجاہد تھے مرشد
اغیار کو کبھی ہر گز اختلاف ہو نہیں سکتا

خدمت اسلام کی فہرست ہے بہت دراز
مجھ ناچیز سے استیعاب ہو نہیں سکتا

کامل وابستہ ہو جو دامن مصطفیٰ ﷺ سے
بروز محشر کبھی ابتذال ہو نہیں سکتا

موضع نزول رحمت ہے مزارات اولیا
دل کے اندھوں پر انکشاف ہونہیں سکتا

بفضل تعالیٰ منور ہے مرقد مرشدی
بندہ مومن کو اشکال ہو نہیں سکتا

کل من علیھا فان ہے ارشاد ربانی
خالد فرمان الٰہی سے انکار ہو نہیں سکتا

Marfat.com

دردِ ہجراں (از: مولانا رجب علی نصرت نعیمی)

جو میر کارواں تھا ہمارا چلا گیا
دنیائے سنیت کا اجالا چلا گیا

اہل عرب کو جس کی فصاحت پہ ناز تھا اہل عجم کو جس کی خطابت پہ ناز تھا
اہل خرد کو تیری قیادت پہ ناز تھا اہل جہاں کو تیری سیادت پہ ناز تھا
عظمت کا کیسا کوہ ہمالہ چلا گیا

وہ داعئ نظام نبی ﷺ مثل آفتاب دنیا میں انکی ذات تھی اک جلوہ کتاب
سیرت تھی لاجواب تو صورت بھی انتخاب ہیں اشک باران کی جدائی میں شیخ وشاب
قائد ہمارا آنکھ کا تارا چلا گیا

صدیق کی وہ صدق وصداقت کے تھے امیں فاروق کے وہ ذوق عدالت کے تھے امیں
عثمان کی حیا کے، سخاوت کے تھے امیں مولا علی کی حسن شجاعت کے تھے امیں
وہ ہر کشش حسین نظارا چلا گیا

باطل کی قوتوں سے وہ ٹکرائے ہر نفس دنیا کے مال وزر کی نہیں تھی انھیں ہوس
جن کو تھی دینی ملی مسائل پہ دسترس نباض وقت عامل و فاضل تھے نکتہ رس
دنیا سے آج وہ چمن آرا چلا گیا

روئی ہے آج مسند عرفاں تیرے لئے پیارے ہر ایک آنکھ ہے گریاں تیرے لئے
بے چین ہو رہا ہے آج مسلماں تیرے لئے کیا! منتظر تھی رحمتِ یزداں تیرے لئے
ساحل پہ آتے آتے سفینہ چلا گیا

تو نے رکھی ہے شان صداقت کی آبرو ہر لمحہ تیری کار سعادت تھی گفتگو
زندہ رہیگا نام تیرا جگ میں چار سو اب ہو رہے ہیں عالم برزخ بھی سرخرو
علم و عمل کا نوری منارہ چلا گیا

شام وسحر ہے نصرتؔ عاصی کی التجا • مرقد پہ تیری نور برستا رہے صدا
صدقہ رسول پاک کا مقبول ہو دعا اعلیٰ مقام ان کو تو جنت بھی کر عطا
ہر دل اداس ہے کہ سہارا چلا گیا

Marfat.com

جبکہ اخبارات میں اب تک حضرت قائد اہلسنت کی ذات کے مختلف گوشوں، آپ کی خدمات دینی وسیاسی پر مضامین کا سلسلہ جاری وساری ہے اور انشاء اللہ یہ سلسلہ تادیر جاری رہیگا کہ آپکی ذات ایسی ہمہ گیر تھی کہ اس سے ہر شخص متاثر تھا بقول قائد اہلسنت کے دیرینہ رفیق استاذ محترم علامہ محمد حسن حقانی کے کہ آپ کی ذات ہر ایک کو کسی نہ کسی حوالے سے یاد آتی رہے گی، اسی طرح آپ قائد اہلسنت علیہ الرحمہ کی زندگی ہی میں فرمایا کرتے تھے کہ الفاظ کچھ عجیب سے ہیں مگر مردہ نورانی زندہ نورانی سے زیادہ مقبول ہوگا۔

آخر میں مشہور ومعروف شعر جو آپ کی ذات گرامی پر مکمل طور پر صادق آتا ہے تحریر کرتا ہوں کہ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ذخیرہ

Marfat.com

ماخذ و مراجع

۱۔ حدائق بخشش.......................... امام الشاہ احمد رضا فاضل بریلوی
۲۔ دو نامور مجاہد.......................... مولانا محمد صدیق ہزاروی
۳۔ شاہ احمد نورانی.......................... مولانا ابو داؤد محمد صادق
۴۔ مولانا نورانی کا مذہبی و سیاسی مقام .... مولانا محمد رفیق دورانی
۵۔ ایک عالم۔ ایک سیاستدان.......................... سید محمد حفیظ قیصر
۶۔ نورانی سیاست .... جاوید احمد صدیقی
۷۔ سچی قیادت.......................... خالد محمود قادری
۸۔ مینارہ نور.......................... حلقہ قادریہ اشاعت الاسلام، کراچی
۹۔ شاہ عبدالعلیم کوئز.......................... فیصل ندیم قادری
۱۰۔ ارشادات نورانی.......................... ضیاء المصطفیٰ قصوری
۱۱۔ کلیات اقبال.......................... ڈاکٹر محمد اقبال
۱۲۔ ماہنامہ ترجمان اہلسنت .... کراچی
۱۳۔ ماہنامہ ضیاء حرم.......................... لاہور
۱۴۔ ماہنامہ ندائے اہلسنّت.......................... لاہور
۱۵۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ .... گوجرانوالہ
۱۶۔ ماہنامہ احوال و آثار.......................... لاہور
۱۷۔ سنی ترجمان.......................... کراچی
۱۸۔ ہفت روزہ اخبار جہاں.......................... کراچی
۱۹۔ روداد یوم امام حسین ۱۹۵۴ء.......................... کراچی
۲۰۔ ہفت روزہ فیملی.......................... لاہور
۲۱۔ ہفت روزہ زندگی.......................... لاہور
۲۲۔ ہفت روزہ تکبیر.......................... کراچی

Marfat.com

۲۳۔ ہفت روزہ احوال.. کراچی
۲۴۔ روزنامہ جنگ... کراچی
۲۵۔ روزنامہ نوائے وقت...................................... کراچی
۲۶۔ روزنامہ خبریں... کراچی
۲۷۔ روزنامہ ایکسپریس.. کراچی
۲۸۔ روزنامہ جرأت.. کراچی
۲۹۔ روزنامہ پاکستان.. کراچی
۳۰۔ روزنامہ جسارت.. کراچی
۳۱۔ روزنامہ اسلام.. کراچی

Marfat.com

Marfat.com

ہم ملک کو خانہ جنگی کی آگ میں دھکیلنا نہیں چاہتے۔ کراچی چھوٹا پاکستان ہے۔ یہاں بھارت سے آئے ہوئے مہاجر اور پنجاب، سندھ اور سرحد و بلوچستان کے لوگ شیر و شکر بن کر رہتے ہیں۔ حکومت افغان مہاجرین کو دو میں سے ایک روٹی دینے کا دعویٰ کرتی ہے لیکن ان ڈھائی لاکھ بہاریوں کے لئے کچھ نہیں کرتی جو پاکستانی بن کر رہنا چاہتے ہیں۔ مارشل لاء کے دور میں ملک 14 ارب روپے کا مقروض ہوا۔ سیاچن کے تین سو میل کے علاقے پر بھارت کا قبضہ ہوا۔ ہیروئن کی تجارت، رشوت اور اسمگلنگ بڑھ گئی۔ ہمارے پاس نفاذ اسلام کیلئے پانچ ہزار کی نہیں ساڑھے آٹھ کروڑ عوام کی نفری ہے۔ یہ مارشل لاء کے متاثرین کا جلسہ ہے، محققین کا نہیں (28 فروری 86ء کو نشتر پارک کراچی کے جلسہ عام میں مولانا شاہ احمد نورانی کا تاریخی خطاب

Marfat.com

Marfat.com

ہم ملک کو خانہ جنگی کی آگ میں دھکیلنا نہیں چاہتے۔ کراچی چھوٹا پاکستان ہے۔ یہاں بھارت سے آئے ہوئے مہاجر اور پنجاب، سندھ اور سرحد و بلوچستان کے لوگ شیر و شکر بن کر رہتے ہیں۔ حکومت افغان مہاجرین کو دو میں سے ایک روٹی دینے کا
دعوئی کرتی ہے لیکن ان ڈھائی لاکھ بہاریوں کے لئے کچھ نہیں کرتی جو پاکستانی بن کر رہنا چاہتے ہیں۔ مارشل لاء کے دور میں ملک 14 ارب روپے کا مقروض ہوا۔ سیاچن کے تین سو میل کے علاقے پر بھارت کا قبضہ ہوا۔ ہیروئن کی تجارت، رشوت اور
اسمگلنگ بڑھ گئی۔ ہمارے پاس نفاذ اسلام کیلئے پانچ ہزار کی نہیں ساڑھے آٹھ کروڑ عوام کی نفری ہے۔ یہ مارشل لاء کے متاثرین کا جلسہ ہے، متفقین کا نہیں (28 فروری 86ء کو نشتر پارک کراچی کے جلسہ عام میں مولانا شاہ احمد نورانی کا تاریخی خطاب